مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ (الحدیث)

احادیث نبویہ سے تمثیلات وتشبیہات کا مجموعہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ قاری محمد دلاور سلفی حفظہ اللہ

تفہیم وتخریج: فضیلۃ الشیخ محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ (الحديث)

امثال الحدیث

احادیث نبویہ سے تمثیلات وتشبیہات کا مجموعہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ قاری محمد دلاور سلفی حفظہ اللہ

تفہیم وتخریج

فضیلۃ الشیخ محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان
تھرڈ فلور، مسلم سنٹر، چیٹر جی روڈ اردو بازار، لاہور
0321-4275767, 0300-4516709

نام کتاب

[illegible]

احادیثِ نبویہ سے تمثیلات وتشبیہات کا مجموعہ

تالیف

فضیلۃ الشیخ قاری محمد دلاور سلفی حفظہ اللہ

تفہیم وتخریج

فضیلۃ الشیخ محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ

صفحات	240
اشاعت	ستمبر 2010ء
تزئین	آصف رشید 0301-4031267
قیمت	200 روپے

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان

تھرڈ فلور، مسلم سنٹر، چیمبر جی روڈ اردو بازار، لاہور

0321-4275767, 0300-4516709

فہرست

۞۞۞۞

کلام محمد ﷺ کا منفرد اسلوب

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ))

''جس شخص کا دل قرآن سے خالی ہو تو وہ ویران گھر کی طرح ہے۔''

کسے نہیں پتا کہ گھر کی رونق اس کے مکین سے ہوتی ہے، گھر کتنا ہی خوبصورت اور وسیع کیوں نہ ہو اگر اس میں کوئی رہنے والا نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ گھر کی ویرانی، گھر کی قیمت اور اس کی اہمیت کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیتی ہے، اسی طرح انسان کا معاملہ ہے اگر انسان کا دل ایمان، قرآن کے نور سے خالی ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ یہ بات اگر عمومی انداز سے کہی جاتی تو شاید جلد ذہن نشین نہ ہوتی اور اسے جلد سمجھانے اور ذہن میں بٹھانے کے لیے ہی پیارے نبی اکرم ﷺ نے اسے مثال دے کر سمجھایا چنانچہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن بالکل نہیں جانتا اور نہ پر ایمان رکھتا ہے یا قرآن تو جانتا ہو مگر اس پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ ویران گھر کی طرف ہے اور جو شخص قرآن پڑھنا جانتا ہے اسے پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے، نیز اس پر ایمان بھی رکھتا ہے تو اس کا باطن ایمان کے نور سے آباد ہے، اب یہ فرق الگ رہا کہ جو شخص تھوڑا جانتا ہوگا اس کا باطن ایمان کی دولت سے تھوڑا آباد ہوگا اور

جو شخص بہت جانتا ہوگا اس کا باطن بھی بہت آباد ہوگا۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً))

"منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان (ماری ماری) پھرتی ہے کہ (اپنے نر کی تلاش میں) کبھی اس طرف مائل ہو جاتی ہے اور کبھی اس طرف۔"

منافق کی مثال اس بکری سے دی گئی ہے جو اپنے نر کی تلاش میں ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہے، اسی طرح منافق کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے چونکہ صرف دنیا کا لالچ اور مال و جاں کی حفاظت کا مقصد ہوتا ہے، اس لیے وہ مادہ صفت بن کر کبھی تو مسلمانوں کی آغوش میں آ کر پناہ لیتا ہے اور کبھی کافروں کے گروہ میں جا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، نفاق سے نفرت پیدا کرنے کے لیے ظاہر ہے کہ یہ تشبیہ بہت موثر ہے۔ امثال الحدیث سے یہ دو مثالیں ہم نے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر آپ کے سامنے رکھی ہیں۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمثیل کے اسلوب کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ بات سمجھنے اور غور و فکر کے لیے یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔ سورہ الحشر میں ارشاد ہے۔ "یہ مثالیں ہم لوگوں کے غور و فکر اور تدبر کے لیے پیش کرتے ہیں۔"

اور یہی طریقہ و اسلوب پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے اپنایا اور امثال سے ان پر احکام واضح کیے کیونکہ مثال کی صورت میں بیان کی گئی بات نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوتی ہے بلکہ مخاطب کو جلد ذہن نشیں بھی ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے قرآن پاک میں بھی جا بجا امثال ملتی ہیں اور کلامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اگر اس پہلو سے غور کریں تو احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جو

امثال پر مشتمل ہے۔ ہمارے دوست برادرم قاری محمد دلاور سلفی ﷾ کو اللہ نے خاص بصیرت سے نوازا ہے انھوں نے امثال کے موضوع پر سب سے پہلے قرآن پاک میں سے ''امثال القرآن'' کے نام سے کام کیا اور ان کی کتاب ''امثال القرآن'' نے علمی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل کی۔ اسی سلسلے میں علم حدیث پر کام کا تقاضا بڑا تو انھوں نے ''امثال الحدیث'' کے نام سے یہ کتاب تالیف کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صبح روشن ''امثال القرآن'' کے بعد ''امثال الحدیث'' بھی آپ کی نذر کر رہا ہے۔ یقیناً امثال القرآن کی طرح اسے بھی ستائش بھری نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

کتاب کی تفہیم وتخریج الشیخ محمد عظیم حاصلپوری ﷾ نے کی ہے جن کی شخصیات علمی وادبی حوالوں میں ایک معتبر نام ہے۔ اللہ رب العزت انھیں اور ہمت واستقامت عطا فرمائے۔ آمین

ہم اس کتاب کو آپ تک پہنچانے میں معاونت کرنے والے احباب کے مشکور ہیں جنھوں نے اپنے تئیں ہر ممکن کوشش سے اس کتاب کو زینت بخشی۔ یہاں محترم حافظ آصف رشید بھائی، جناب طٰہٰ احمد الحماد مدرس جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مرید کے کا شکریہ ادا نہ کرنا ناسپاسی ہو گی جن کا تعاون ہر قدم پر ہمارے ساتھ رہا۔ اللہ رب العزت ان تمام افراد کو اجر عظیم سے نوازے۔

والسلام

عبد الوارث ساجد

چوبرجی لاہور

2 ستمبر 2010ء

امثال الحدیث

قرآن پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُهَا طَیِّبٌ))

''اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ ترنجبین (نارنگی) جیسی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے''

((وَالَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ لَا رِیحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ))

''اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے، کھجور جیسی ہے اس کی خوشبو نہیں لیکن اس کا ذائقہ میٹھا ہے''

((وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ))

''اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، خوشبودار پودے (جیسے گلاب وغیرہ) کی طرح ہے کہ جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ تلخ ہے''

((وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَا یَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَیْسَ لَهَا رِیحٌ وَ طَعْمُهَا مُرٌّ))

''اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے۔ اندرائن (تمہ) جیسی ہے جس میں

خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے۔“ ❶

قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے والے کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو (اس کے بعد) اس کی تلاوت کرتے رہو، یاد رکھو! قرآن پاک کی مثال جب کوئی اس کی تعلیم حاصل کرتا ہے، پھر تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتا ہے، اس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی پھر وہ (غافل ہو کر) سو یا رہا، حالانکہ قرآن مجید اس کے دل میں اس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے لیکن اسکا منہ (اسی سے) باندھا گیا ہے۔“ ❷

صرف کالا خضاب لگانے والوں کی مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

((يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ))

”آخری زمانہ میں کچھ لوگ کبوتر کے سینے جیسا سیاہ رنگ کا خضاب لگائیں گے ایسے لوگ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے۔“ ❸

تفہیم الحدیث:

سفید بالوں کو مہندی لگانا سنت ہے لیکن صرف سیاہ مہندی لگانا ممنوع ہے اور علامات قیامت

---

❶ [صحیح بخاری، فضائل القرآن، باب فضل القرآن علی سائر الکلام (٥٠٢٠) صحیح و مسلم، صلاۃ المسافرین (٧٩٧)]

❷ [ترمذی، فضائل القرآن، باب جاء فی سورۃ البقرۃ، و آیۃ الکرسی (٢٨٧٦) وابن ماجه (٢١٧) حدیث صحیح]

❸ [ابو داود، الترجل، باب ماجاء فی خضاب اسوداء (٤٢١٢) یہ حدیث صحیح ہے۔ هدایة الرواة (٤٣٨٠) (٤/٢٤٠) و النسائی (٨/١٣٨)]

میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی صرف سیاہ خضاب یعنی مہندی لگائے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا اور اس کا سر اور اس کی داڑھی ثغامہ بوٹی کی مانند سفید تھی یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ))

''اسے (یعنی سفیدی کو) کسی چیز (مہندی وغیرہ) سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو'' ❶

نیک مومن کستوری بیچنے والے کی طرح

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً))

''نیک اور اچھے دوست اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے خوشبو ھبہ کر دے گا یا تو اس سے خریدے گا اور اگر خریدے گا نہیں تو تجھے اس سے خوشبو آتی رہے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبو پائے گا'' ❷

روزہ رکھنے والے کی مثل ثواب

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ

---

❶ [صحيح مسلم ،اللباس الزينة ،باب استحباب خضاب ايشب بصفرة أوحمرة تحريمه(٢١٠٢) ابوداؤد (٤٢٠٤) والحاكم (٥٠٦٨) واحمد (١٤٤٠٩)]

❷ [صحيح بخاري ، الذبائح والصيد ،باب المسك(٥٥٣٤)]

شَيْئًا))

''جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روز دار کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی'' ❶

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ))

''جس کسی نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کے برابر ثواب ملے گا'' ❷

میں نے تجھے دنیا اور اس کی مثل دے دیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو دوزخ میں سب سے آخر میں نکالا جائے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ وہ شخص وہ ہوگا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے چلے گا۔ پھر اوندھا گر پڑے گا، اور جہنم کی آگ اس کو جلائے گی۔ جب وہ شخص دوزخ سے باہر ہو جائے گا تو پیٹھ موڑ کر اس کو دیکھے گا اور کہے گا بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دی بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی چیز عطا کی ہے جو بعد والوں میں سے کسی کو نہیں دی۔ اتنے میں اسے ایک درخت دکھائی دے گا جسے وہ دیکھ کر کہے گا:

''یا اللہ! مجھے اس کے قریب کر دے تا کہ اس درخت کے سائے میں رہوں اور اس کا پانی پی سکوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! میں تیرا یہ سوال پورا کر دوں تو تو اور سوال تو نہ کرے گا؟ وہ کہے گا ''نہیں۔'' اے میرے رب! میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔'' اب اللہ تعالیٰ اسکا عذر قبول کرے گا، اس لیے کہ وہ ایسی نعمت کا مشاہدہ کر چکا ہے کہ جس پر اس کو صبر نہیں ہو سکتا (کیونکہ انسان بے صبرا ہے) وہ جب تکلیف میں مبتلا ہو اور عیش

---

❶ [جامع ترمذی، الصوم، باب فضل من فطر صائما(۸۰۷)وابن ماجه(۱۷٤٦)وصحیح ترمذی (٦٤٧)]

❷ [مسند أحمد(٤/١١٤)والنسائی فی الکبریٰ (۳۳۳۱) و البیهقی (٤/٢٤٠)]

کی چیز دیکھے تو بے اختیار اس کی خواہش کرتا ہے آخر کار اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے میں رہے گا اور وہاں پانی پیئے گا۔ اتنے میں اسے پھر ایک درخت دکھائی دے گا، جو اس سے بھی زیادہ اچھا ہوگا۔ پھر عرض کرے گا ''اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب پہنچا دے تاکہ میں اس کا بھی پانی پی سکوں اور اب میں اور کچھ سوال نہیں کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم علیہ السلام کے بیٹے! کیا تو نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ میں سوال نہیں کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دے گا۔ وہ اس کے سائے میں رہے گا اور اس کا پانی پیئے گا۔ پھر اسے ایک اور درخت دکھائی دے گا جو جنت کے دروازے پر ہوگا۔

وہ پھر عرض کرے گا ''اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب پہنچا دے تاکہ میں اسکا پانی پیوں اور اسکے سائے تلے رہوں اب میں اور کچھ سوال نہیں کروں گا۔ (اللہ تعالیٰ اسکو معذور رکھے گا اس لئے کہ وہ ایسی نعمتوں کو دیکھ رہا ہے جن پر صبر نہیں ہوسکتا) آخر کار اللہ تعالیٰ اسکو اس درخت کے قریب کر دے گا۔ جب وہ اس درخت کے قریب جائے گا تو وہ جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور کہے گا۔ ''اے میرے رب! مجھے جنت کے اندر پہنچا دے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم علیہ السلام کے بیٹے تیرے سوال کو کیا چیز پورا کرے گی؟ یعنی تیری خواہش کب موقوف ہوگی اور یہ بار بار سوال کرنا کیوں کر بند ہوگا؟

((فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ أَتَسْخَرُ بِيْ وَأَنْتَ الْمَلِكُ ؟))

''بھلا تو اس پر راضی ہے کہ میں تجھے ساری دنیا کے برابر دوں اور اتنا ہی اور دوں؟ وہ بندہ کہے گا، اے میرے پروردگار! آپ مجھ سے مذاق اور ہنسی کرتے ہیں باوجود یہ کہ

آپ سارے جہاں کے مالک اور شہنشاہ ہیں۔''

(یہ واقعہ بیان کر کے) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ لوگوں نے دریافت کیا ''اچھا فرمایئے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت بے محل کیوں ہنس پڑے؟ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح حدیث بیان کرتے وقت ہنس پڑے تھے تو اس وقت لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ہنس پڑے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العالمین کو اسی طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ جب بندہ کہے گا آپ سارے جہاں کے پروردگار ہوتے ہوئے بھی مذاق فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں مذاق نہیں کرتا۔ میں ہر چیز پر قادر ہوں جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں، یعنی دنیا اور دنیا کے برابر دینا میرے نزدیک کوئی مشکل بات نہیں صرف کن کہہ دینے سے لاکھوں دنیا پیدا کر سکتا ہوں''۔ ❶

راہنمائی پر اسی کی مثل اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا))

''جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دی اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنھوں نے اس ہدایت پر عمل کیا ان کا اپنا اجر بھی کم نہیں ہوگا اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی اسے ان تمام لوگوں کا بھی گناہ ہوگا جنھوں نے اس کی گمراہی پر عمل کیا اور گمراہی کرنے والوں کا اپنا گناہ بھی کم نہیں ہوگا۔'' ❷

---

❶ [مسلم ،الایمان ،باب آخر اھل النار خروجا (٤٦٣) والترمذی (٢٥٩٥)]

❷ [صحیح مسلم ،العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة (٢٦٧٤)]

راہنمائی پر اسی جیسا اجر

عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ فِعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهُ مِثْلُ أجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ أوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا))

''جس شخص نے میری کوئی سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس سنت پر عمل کیا اور ان لوگوں کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ کا بوجھ ہوگا جنہوں نے اس بدعت پر عمل کیا اور اس بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کے بوجھ میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔'' ❶

مومن کی مثال کھیتی کی مانند ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ بَلَاءٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ))

''مومن کی مثال کھیتی کی مانند ہے کہ ہوا اسے ہمیشہ جھکاتی رہتی ہے کبھی دائیں کبھی بائیں۔ پھر مومن ہمیشہ آزمائش میں رہتا ہے منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے کہ کبھی نہیں ہلتا یہاں تک کہ جڑ سے کاٹ دیا جائے۔'' ❷

---

❶ [سنن ابن ماجه ،مقدمه ،باب احياسنت قداميتت (٢٠٩) صحيح]

❷ [جامع ترمذی، الامثال ،باب ماجاء فی مثل المؤمن القاری للقرآن وغیر القاری (٢٨٦٦) و مسلم (٢٨٠٩) واحمد (٢٣٤/١)(٢٨٣/٢)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔]

تفہیم الحدیث:

مومن کی مثال تو کھیتی کی تر و تازہ اور نرم شاخ سے دی جا رہی ہے کہ جس طرح ہواؤں کے تھپیڑے اس شاخ پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں بایں طور کہ کبھی وہ شاخ کو جھکا دیتے ہیں کبھی سیدھا کر دیتے ہیں مگر وہ شاخ ہواؤں کے تیز و تند تھپیڑے کھا کھا کر اپنی جگہ اپنے وقت کے آخری لمحہ تک کھڑی رہتی ہے۔ اسی طرح مؤمن کا حال بھی یہی ہے کہ کبھی تو اسے مصائب و آلام اور ضعف و بیماری کے سخت تھپیڑے گرا دیتے ہیں، کبھی صحت و تندرستی اور خوشی و مسرت کے جانفزا جھونکے ان کی زندگی میں بشاشت و انبساط کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں اس طرح وہ اپنی زندگی کے دن پورے کرتا رہتا ہے۔

منافق کی مثال صنوبر کے درخت سے دی گئی ہے کہ جس طرح صنوبر کا درخت بظاہر ایک جگہ کھڑا رہتا ہے اور اس پر ہوا کا دباؤ اثر انداز نہیں ہوتا مگر جب اس کا وقت آتا ہے تو وہ یکبارگی زمین پر آ گرتا ہے، اسی طرح منافق کا حال ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں بظاہر خوش و خرم اور ہشاش بشاش نظر آتا ہے نہ اس پر مصائب و آلام کی بارش ہوتی ہے اور نہ بیماری و ضعف کے تھپیڑے اس پر اثر انداز ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ یکبارگی بغیر کسی بیماری و ضعف کے موت کی وادی میں گر جاتا ہے۔

گویا حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ مؤمن و مسلمان کی زندگی مصائب و آلام اور تکلیف و پریشانی میں گزرتی ہے کبھی وہ بیماری و ضعف کے جال میں پھنسا رہتا ہے، کبھی اسے مال و زر کی کمی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے کبھی دوسرے دنیوی حوادث و آلام اس کی روشن زندگی پر سیاہ بادل بن کر چھا جاتے ہیں مگر مومن مسلمان اسی حالت میں جیے جاتا ہے اور یہ تمام چیزیں اس کے حق میں اخروی سعادت و خوش بختی کی علامت قرار دی جاتی ہیں بشرطیکہ صبر و رضا اور شکر کا دامن کسی بھی مرحلہ پر ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس کے مقابلہ پر منافق و فاسق کی زندگی ہوتی ہے جس پر نہ تو

زیادہ ترغم و آلام کا سایہ ہوتا ہے نہ بیماری و پریشانی کے سیاہ بادل اور نہ دوسری دنیوی ذلت و ناکامی اور مصیبت و پریشانی کا چکر، بلکہ وہ بظاہر تندرست و توانا اور خوش وخرم رہتا ہے۔اس لیے اسے وہ درجہ نہیں ملتا جو مصائب و پریشانی میں مبتلا ہو کر مؤمن و مسلمان کی اخروی کامیابی و فلاح کا ضامن بنتا ہے۔

مومن کی طرح ہے وہ درخت جس کے پتے نہیں جھڑتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حَدِّثُونِي مَا هِيَ....))

''درختوں میں سے ایک ایسا درخت بھی ہے کہ موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مؤمن کی طرح ہے۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کونسا درخت ہے۔؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق سوچنے لگے لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے چھوٹا ہونے کی وجہ سے کہتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔ پھر میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے دل میں آنے والے خیال کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا اگر تم نے کہہ دیا ہوتا تو یہ میرے لیے ایسا ایسا مال ہونے سے زیادہ محبوب تھا۔'' ❶

میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت ابو یوسف علیہ السلام کی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی سفر پر جاتے تو اپنی ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا قرعہ نکل آتا اسے ہمراہ لے جاتے، ایک سفر میں قرعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ ہوا یوں

❶[جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل المؤمن القاری للقرآن وغیر القاری (٢٨٦٧) والبخاری (٦١) (١٣١) ومسلم (٢٨١١) وأحمد (٢/ ٦، ١٢٣، ١٥٧) والحمیدی (٢/ ٢٩٨)

میں اپنے ہودج میں بیٹھی رہتی اور جب قافلہ کہیں اترتا تو میرا ہودج اتار دیا جاتا، ہم غزوہ پر گئے۔آپ ﷺ غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس لوٹے۔مدینے کے قریب آ گئے رات کو چلنے کی آواز لگائی، میں قضائے حاجت کے لیے نکلی اور لشکر کے پڑاؤ سے دور جا کر میں نے قضائے حاجت کی پھر واپس لوٹی۔لشکر گاہ کے قریب آ کر میں نے اپنے گلے کو ٹٹولا تو ہار نہ پایا، میں واپس اس کو ڈھونڈنے کے لیے چلی گی اور تلاش کرتی رہی۔ یہاں یہ ہوا کہ لشکر نے کوچ کر دیا، جو لوگ میرا ہودج اٹھاتے تھے انھوں نے یہ سمجھ کر کہ میں اندر ہی ہوں، ہودج اٹھا کر اوپر رکھ دیا اور چل پڑے، یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت کی عورتیں نہ کچھ ایسا کھاتی پیتی تھیں نہ وہ بھاری بدن کی بوجھل تھیں،تو میرے ہودج کے اٹھانے والوں کو میرے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق پتہ نہ چلا اور میں اس وقت اوائل عمر کی تو تھی۔الغرض بہت دیر کے بعد مجھے میرا ہار مل گیا۔ یہاں میں جو پہنچی تو کسی آدمی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ نہ کوئی پکارنے والا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنے نشان کے مطابق وہی پہنچی جہاں ہمارا اونٹ بٹھایا گیا تھا اور وہیں انتظار میں بیٹھ گئی کہ جب آپ ﷺ آگے چل کر میرے نہ ہونے کی خبر پائیں گے تو مجھے تلاش کرنے کیلئے یہیں آئیں گے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی۔

اتفاق سے حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے رہتے تھے وہ پچھلی رات کو چلے تھے۔صبح کی چاندنی میں یہاں پہنچ گئے۔ایک سوتے ہوئے آدمی کو دیکھ کر خیال آنا ہی تھا۔غور سے دیکھا تو چونکہ پردے کے حکم سے پہلے مجھے وہ دیکھتے ہی تھے۔دیکھتے ہی پہچان گئے اور با آواز بلند ان کی زبان سے نکلا ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل کر بیٹھ گئی۔ انہوں نے جھٹ سے اپنا اونٹ بٹھایا اور اسکی ایک ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھا۔ میں اٹھی اور اونٹ پر سوار ہو گئی۔ انہوں نے اونٹ کو کھڑا کر دیا اور بھگاتے ہوئے لے چلے۔

خدا کی قسم نہ وہ مجھ سے بولے اور نہ ہی میں نے اس سے کوئی بات کی۔ سوائے انا للہ کے میں

نے ان کے منہ سے کوئی کلمہ نہیں سنا۔ دوپہر کے قریب ہم اپنے قافلے سے مل گئے۔ بس اتنی سی بات کا ہلاک ہونے والوں نے بتنگڑ بنالیا۔ ان میں سے سب سے بڑا اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ مدینے سے آتے ہی میں بیمار پڑ گئی اور مہینہ بھر میں بیماری میں گھر پر ہی رہی۔ نہ میں نے کچھ سنا، نہ کسی نے مجھ سے کہا۔ جو کچھ غل غپاڑا لوگوں میں ہورہا تھا میں اس سے بے خبر تھی۔

البتہ میرے دل میں یہ خیال بسا اوقات گزرتا کہ رسول اللہ ﷺ کی مہر و محبت میں کمی کی کیا وجہ ہے؟ بیماری میں عام طور پر جو شفقت حضور ﷺ کو میرے ساتھ ہوتی تھی، میں اس بیماری میں وہ بات نہ پاتی تھی، اس لیے مجھے رنج تو بہت تھا مگر کوئی وجہ معلوم نہ تھی۔ پس حضور ﷺ تشریف لاتے، سلام کرتے اور دریافت فرماتے طبیعت کیسی ہے؟ اور کوئی بات نہ کرتے اس سے مجھے بڑا صدمہ ہوتا، مگر بہتان بازوں کی تہمت سے میں بالکل غافل تھی۔

اب سنئے اس وقت تک گھروں میں لٹرین کا انتظام نہ تھا، اور عرب کی قدیم عادت کے مطابق ہم لوگ قضائے حاجت کیلئے میدان میں جایا کرتے تھے عورتیں عموماً رات کو جایا کرتی تھیں گھروں میں عام طور پر لٹرین بنانے سے نفرت کی جاتی تھی حسب عادت میں ام مسطح رضی اللہ عنہا بنت ابی رہم بن عبدالمطلب بن عبد مناف کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے چلی گئی۔ اس وقت میں بہت کمزور تھی۔ یہ ام مسطح رضی اللہ عنہا میرے والد رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ جب ہم واپس آنے لگے تو ام مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں چادر کے دامن میں الجھا، اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا (تَعِسَ مسطح) مسطح غارت ہو'' مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا ''تم نے بہت برا کلمہ بولا، توبہ کرو، تم اسے گالی دیتی ہو جس نے بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مسطح نے کہا'' بھولی بی بی! آپ رضی اللہ عنہا کو کیا معلوم؟ میں نے کہا: کیا بات ہے؟

انہوں نے فرمایا: وہ بھی اب ان لوگوں میں شامل ہے جو آپ رضی اللہ عنہا کو بدنام کرتے پھرتے

ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی۔ میں ان کے سر ہوگی کہ کم از کم مجھے سارا وقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ رنج وغم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ مارے صدمے کے میں تو بیمار ہوگئی۔ بیمار تو میں پہلے ہی تھی، اس خبر نے مجھے نڈھال کر دیا۔ جوں توں کر کے گھر پہنچی اب صرف یہ خیال تھا کہ میں اپنے میکے جا کر اور اچھی طرح معلوم تو کرلوں کہ کیا واقعی میری نسبت ایسی افواہ پھیلائی گئی ہے اور کیا کیا مشہور کیا جا رہا ہے..؟

اتنے میں حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور سلام کیا اور دریافت فرمایا کیا حال ہے؟

میں نے کہا اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو اپنے والد کے ہاں ہو آؤں..؟

رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی۔ میں یہاں آئی اپنی والدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اماں جان لوگوں میں میرے متعلق کیا باتیں پھیل رہی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: بیٹی یہ تو نہایت معمولی بات ہے۔ تم اپنا دل اتنا بھاری نہ کرو۔ کسی شخص کی اچھی بیوی جو اسے محبوب ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں، وہاں ایسی باتوں کا کھڑا ہونا لازمی امر ہے۔

میں نے کہا ''سبحان اللہ! کیا واقعی لوگ میری نسبت ایسی افواہیں اڑا رہے ہیں۔ اب تو رنج وغم نے مجھے اس قدر گھیرا کہ بیان سے باہر ہے۔ اس وقت رونا شروع ہوا واللہ ایک دم بھر کے لیے بھی میرے آنسو نہیں رکے۔ میں سر ڈال کر روتی رہی، کہاں کا کھانا پینا، کہاں کا سونا جاگنا اور کہاں کی بات چیت؟ بس رنج والم اور رونا ہے اور میں ہوں، ساری رات اسی حالت میں گزری کہ آنسو کی لڑی نہ تھمی۔ دن کو یہی حال رہا۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ وحی میں دیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی تھی، اس لیے ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا کہ آپ ﷺ مجھے الگ کر دیں یا کیا کریں..؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے صاف کہا: کہ

اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کی اہلیہ پر کوئی برائی نہیں جانتے۔ ہمارے دل تو ان کی محبت، عزت اور شرافت کی گواہی دینے کے لیے حاضر ہیں۔ ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو کوئی تنگی نہیں۔ عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں، اگر آپ ﷺ گھر کی خادمہ سے پوچھیں تو آپ ﷺ کو صحیح واقعہ معلوم ہوسکتا ہے۔

آپ ﷺ نے اسی وقت گھر کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور ان سے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بات شک وشبہ والی کبھی بھی دیکھی ہو تو بتلاؤ۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں نے ان سے کوئی بات کبھی اس قسم کی نہیں دیکھی۔ ہاں صرف یہ بات ہے کہ کم عمری کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی کبھی گوندھا ہوا آٹا یونہی رکھا رہتا ہے اور بی بی سو جاتی ہیں تو بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ اس کے سوا میں نے ان کا کوئی قصور کبھی نہیں دیکھا۔

چونکہ کوئی ثبوت اس واقعہ کا نہ ملا، اس لیے اسی دن رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور مجمعے سے مخاطب ہو کر فرمایا: کون ہے جو مجھے اس شخص کی ایذاؤں سے بچائے جس نے مجھے ایذائیں پہنچاتے پہنچاتے اب تو میری گھر والیوں کے بارے میں بھی مجھے ایذائیں پہنچانی شروع کر دیں۔ واللہ! جہاں تک میں جانتا ہوں مجھے اپنی گھر والیوں میں سوائے بھلائی کے کوئی چیز معلوم نہیں۔ جس شخص کا نام یہ لوگ لے رہے ہیں۔ میری دانست میں تو اس کے متعلق بھی سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں، وہ میرے ساتھ ہی گھر میں رہتا ہے۔

یہ سنتے ہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، فرمانے لگے، یا رسول اللہ ﷺ..! میں موجود ہوں، اگر وہ قبیلہ اوس کا شخص ہے تو ابھی ہم اس کی گردن تن سے جدا کر دیتے ہیں اور اگر وہ ہمارے قبیلہ میں سے ہے تو بھی جو آپ ﷺ حکم دیں ہمیں اس کی تعمیل میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، تھے تو بڑے نیک

بخت مگر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس وقت کی گفتگو سے انہیں اپنے قبیلہ کی حمیت آ گئی اور ان کی طرف داری کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے ''نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ تو اسکے قتل پر قادر ہے اگر وہ تیرے قبیلہ کا ہوتا تو پھر تو اس کا قتل کیا جانا کبھی پسند نہ کرتا۔

یہ سن کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے کہنے لگے، ''اے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تم جھوٹ کہتے ہو ہم اسے بھی ضرور مار ڈالیں گے، آپ منافق ہیں کہ منافقوں کی طرف داری کرر ہے ہیں، اب ان کی طرف سے ان کا قبیلہ اور ان کی طرف سے ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے اور قریب تھا کہ اوس وخزرج یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر انہیں سمجھانا اور چپ کرانا شروع کیا، یہاں تک کہ دونوں طرف خاموشی ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو رہے۔

یہ تو وہاں کا واقعہ ہے اور میرا حال یہ تھا کہ میں نے سارا دن بھی رونے ہی میں گزرا۔ میرے اس رونے نے میرے والدین کے بھی ہوش گم کر دیئے وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ میرا یہ رونا میرا کلیجہ پھاڑ دے گا۔ دونوں حیرت زدہ و مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور مجھے رونے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ انصار کی ایک عورت آئی وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم یونہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے۔ خدا کی قسم! جب سے یہ بہتان بازی شروع ہوئی تھی آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ مہینہ بھر گزر گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حالت تھی کوئی وحی بھی نہ آئی تھی کہ فیصلہ ہو سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھتے ہی اول تو تشہد پڑھا، پھر اما بعد پڑھ کر فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تیری نسبت مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو نے ایسا کیا ہے..؟ تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر۔ بندہ جب گناہ کر کے اپنے اقرار گناہ کے ساتھ خدا کی طرف جھکتا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ یہ

سنتے ہی میرا رونا دھونا سب جاتا رہا، آنسو تھم گئے یہاں تک کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ پاتی تھی ۔میں نے اول تو اپنے والد سے درخواست کی کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ رضی اللہ عنہ جواب دیں لیکن انہوں نے کہا واللہ! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟ اپنی والدہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو آپ جواب دیں لیکن انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں حضور ﷺ کو کیا جواب دوں؟

آخر میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا میری عمر کچھ ایسی بڑی تو نہ تھی مجھے زیادہ قرآن حفظ تو نہ تھا۔ میں نے کہا،'' آپ سب نے ایک بات سنی اور اسے اپنے دل میں بٹھالیا۔ گویا سچ سمجھ لیا اور اگر میں کہوں کہ میں اس سے بالکل بری ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانو گے۔ ہاں! اگر میں کسی امر کا اقرار کرلوں، حالانکہ خدا تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں تو تم ابھی مان لو گے۔

((مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ علیہ السلام (اَبُوْ يُوْسُفَ علیہ السلام)))

میری اور تمہاری مثال تو بالکل حضرت یعقوب علیہ السلام (ابو یوسف علیہ السلام) کا یہ قول ہے۔

((فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ))

''پس صبر ہی اچھا ہے جس میں شکایت کا نام ہی نہ ہو، اور تم جو باتیں بناتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ ہی میری مدد کرے''

اسکے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری طرف جا کر لیٹ گئی اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ پھر جب آپ ﷺ سے وحی کی کفیت ختم ہوئی تو:

((وَهُوَ يَضْحَكُ))

آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور آپ ﷺ نے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ نے تمہیں بری کر دیا ہے۔ اس پر خوشی سے ان کی ماں بولی۔

''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! حضور ﷺ کی جانب اٹھو اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو''

انہوں نے اپنے دامن کی برأت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اعتماد کے سبب قدرے ناز کے انداز میں کہا:

((وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّيْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))

''واللہ! میں تو ان کی جانب نہ اٹھوں گی اور صرف اللہ کی حمد و ثنا کروں گی'' ❶

اس موقعہ پر سورۃ نور کی (۱۰) دس آیات نازل ہوئی ہیں۔ [سورة النور (۲٤/۱۰ تا ۲۰)]

اعضاء کی ساخت نمایاں کرنے والی عورتوں کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا))

''جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (ظالم حکمران) دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر، مونڈھوں اور کولھوں کو ہلا ہلا کر چلیں گی۔ ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی مسافت سے پائی جائے گی'' ❷

تفہیم الحدیث:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

❶[بخاری ،المغازی ،باب حدیث الافك (٤١٤١)]

❷[صحیح مسلم ،اللباس والزینة ،باب النساء الکاسیات......(٢١٢٨)واحمد(٨٦٧٣)وابن حبان (٧٤٦١) والبیهقی (٢/٢٣٤)]

''رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک (کاسیات عاریات) کی ایک تعبیر یہ بتلائی گئی ہے کہ غیر ساتر لباس پہنے ہوں گی بظاہر وہ لباس پہنے ہوں گی لیکن حقیقتاً ننگی ہوں گی۔ مثال کے طور پر وہ خواتین جو ایسا باریک لباس استعمال کرتی ہیں جس سے ان کی جلد جھلکتی ہے یا ایسا تنگ لباس پہنتی ہیں جو ان کی ساخت اور جوڑ جوڑ یعنی پچھلا حصہ، بازوؤں وغیرہ کو ظاہر کرتا ہے، حالانکہ عورت کا لباس ایسا موٹا اور کشادہ ہونا چاہیے جو اس کیلئے (مکمل طور پر) ساتر (ڈھانپنے والا) ہو، اس کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو اور نہ ہی، اس کے اعضاء کی ساخت نمایاں ہو (ورنہ جنت اور جنت کی خوشبو سے محروم ہو جائے گی)''❶

خوشبو لگا کر نکلنے والی عورتوں کی مثال

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَیُّمَا امْرَاءَ ۃٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا مِنْ رِیْحِھَا فَھِیَ زَانِیَۃٌ))

''جس عورت نے خوشبو لگائی اور پھر وہ کسی قوم کے پاس سے گزری تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ خاتون ہے''❷

مومن مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُومِنُ لِلْمُومِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ))

''اہل ایمان ایک دوسرے کے لیے عمارت کی طرح ہیں، عمارت کے بعض حصے

---

❶[مجموع الفتاوی لابن تیمیہؒ (۱۴۶/۲۲)]

❷[سنن نسائی، الزانیة، باب ما یکرہ النساء من الطیب(۵۱۳۳)وترمذی، اللباس ،باب ماجاء فی کراھیة خراج المراة مقطرة(۲۷۸۶)]

دوسرے حصے کو مضبوط بناتے ہیں پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست فرمادیں۔" ❶

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ لَایَخُوْنُهُ وَلَایَكْذِبُهُ وَلَایَخْذُلُهُ ،كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ ،اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا ،بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمِ))

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس کی خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے (نہ اسے جھوٹا قرار دیتا ہے) نہ اسے بے سہارا چھوڑتا ہے۔ ایک مسلمان کی عزت ،اس کا مال اور اس کا خون، دوسرے مسلمان پر حرام ہے تقویٰ یہاں دل میں ہے۔ کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے۔" ❷

تفہیم الحدیث:

۱۔ اہل ایمان ایک دوسرے کے مددگار اور معاون ہیں۔

۲۔ مسلمان پر اپنے مسلمان بھائی کی عزت اور مال و منال کا تحفظ کرنا فرض ہے۔

مسلمان باہم مددگار اور معاون

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُوْ الْمُسْلِمِ لَايَظْلِمُهُ وَلَايَسْلِمُهُ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ

❶ [صحیح بخاری (٦٠٢٦) و صحیح مسلم (٢٥٨٥)]

❷ [صحیح مسلم (٢٥٦٤) و سنن ترمذی (١٩٢٧)]

كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر زیادتی کرتا ہے، نہ اسے (بے یار و مددگار چھوڑ کر دشمن کے) سپرد کرتا ہے جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان سے کوئی پریشانی دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی (بڑی) پریشانی دور فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔'' ❶

احد پہاڑ کی مثل

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میں کچھ جھگڑا ہوا تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان کو برا بھلا کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوْا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَوْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ))

''مت برا کہو میرے اصحاب میں سے کسی کو اس لیے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے مد یا آدھے مد کے برابر نہیں ہو سکتا'' ❷

تفہیم الحدیث:

یہ فضیلت ان صحابہ کو حاصل ہے جو قدیم الاسلام تھے اور سابقین اور اولین میں سے تھے ان اصحاب پر جو متأخرین تھے کیونکہ آپ نے یہ خطاب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اور دونوں صحابی ہیں لیکن عبد الرحمٰن بن عوف سابقین اولین میں

❶ [صحيح بخاری (٢٤٤٢) وصحيح مسلم (٢٥٨٠)]

❷ [صحيح بخاری (٣٦٧٣) ومسلم (٦٤٨)]

سے ہیں اور خالد بن الولید فتح مکہ کے قریب اسلام لائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید آیت (۱۰) میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے حامل ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ کا ان سب سے ہے جب اتنا فرق ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے ایک کے قدیم الاسلام اور دوسرے کے تأخرالاسلام ہونے کی وجہ سے، پھر آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ عام امتی اور صحابہ کرام کا درجات و مراتب میں کتنا فرق ہوگا۔

صحابہ کو برا کہنا سخت حرام ہے گو وہ صحابہ ہوں جو لڑائی میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں شریک تھے، اس لیے کہ وہ مجتہد تھے اس لڑائی کے بارہ میں اور مجتہد کی خطا معاف ہے اور صحابہ کو برا کہنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور کوئی ولی یا بزرگ یا پیر ادنیٰ صحابی کے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔

نیز سیدنا ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ ہم نے کہا: اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنے تک انتظار کریں (تو بہتر) ہے۔ پس ہم نے انتظار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور کہا:

تم یہیں (بیٹھے) ہو؟ ہم نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے اچھا کیا۔ پھر آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ آپ آسمان کی طرف اکثر سر اٹھاتے تھے۔ فرمایا: آسمان والوں کے لیے ستارے امن ہیں جب ستارے چلے جائیں گے، یعنی ختم ہو جائیں گے تو آسمان والوں پر وہ آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میں اپنے صحابہ کا امن ہوں۔ میں جب چلا گیا تو میرے صحابہ پر وہ آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابی میری امت کا امن ہیں۔ جب میرے صحابہ فوت ہو جائیں گے تو امت پر وہ آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے (فتنے رونما ہو جائیں گے) ❶

---

❶ [صحیح مسلم (۲۵۳۱) من حدیث الحسین بن علی بہ *السنة للبغوی (۳۸۶۱)]

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران مثل سائبان

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

((اقْرَؤُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَؤُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ))

"' زہراوین' کی تلاوت کرو اور وہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہیں (روز قیامت یہ اپنے پڑھنے والے کے پاس روشنی کی شکل میں) ان کے آگے آگے ہوں گی گویا وہ دو بادل ہیں یا سیاہ رنگ کے دو سائبان ہیں جن سے روشنی چمکتی ہے یا صف بستہ پرندوں کی دو قطاریں ہیں (سایہ کئے ہوئے) اپنے پڑھنے (یا یاد کرنے) والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی سورۃ بقرہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کو لینا (حفظ کرنا) باعث برکت ہے اور اسے چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر لوگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔" ❶

اے اللہ! میرا اخلاق مثل خلق کر دے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي))

"اے اللہ! جیسے تو نے میری تخلیق خوب اچھی بنائی ہے، اسی طرح میرا اخلاق بھی اچھا بنا دے"۔ ❷

ایمان اور نفاق کی مثال

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ [بخاری، فضائل القرآن، باب فضل قرآة القرآن وسورة البقره (٨٠٤) وابن حبان (١١٦) وصحيح الجامع الصغير (١١٧٦)]

❷ صحيح الجامع الصغير (١٣٧) واحمد (١/ ٣٠٤)

دل چار قسم کے ہیں ایک تو صاف دل جو روشن چراغ کی طرح چمک رہا ہو، دوسرے وہ دل جو غلاف آلود ہیں، تیسرے وہ دل جو الٹے ہیں، چوتھے وہ دل جو مخلوط ہیں پہلا دل مومن کا ہے جو پوری طرح نورانی ہے، دوسرا کافر کا دل ہے جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں، تیسرا دل خالص منافقوں کا ہے جو جانتا ہے اور انکار کرتا ہے، چوتھا دل اس منافق کا ہے جس میں ایمان و نفاق دونوں جمع ہیں۔

ایمان کی مثال اس سبزے کی طرح ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھ رہا ہو اور نفاق کی مثال اس پھوڑے کی طرح ہے جس میں پیپ اور خون بڑھتا ہی جاتا ہو اب جو مادہ بڑھ جائے وہ دوسرے پر غالب آ جاتا ہے۔ ❶

میرے علم کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَرَعَوْا وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ))

”اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ زمین پر مینہ برسا، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر

❶ مسند أحمد(۳/ ۱۷) والطبرانی صغیر (۱۰۷۵) کی روایت میں لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے اور ابو البختری راوی کثیر الارسال والتدلیس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔

جذب کرلیا اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا کہ وہ پانی کو روک لیتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتے ہیں ۔ لوگ اس میں سے پیتے ہیں، اپنے جانوروں کو پلاتے ہیں اور گھاس چراتے ہیں اور وہ بارش ہوتی ہے زمین کے کچھ حصہ پر جو چٹیل میدان ہوتا ہے کہ وہ پانی کو نہیں روکتا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوتی ہے تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور جو دین اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچایا چنانچہ اس نے خود بھی دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور دوسری مثال ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اس طرف سر بھی نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو جسے مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس کو قبول نہیں کیا۔'' [1]

دین کی مثال

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمَهُ فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَى مُهْلَتِهِمْ وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ))

''میرے اس دین کی مثال جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے اس آدمی کی طرح ہے کہ جو اپنی قوم سے آ کر کہے''اے میری قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے دشمن کا ایک لشکر دیکھا ہے اور میں تم کو واضح طور پر ڈراتا ہوں تو تم اپنے آپ کو دشمن سے بچاؤ اور اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی اطاعت کر لی اور شام

[1] مسلم، الفضائل، باب بیان مثل مابعث النبی من الهدی والعلم(۵۹۵۳)

ہوتے ہی اس مہلت کی بناء پر بھاگ گئی اور ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور وہ صبح تک اسی جگہ پر رہے تو صبح ہوتے ہی دشمن کے لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ ہلاک ہو گئے اور ان کو جڑ سے اکھیڑ دیا یہی مثال ہے جو میری اطاعت کرتا ہے اور میں جو دین حق لے کر آیا ہوں اس کی اتباع کرتا ہے اور مثال ان لوگوں کی جو میری نافرمانی کرتے ہیں اور جو دین حق لے کر آیا ہوں اسے جھٹلاتے ہیں۔'' ❶

میں (محمد ﷺ) کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا قَالَ فَذَلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُونِي تَقَحَّمُونَ فِيهَا))

''میری مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی ہو تو جب اس نے آگ سے اپنے اردگرد کو روشن کیا تو اس میں کیڑے مکوڑے اور وہ جانور جو اس میں گرتے ہیں وہ گرنے لگے وہ ان کو روکے مگر وہ نہ رکیں اور اس میں گرتے رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں دوزخ میں گرنے سے روکتا ہوں اور میں تمہیں کہتا ہوں کہ دوزخ کے پاس سے چلے آؤ دوزخ کے پاس سے چلے آؤ لیکن تم نہیں مانتے اور اس میں گرتے چلے جا رہے ہو۔'' ❷

میری مثال اور تمہاری مثال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ مسلم، الفضائل، باب شفقته على أمته ومبالغته فى تحذيرهم مما يضرهم (٥٩٥٤) و بخاری (٧٢٨٣، ٦٤٨٢)

❷ مسلم، الفضائل، باب شفقته على أمته ومبالغته فى تحذيرهم مما يضرهم (٥٩٥٧)

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهِ فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهِ))

''میری مثال اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی تو اس میں ٹڈی اور پتنگے گرنے لگیں اور وہ آدمی ان کو روکے اور میں بھی دوزخ کی آگ سے تمہاری کمروں کو تھامے ہوئے ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلتے چلے جا رہے ہو۔'' ❶

میری مثال اور ان تمام انبیاء کرام کی مثال (۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو القاسم نے فرمایا:

((مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بُنْيَانًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ فَجَعَلَ النَّاسُ يُطِيفُونَ بِهِ يَقُولُونَ مَا رَأَيْنَا بُنْيَانًا أَحْسَنَ مِنْ هَذَا إِلَّا هَذِهِ اللَّبِنَةَ، فَكُنْتُ أَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ))

''میری مثال اور ان تمام انبیاء کرام کی مثال جو مجھ سے پہلے آ چکے ہیں ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کو اچھا خوبصورت اور مکمل طور پر بنایا لیکن اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی لوگ اس مکان کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور اسے دیکھتے ہیں اور وہ مکان ان کو اچھا لگتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اگر اس جگہ ایک اینٹ رکھ دی جاتی تو تمہارا مکان مکمل ہو جاتا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں۔'' ❷

میری مثال اور تمام انبیاء کرام کی مثال (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ مسلم، الفضائل، باب شفقته على أمته ومبالغته في تحذيرهم مما يضرهم (۵۹۵۸)

❷ مسلم، الفضائل، باب ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين (۵۹٦۰)

''میری مثال اور ان تمام انبیاء کرام کی مثال جو مجھ سے پہلے آ چکے ہیں اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے مکان بنایا اور بہت اچھا اور خوبصورت بنایا لیکن مکان کے ایک کونے میں سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی لوگ اس کے مکان کے چاروں طرف گھومے وہ مکان ان کو بڑا اچھا لگا اور وہ مکان بنانے والے سے کہنے لگے کہ آپ نے اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی آپ ﷺ نے فرمایا وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' ❶

نبی ﷺ اور دوسرے انبیاء کی مثال (۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری مثال اور دوسرے تمام انبیاء کرام کی مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے ایک گھر بنایا اور اسے پورا اور کامل بنایا سوائے ایک اینٹ کی جگہ کے کہ وہ خالی رہ گئی لوگ اس گھر کے اندر داخل ہو کر اسے دیکھنے لگے اور وہ گھر ان کو پسند آنے لگا وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ہی اس اینٹ کی جگہ آیا ہوں اور میں نے انبیائے کرام کی آمد کا سلسلہ ختم کر دیا ہے۔'' ❷

حوض کے پیالوں کی مثال

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ وَمَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ الْوَرِقِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَا يَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَدًا))

---

❶ مسلم، الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین (٥٩٦١)

❷ مسلم، الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین (٥٩٦٣) و بخاری (٣٥٣٤) والترمذی (٢٨٦٤)

''میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے اور اس کے سارے کونے برابر ہیں اور اس حوض کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر ہے اور اس کے کوزے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں تو جو آدمی میرے اس حوض سے پئے گا پھر اس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔'' ❶

تم بھی پہلوں کی مثل ہلاک ہو جاؤ گے

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد پر نماز پڑھی پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے جیسا کہ کوئی زندوں اور مردوں کو رخصت کر رہا ہو آپ نے فرمایا:

''میں حوض کوثر پر تمہارا پیش خیمہ ہوں گا اور حوض کوثر کی چوڑائی اتنی ہے جتنا کہ ایلہ کے مقام سے جحفہ کے مقام تک فاصلہ ہے مجھے تم سے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے لیکن مجھے تم سے اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے لالچ میں آپس میں حسد کرنے لگ جاؤ گے اور آپس میں خون ریزی کرنے لگ جاؤ گے جس کے نتیجہ میں تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوئے (حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آخری مرتبہ منبر پر دیکھا تھا۔)'' ❷

حوض کوثر کی چوڑائی کی مثال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے سامنے حوض ہے جتنا کہ مقام جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے اور اس حوض میں آسمان کے ستاروں کی طرح کوزے ہیں جو آدمی اس حوض پر آئے گا اور

---

❶ مسلم، الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته (٥٩٧١) و بخاری (٦٥٧٩، ٦٥٩٣، ٧٠٤٨)

❷ مسلم، الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته (٥٩٧٧)

اس میں سے پئے گا تو اس کے بعد وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔“ ❶

حوض کے برتن آسمان کے ستاروں کی مثل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے برتن کیسے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لآنِیَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا أَلاَ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِيَةِ آنِيَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ يَشْخُبُ فِيهِ مِيزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ))

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اس حوض کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہیں اور اس رات کے تارے جو رات اندھیری ہو اور جس میں بدلی ہو یہ جنت کے برتن ہیں جو اس برتن سے پئے گا وہ پھر کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا اس حوض میں جنت کے دو نالے بہتے ہیں جو اس سے پئے گا وہ پیاسا نہیں ہوگا اس حوض کی چوڑائی اور لمبائی دونوں برابر ہیں جتنا کہ مقام عمان اور مقام ایلہ کے درمیان فاصلہ ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔“ ❷

ہواؤں کی مثل سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

❶ مسلم، الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته (۵۹۸۸)

❷ مسلم، الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته (۵۹۸۹) والترمذی (۲٤٤۵)

((أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ))

''رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں میں سے مال کے عطا کرنے میں سخی تھے اور تمام اوقات سے زیادہ رمضان کے مہینے میں آپ ﷺ کی سخاوت ہوتی تھی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان کے اختتام تک آپ سے ملاقات کرتے تھے رسول اللہ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن مجید سناتے تھے اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ صل ﷺ چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔'' ❶

مجھ پر وحی کبھی تو گھنٹی کی جھنکار کی مثل طرح آتی ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: حارث بن ہشام نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کیسے آتی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَحْيَانًا يَأْتِينِي فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ ثُمَّ يَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُهُ وَأَحْيَانًا مَلَكٌ فِي مِثْلِ صُورَةِ الرَّجُلِ فَأَعِي مَا يَقُولُ))

''مجھ پر وحی کبھی تو گھنٹی کی جھنکار کی طرح آتی ہے اور وہ کیفیت مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے پھر وہ کیفیت موقوف ہو جاتی ہے اور میں اس وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی تو ایک فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔'' ❷

❶ مسلم، الفضائل، بلب کان النبی ﷺ أجود الناس بالخیر من الریح المرسلة(٦٠٠٩) و بخاری (٦، ١٩٠٢، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧) والنسائی(٢٠٩٤)

❷ مسلم، الفضائل، باب عرق النبی ﷺ فی البرد وحین یأتیه الوحی(٦٠٥٩) و الترمذی (٣٦٣٤) و النسائی (٩٣٤)

چہرے اور ختم نبوت کی مثال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک کا اگلا حصہ سفید ہوگیا تھا اور جب آپ ﷺ تیل لگاتے تو سفیدی ظاہر نہ ہوتی اور جب آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال پراگندہ ہوتے تو سفیدی ظاہر ہوجاتی اور آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال بہت گھنے تھے ایک آدمی کہنے لگا کہ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس تلوار کی طرح ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس سورج اور چاند کی طرح گولائی مائل تھا اور میں نے مہر نبوت آپ کے کندھے مبارک کے پاس دیکھی۔

((كَأَنَّهُ بَيْضَةُ حَمَامٍ))

''جس طرح کہ کبوتری کا انڈہ اور اس کا رنگ آپ کے جسم مبارک کے مشابہ تھا۔'' ❶

مہر نبوت کی مثال

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتِمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ))

''میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کرنے لگیں اے اللہ کے رسول! میرا یہ بھانجا بیمار ہے تو آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر میں آپ ﷺ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے

---

❶ مسلم، الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة وصفته ومحله من جسده ﷺ (٦٠٨٤)

آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جو کہ مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی۔'' ❶

اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تیری اور میری مثال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

گیارہ عورتیں آپس میں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوندوں کا پورا پورا صحیح صحیح حال بیان کریں کوئی بات نہ چھپائیں۔

((قَالَتِ الْأُولَى زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٌّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَلُ))

''ان میں سے پہلی عورت نے کہا کہ: میرا خاوند ناکارہ پتلے دبلے اونٹ کی طرح ہے اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پہ رکھا ہوا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ آسان ہو کہ جس کی وجہ سے اس پر چڑھنا ممکن ہو اور نہ ہی وہ گوشت ایسا ہو کہ بڑی دقت اٹھا کر اسے اتارنے کی کوشش کی جائے۔''

((قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ))

''دوسری عورت نے کہا کہ: میں اپنے خاوند کی کیا خبر بیان کروں مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں اس کے عیب ذکر کرنا شروع کر دوں تو کسی عیب کا ذکر نہ چھوڑوں اور اگر ذکر کروں تو اس کے ظاہری اور باطنی سارے عیب ذکر کر ڈالوں۔''

((قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ))

''تیسری عورت کہنے لگی کہ: میرا خاوند لم ڈھینگ اگر میں کسی بات میں بول پڑوں تو

---

❶ مسلم، الفضائل، باب اثبات خاتم النبوة وصفته ومحله من جسده ﷺ (٦٠٨٧) و بخاری (١٩٠، ٣٥٤٠، ٥٦٧٠، ٦٣٥٢) و الترمذی (٣٦٤٣)

مجھے طلاق ہو جائے اور اگر خاموش رہوں تو لٹکی رہوں۔“

((قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لاَ حَرٌّ وَلاَ قُرٌّ وَلاَ مَخَافَةَ وَلاَ سَآمَةَ))

”چوتھی عورت نے کہا کہ: میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے نہ گرم نہ سرد نہ اس سے کسی قسم کا ڈر اور رنج۔“

((قَالَتِ الْخَامِسَةُ زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ وَلاَ يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ))

”پانچویں عورت نے کہا کہ: میرا خاوند جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو وہ چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر نکلتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور گھر میں جو کچھ ہوتا ہے اور اس بارے میں پوچھ گچھ نہیں کرتا“۔

((قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلاَ يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ)))

”چھٹی عورت نے کہا کہ: میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب ہڑپ کر جاتا ہے اور اگر پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے اور جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لیٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تاکہ میری پراگندی کا علم ہو۔“

((قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِي غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ))

”ساتویں عورت نے کہا کہ: میرا خاوند ہمبستری سے عاجز نامرد اور اس قدر بے وقوف ہے کہ وہ بات بھی نہیں کر سکتا دنیا کی ہر بیماری اس میں ہے اور سخت مزاج ایسا کہ میرا سر پھوڑ دے یا میرا جسم زخمی کر دے یا دونوں کر ڈالے۔“

((قَالَتِ الثَّامِنَةُ زَوْجِي الرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ وَالْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ))

''آٹھویں عورت کہنے لگی کہ: میرا خاوند خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہے اور چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے۔''

((قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ طَوِيلُ النِّجَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِي))

''نویں عورت نے کہا کہ: میرا خاوند بلند شان والا دراز قد والا بڑا ہی مہمان نواز اس کا گھر مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے۔''

((قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكِ لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيلاَتُ الْمَسَارِحِ إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ))

''دسویں عورت کہنے لگی کہ: میرا خاوند مالک ہے اور میں مالک کی کیا شان بیان کروں کہ اس کے اونٹ اس قدر زیادہ ہیں جو مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں۔ چراگاہ میں کم ہی چرتے ہیں وہ اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

((قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ فَمَا أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشَقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلاَ أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ مَضْجِعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ

أَبِي زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ لاَ تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلاَ تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلاَ تَمْلأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلاً سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَأَخَذَ خَطِّيًّا وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا قَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي أَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِي مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ))

''گیارہویں عورت کہنے لگی کہ: میرا خاوند ابوزرع ہے میں ابوزرع کی کیا شان بیان کروں کہ زیوروں سے اس نے میرے کان جھکا دئے اور چربی سے میرے بازو بھر دیئے اور مجھے ایسا خوش رکھتا ہے کہ خود پسندی میں میں اپنے آپ کو بھولنے لگی مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانے میں پایا تھا کہ جو بڑی مشکل سے بکریوں پر گزر راوقات کرتے تھے اور پھر مجھے اپنے خوشحال گھرانے میں لے آیا کہ جہاں گھوڑے اونٹ کھیتی باڑی کے بیل اور کسان موجود تھے اور وہ مجھے کسی بات پر نہیں ڈانٹتا تھا۔ میں دن چڑھے تک سوتی رہتی اور کوئی مجھے جگا نہیں سکتا تھا اور کھانے پینے میں اس قدر فراخی کہ میں خوب سیر ہو کر چھوڑ دیتی۔ ابوزرع کی ماں بھلا اس کی کیا تعریف کرے اس کے بڑے بڑے برتن ہر وقت بھرے کے بھرے رہتے ہیں۔ اس کا گھر بڑا کشادہ ہے اور ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کے کیا کہنے کہ وہ بھی ایسا دبلا پتلا چھریرے جسم والا کہ اس کے شانے کا حصہ نرم نازک شاخ یا تلوار کی طرح باریک بکری کے بچے کی ایک دست سے

اس کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی۔ ابوزرع کی بیٹی کہ اس کی کیا کہنے کہ وہ اپنی ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی۔ ابوزرع کی باندی کا بھی کیا کمال بیان کروں کہ گھر کی بات وہ کبھی باہر جا کر نہیں کہتی تھی۔ کھانے کی چیز میں بغیر اجازت کے خرچ نہیں کرتی تھی۔ اور گھر میں کوڑا کرکٹ جمع نہیں ہونے دیتی تھی بلکہ گھر صاف ستھرا رکھتی تھی ایک دن صبح جبکہ دودھ کے برتن بلوائے جا رہے تھے ابوزرع گھر سے نکلے راستے میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے کی طرح دو بچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے پس وہ عورت اسے کچھ ایسی پسند آ گئی کہ اس نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا پھر میں نے بھی ایک شریف سردار سے نکاح کر لیا جو کہ شہسوار ہے اور سپہ سالار ہے اس نے مجھے بہت سی نعمتوں سے نوازا اور ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا اس نے مجھے دیا اور یہ بھی اس نے کہا کہ اے ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکے میں بھی جو کچھ چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو اکٹھا کر لوں تو پھر بھی وہ ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''میں بھی تیرے لئے اسی طرح سے ہوں جس طرح کہ ابوزرع ام زرع کے لئے ہے۔'' [1]

سدرۃ المنتہیٰ کے پھلوں کی مثال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے شب اسراء (معراج) کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں اور (کبھی حطیم کی جگہ حجر) کہا، لیٹا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا

---

[1] مسلم، الفضائل، باب ذکر حدیث أم زرع (٦٣٠٥) وبخاري (٥١٨٩)

پس اس نے (میرا سینہ) یہاں سے وہاں تک چاک کر ڈالا (راوی کہتا ہے کہ میں نے جارود سے جو میرے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے پوچھا یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا حلقوم سے زیر ناف تک) تو اس نے میرا قلب نکالا پھر ایمان سے لبریز سونے کا ایک طشت میرے پاس لایا گیا پس میرا دل دھویا دیا پھر (وہیں) رکھ دیا گیا پھر میرے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک سفید جانور لایا گیا (جارود نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا) کہ اے ابوحمزہ وہ براق تھا؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں!) وہ اپنے منتہائے نظر پر اپنا قدم رکھتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس پر سوار کر دیا گیا اور وہ مجھے لے کر اڑا حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آیا اس کا دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' پوچھا کیا، انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ''ہاں!'' کہا گیا ''خوش آمدید!'' کتنی بہترین تشریف آوری ہے'' پھر دروازہ کھول دیا۔ جب اندر پہنچا تو وہاں حضرت آدم کو دیکھا۔ جبریل نے کہا ''یہ آپ کے والد آدم ہیں، انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا ''اے نبی صالح اور پسر صالح خوش آمدید! پھر جبریل اوپر کو چلے حتیٰ کہ دوسرے آسمان آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا ''کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' پوچھا کیا نہیں بلایا گیا ہے۔؟ کہا ''ہاں! کہا گیا۔'' ''خوش آمدید! آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے پس دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر پہنچا تو وہاں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید پھر جبریل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے۔؟ کہا جبریل علیہ السلام پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی اچھی ہے اور

دروازہ کھول دیا جب میں اندر جا پہنچا تو وہاں یوسف علیہ السلام کو دیکھا جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں، انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا اے برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید! پھر جبریل مجھے اوپر لے کر چڑھے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا خوش آمدید، کتنی اچھی تشریف آوری ہے آپ کی پھر دروازہ کھول دیا جب میں اندر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس پہنچا تو جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں، انہیں سلام کیجئے! میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا ''اے برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید! پھر وہ مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں کہا گیا خوش آمدید! آپ کی تشریف آوری کتنی اچھی ہے۔'' جب میں اندر پہنچا تو حضرت ہارون علیہ السلام ملے جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا خوش آمدید! برادر صالح اور نبی صالح پھر جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا ''جبریل پوچھا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا ''محمد'' پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! کہا گیا ''خوش آمدید'' آپ کا تشریف لانا کتنا مسرت بخش ہے۔'' جب میں اندر پہنچا تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ملا جبریل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا خوش آمدید برادر صالح اور نبی صالح!'' جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟'' کہنے لگے اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے بعد ایک نوجوان کو (نبی بنا کر) بھیجا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔'' پھر جبریل مجھے ساتویں آسمان پر لے کر گئے اور

انہوں نے دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا ”کون ہے؟ کہا محمد ﷺ پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں کہا گیا خوش آمدید آپ کی تشریف آوری کتنی بہترین ہے جب میں اندر پہنچا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ملے جبریل نے کہا یہ آپ کے والد ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دے کر کہا پسر صالح اور نبی صالح خوش آمدید! پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو ظاہر کیا گیا تو اس کے پھل (مقام) ہجر کے مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح (بڑے) تھے اور میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر میں نے کہا) جبریل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا دو پوشیدہ نہریں تو جنت کی ہیں اور دو ظاہر نہریں تو نیل وفرات ہیں۔“ پھر میرے سامنے بیت معمور پیش کیا گیا۔ پھر مجھے شراب دودھ اور شراب کا ایک ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا یہی فطرت ہے جس پر آپ ہیں اور اسی پر آپ کی امت رہے گی۔“ پھر میرے اوپر یومیہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں میں واپس ہوا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے دریافت کیا ”آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا یومیہ پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت یومیہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکتی۔ بخدا میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے (پہلے پانچ پھر دوسری مرتبہ اور پانچ یعنی کل (دس نمازیں معاف فرما دیں پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے ویسا ہی کہا پھر میں واپس گیا اور اللہ تعالیٰ نے (دو مرتبہ میں) دس نمازیں پھر معاف فرما دیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا اور اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ میں دس نمازیں معاف فرما دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا میں پھر واپس گیا تو پانچ نمازیں پھر معاف ہوئیں اور مجھے یومیہ دس نمازوں کا حکم ہوا۔ پھر

واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کہا میں پھر واپس گیا تو (پانچ نمازیں پھر معاف ہوئی حتیٰ کہ اب) مجھے یومیہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا یومیہ پانچ نمازوں کا انہوں نے کہا آپ کی امت یومیہ پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتی اور میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرلیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے لہذا واپس جا کر اپنے رب سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اتنی (زیادہ) درخواست کی کہ اب مجھے (مزید درخواست سے) شرم آتی ہے، لہٰذا اب میں راضی ہوں اور تسلیم کرتا ہوں جب میں آگے بڑا تو ایک منادی نے آواز دی کہ میں نے اپنا فریضہ جاری کردیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۔ [1]

پانچ مثل پچاس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک شب میرے گھر کی چھت پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا، پھر جبرائیل اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینہ میں ڈال دیا، پھر سینہ کو بند کردیا، اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے، جب میں دنیا کے آسمان پر پہنچا، تو جبرائیل نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دے، اس نے کہا کون ہے؟ وہ بولے جبرائیل ہے، پھر اس نے کہا، کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے؟ جبرائیل نے کہا'' ہاں میرے ہمراہ محمد ہیں، اس نے کہا وہ بلائے گئے

[1] صحیح بخاری، مباقب الأنصار، ،باب المعراج (۳۸۸۷) ومسلم (٤١٦) والنسائی (٤٤٨)

تھے؟ جبریل نے کہاہاں! جب دروازہ کھول دیا گیا، تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چڑھے، یکا یک ایک ایسے شخص پر نظر پڑی، جو بیٹھا ہوا تھا، اس کی داہنی جانب کچھ لوگ تھے، اور اس کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے، جب وہ اپنے داہنی جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو رو دیتے، انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا کہ مرحبا یا نبی الصالح والابن الصالح'' میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم ہیں، اور یہ لوگ ان کے دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں جانب جنت والے ہیں اور بائیں جانب دوزخ والے، اسی لئے جب وہ اپنی داہنی جانب نظر کرتے ہیں، تو ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں، تو رونے لگتے ہیں، یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے، اور اس کے داروغہ سے کہا کہ (دروازے) کھول دے، تو ان سے داروغہ نے اسی قسم کی گفتگو کی، جیسے پہلے نے کی تھی، پھر (دروازہ) کھول دیا گیا، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم (علیہم السلام) سے ملاقات کی، اور یہ نہیں بیان کیا کہ ان کے مدارج کس طرح ہیں، سوا اس کے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آدم کو آسمان دنیا میں، اور ابراہیم سے چھٹے آسمان میں پایا، انس کہتے ہیں'' پھر جب جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو انہوں نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ (آپ فرماتے ہیں) میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا'' یہ ادریس ہیں۔ پھر موسیٰ کے پاس سے گزرا، تو انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ'' میں نے (جبریل علیہ السلام سے) پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں عیسیٰ کے پاس سے گذرا تو انہوں نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ

الصَّالِحِ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ عیسیٰ ہیں، پھر میں ابراہیم کے پاس سے گذرا تو انہوں نے کہا مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا، یہ ابراہیم ہیں، ابن شہاب کہتے ہیں مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوحبہ انصاری کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر مجھے چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند مقام میں پہنچا، جہاں (فرشتوں کے) قلموں کی کشش کی آواز میں نے سنی۔"

ابن حزم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"پھر اللہ تعالی نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں یہ فریضہ لے کر لوٹا، تو موسیٰ پر گذرا، موسیٰ نے کہا کہ اللہ نے آپ کے لئے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا کہ پچاس نمازیں فرض کی ہیں، انہوں نے (یہ سن کر) کہا کہ اپنے اللہ کے پاس لوٹ جائیں، اس لئے کہ آپ کی امت (اس قدر عبادت کی) طاقت نہیں رکھتی، تب میں لوٹ گیا، تو اللہ نے اس کا ایک حصہ معاف کر دیا، پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر کہا کہ اپنے پروردگار سے رجوع کیجئے، کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، پھر میں نے رجوع کیا تو اللہ نے ایک حصہ اس کا (اور) معاف کر دیا، پھر میں ان کے پاس لوٹ کر آیا اور بیان کیا تو وہ بولے کہ آپ اپنے پروردگار کے پاس لوٹ جائیں، کیونکہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ پھر میں نے اللہ سے رجوع کیا تو اللہ نے فرمایا کہ اچھا (اب) یہ پانچ (رکھی) جاتی ہیں اور یہ (درحقیقت باعتبار ثواب کے) پچاس ہیں، میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی، پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا، انہوں نے کہا پھر اپنے پرودگار سے رجوع کیجئے، میں نے کہا (اب) مجھے اپنے پروردگار سے بار بار کہتے

ہوئے شرم آتی ہے، پھر مجھے روانہ کیا گیا، یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتھی پہنچایا گیا اور اس پر بہت سے رنگ چھا رہے تھے، میں نے سمجھا کہ یہ کیا ہیں؟ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا (تو کیا دیکھتا ہوں) کہ اس میں موتی کی لڑیاں ہیں اور ان کی مٹی مشک ہے۔'' ❶

جیسے گھنگریالے بالوں والے ہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا اور قریش مجھ سے میرے معراج پر جانے کے بارے میں سوال کرر ہے تھے تو قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی چند ایسی چیزوں کے بارے میں پوچھا جن کو میں دوسری اہم چیزوں میں مشغولیت کے باعث محفوظ نہ رکھ سکا تھا، مجھے اس کا اتنا زیادہ افسوس ہوا کہ اتنا اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے درمیان پردے اٹھا کر اسے میرے سامنے کر دیا میں نے اسے دیکھ کر جس کے بارے میں سوال کرتے وہ انہیں بتلا دیتا اور میں نے اپنے آپ کو انبیاء علیہ السلام کی ایک جماعت میں دیکھا۔

((فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّي فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ،فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ))

''اور حضرت موسیٰ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا گویا کہ وہ گٹھے ہوئے جسم اور

---

❶ صحیح بخاری، الصلاۃ، باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء (۳٤۹، ۳٦۱٦، ۳۳٤۲) و مسلم (٤)

گھنگریالے بالوں والے آدمی ہیں گویا کہ وہ قبیلہ شنوء کے ایک آدمی ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا تو لوگوں میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابراہیم کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا لوگوں میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ تمہارے صاحب ہیں اس کے بعد نماز کا وقت آیا تو میں امام بنا پھر میرے نماز سے فارغ ہونے پر ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم "یہ مالک داروغہ جہنم ہے اس پر سلام کیجئے۔" میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو پہلے اس نے مجھے سلام کیا۔ ❶

حضرت علی کی مثال

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو فرمایا:

"تم میں عیسیٰ علیہ السلام سے ایک طرح کی مشابہت ہے۔ یہودیوں نے ان (عیسیٰ علیہ السلام) سے بغض رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں (مریم علیہا السلام) پر (زنا کا) بہتان باندھا اور عیسائیوں نے ان سے محبت و وابستگی قائم کی تو اتنی (زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی) کہ ان کو اس مرتبہ و مقام پر پہنچا دیا جو ان کے لئے ثابت نہیں ہے (یعنی ان کو اللہ یا ابن اللہ قرار دے ڈالا) یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا (مجھے یقین ہے کہ اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح میرے بارے میں بھی) دو شخص یعنی دو گروہ اس طرح ہلاک (یعنی گمراہ) ہوں گے کہ ان میں سے ایک تو جو مجھ سے محبت رکھنے والا ہوگا اور اس محبت میں حد سے متجاوز ہوگا، مجھ کو ان خوبیوں اور بڑائیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہوں گی، اور ایک جو مجھ سے بغض و عناد رکھنے والا ہوگا، میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر بہتان باندھے گا۔" ❷

---

❶ صحیح مسلم، الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال (٤٣٠)

❷ مسند احمد ١/١٦٠ (١٣٧٧) مسند علی بن ابی طالبؓ

تفہیم الحدیث:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں جو پیش گوئی فرمائی اور جس کی طرف خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر اشارہ کیا وہ پوری ہو کر رہی ۔روافض اور شیعوں نے حب علی میں حد سے اس قدر تجاوز کیا کہ تمام صحابہ پر یہاں تک کہ انبیاء پر ان کی فضیلت کے قائل ہوئے بلکہ بعض طبقوں (جیسے نصیریوں وغیرہ) نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقام الوہیت تک پہنچا دیا، ان کے مقابلہ پر دوسرا گروہ وہ خارجیوں کا پیدا ہوا، وہ حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی میں حد تک بڑھ گئے کہ کوئی بڑے سے بڑا بہتان ایسا نہیں چھوڑا جو ان کی پاکیزہ شخصیت پر انہوں نے نہ باندھا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ محبت وعقیدت وہی مستحسن ومطلوب ہے جو حد سے متجاوز نہ ہو اور عقل وشریعت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہو، ایسی محبت وعقیدت جو حد سے متجاوز ہو درحقیقت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے اور غیر معتدل ہونے کے سبب راہ مستقیم سے باہر کر دیتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی محبت وعقیدت رکھنے والے شخص کو جو اگرچہ بظاہر مسلمان ودیندار نظر آتا ہے، گمراہ انسان کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کو جس چیز نے راہ مستقیم پر گامزن کر رکھا ہے وہ محبت وعقیدت کے باب میں ان کا اعتدال وتوازن ہے کہ وہ افراط اور تفریط دونوں سے محفوظ ہیں، بہر حال اہل ایمان واسلام کی زندگی کا سرمایۂ سعادت دو چیزیں ہیں ایک تو خاندانِ نبوت کی محبت اور دوسری اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جو شخص اس سرمایۂ سعادت کو حاصل کر کے اپنی عقبیٰ بنانا چاہے اس کو لازم ہے کہ ان دونوں کے درمیان اعتدال وتوازن رکھے اور اسی اعتدال وتوازن کے ساتھ ان دونوں کی محبت کو اپنے اندر جمع کرے۔

اہل بیت کی مثال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”(ایک دن) انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یوں بیان کیا“ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو، تمہارے حق میں میرے اہل بیت کی مثال وہی ہے جو نوح کی کشتی کی ہے جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات پالی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔“ ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ کہ جس طرح طوفان نوح کے وقت وہی شخص زندہ سلامت بچا اور اس دنیا میں باقی رہا جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہو گیا تھا اور جو کشتی میں سوار نہیں ہوا وہ ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکا، طوفان کی بلا خیز موجوں نے اس کا نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا، ٹھیک اسی طرح امت محمدیہ کے حق میں اہل بیت محمد ﷺ ایک ایسی پناہ گاہ ہیں کہ جو شخص ان کے دامان عاطفت سے وابستہ ہو گیا، جس نے ان کے اکرام واحترام اور ان کی محبت و متابعت کو لازم پکڑ لیا اس نے دارین میں نجات پالی، اور جو شخص ان کے دامن محبت و متابعت سے وابستہ نہیں ہو سکا وہ دونوں جہاں میں ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا۔

صراط مستقیم کی مثال

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا عَلَى كَنَفَيْ الصِّرَاطِ زُورَانِ لَهُمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ وَدَاعٍ.....))

اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی اس طرح مثال دی ہے کہ وہ ایسی راہ ہے جس کے دونوں جانب دیواریں ہیں جن میں جابجا دروازے لگے ہوئے ہیں جن پر پردے لٹک رہے ہیں۔ پھر ایک بلانے والا اس راستے کے سرے پر کھڑا ہو کر اور ایک اس کے اوپر کھڑا ہو کر بلا رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ

❶ احمد في فضائل الصحابة (١٤٠٢) ومستدرك (١٥١/٣)

نے یہ آیت پڑھی ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (یعنی اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلا دیتا ہے) اور وہ دروازے جو راستے کے دونوں جانب ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی حدود (حرام کی ہوئی چیزیں) ہیں۔ ان میں اس وقت تک کوئی گرفتار نہیں ہو سکتا جب تک پردہ نہ اٹھائے یعنی صغیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے اور اس راستے کے اوپر پکارنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ نصیحت کرنے والا ہے۔'' ❶

نبی کریم ﷺ کی مثال بیان کرو

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے اور فرمایا:

((إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ جِبْرِيلَ عِنْدَ رَأْسِي وَمِيكَائِيلَ عِنْدَ رِجْلَيَّ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ أُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ إِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ أُمَّتِكَ كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنَى فِيهَا بَيْتًا.....))

''میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام میرے سرہانے اور میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کے پاس کھڑے ہیں اور آپس میں کہہ رہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے لیے مثال بیان کرو۔ دوسرے نے کہا (اے نبی ﷺ) سنیے! آپ ﷺ کے کان ہمیشہ سنتے رہیں اور سمجھے آپ ﷺ کا دل ہمیشہ سمجھتا رہے۔ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت کی مثال اس طرح ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک بڑا مکان بنایا۔ پھر اس میں ایک گھر بنایا پھر وہاں ایک دستر خوان لگوا کر ایک قاصد کو بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کی

❶ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل الله لعباده (٢٨٥٩) واحمد (٤/ ١٨٢. ١٨٣) حدیث حسن غریب ہے۔

دعوت دے چنانچہ بعض نے اس کی دعوت قبول کی اور بعض نے دعوت قبول نہیں کی۔ یعنی اللہ بادشاہ ہیں وہ بڑا مکان اسلام ہے اور اس کے اندر والا گھر جنت ہے اور آپ ﷺ اے محمد ﷺ! پیغمبر ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اسلام میں داخل ہوا، جو اسلام میں داخل ہوا وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جو جنت میں داخل ہو گیا اس نے اس میں موجود چیزیں کھالیں۔'' ❶

آپ ﷺ کی مثال ایک سردار جیسی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھی اور عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر بطحاء کی طرف نکل گئے وہاں پہنچ کر انہیں بٹھایا اور ان کے گرد ایک خط (لکیر) کھینچ کر فرمایا ''تم اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے تم ان سے بات نہ کرنا (اگر تم نہیں کرو گے) تو وہ بھی تم سے بات نہیں کریں گے۔ پھر آپ ﷺ نے جہاں کا ارادہ کیا تھا، چلے گئے۔ میں وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس کچھ لوگ (یعنی جن) آئے گویا کہ وہ جاٹ ہیں۔ ان کے بال اور بدن نہ تو میں ننگے دیکھتا تھا اور نہ ہی ڈھکے ہوئے۔ وہ میرے طرف آئے لیکن اس خط (لکیر) سے تجاوز نہ کر سکتے۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی طرف جاتے۔ یہاں تک کہ رات کا آخری حصہ ہو گیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں پوری رات نہیں سو سکا۔ پھر میری خط میں داخل ہوئے اور میری ران کو تکیہ بنا کر لیٹ گئے آپ ﷺ جب سوتے تو خراٹے لینے لگتے۔ میں اسی حال میں تھا اور نبی اکرم ﷺ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے

---

❶ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل اللہ لعبادہ (٢٨٦٠) والبخاری (٧٢٨١)
امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے اس لیے کہ سعید بن ابی ہلال نے جابر بن عبداللہ کو نہیں پایا۔ اس باب میں ابن مسعود سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس کے علاوہ اور سند سے بھی منقول ہے۔ وہ سند اس سے زیادہ صحیح ہے۔

کہ کچھ لوگ آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے حسن و جمال کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ مجھ تک آئے پھر ایک آپ ﷺ کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسری آپ ﷺ کے پاؤں کے پاس۔

((ثُمَّ قَالُوا بَيْنَهُمْ مَا رَأَيْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هَذَا النَّبِيُّ إِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهُ يَقْظَانُ اضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا مَثَلُ سَيِّدٍ بَنَى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَأْدُبَةً......))

پھر کہنے لگے ہم نے کوئی بندہ ایسا نہیں دیکھا جسے وہ کچھ دیا گیا ہو جو اس نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔ ان کے لیے مثال بیان کرو۔ ان کی مثال ایک سردار جیسی ہے جس نے محل بنایا اور اس میں دسترخوان لگوا کر لوگوں کو کھانے پینے کے لیے بلایا۔ پھر جس نے اس کی دعوت قبول کی اس نے کھایا پیا اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اسے سزا دی یا فرمایا عذاب دیا۔ پھر وہ لوگ اٹھ گئے اور نبی اکرم ﷺ جاگ گئے۔

اور فرمایا تم نے سنا ان لوگوں نے کیا کہا۔ جانتے ہو یہ کون تھے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔ جو مثال انہوں نے بیان کی جانتے ہو وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے جو مثال بیان کی وہ یہ ہے کہ رحمان نے جنت بنائی اور لوگوں کو بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے انکار کیا اسے عذاب دیا۔" [1]

---

[1] جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل اللہ لعبادہ (۲۸۶۱) والدارمی (۱ / ۷) حدیث حسن غریب ہے۔

پانچ چیزوں کی مثال

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کو حکم دیا کہ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم دیں کہ ان پر عمل پیرا ہوں لیکن یحییٰ علیہ السلام نے انہیں پہنچانے میں تاخیر کی تو عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ تعالی نے آپ کو پانچ چیزوں پر عمل کرنے اور بنواسرائیل سے ان پر عمل کرانے کا حکم دیا ہے یا تو آپ انہیں حکم دیجئے ورنہ میں حکم دیتا ہوں۔ یحییٰ علیہ السلام نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ انہیں پہنچانے میں سبقت لے گئے تو مجھے دھنسایا جائے گا یا عذاب دیا جائے گا۔ پھر انہوں نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ یہاں تک کہ وہ جگہ بھر گئی اور لوگ اونچی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے کہ خود بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دوں۔

((أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ ......))

''تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے خالصتاً اپنے سونے چاندی کے مال سے کوئی غلام خریدا اور اسے کہا کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا پیشہ ہے۔ لہٰذا اسے اختیار کرو اور مجھے کما کر دو لیکن وہ کام کرتا اور اس کا منافع کسی اور کو دے دیتا۔ چنانچہ تم میں سے کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کا غلام اس طرح کا ہو۔''

((وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا ....))

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم دیا۔ لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو کسی اور جانب توجہ نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نماز پڑھنے والے بندے کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب وہ نماز

پڑھتے ہوئے ادھر ادھر متوجہ نہ ہو۔"

((وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ))

"اور میں تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک گروہ کے ساتھ ہے اس کے پاس مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہے جس کی خوشبو اس کو بھی پسند ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی۔ چنانچہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک اس مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔"

((وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ.....))

"میں تمہیں صدقہ دینے کا حکم دیتا ہوں۔اس کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو دشمن کی قید میں چلا جائے اور وہ لوگ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ کر اسے قتل کرنے کے لیے لے کر چل دیں جب وہ اس کی گردن اتارنے لگیں تو وہ کہے کہ میں تم لوگوں کو کچھ تھوڑا یا زیادہ جو میرے پاس ہے اسے بطور فدیہ دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ انہیں فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے۔"

((وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا.....))

"میں تمہیں اللہ کے ذکر کی تلقین کرتا ہوں اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں اور وہ بھاگ کر ایک قلعے میں گھس جائے اور ان لوگوں سے اپنی جان بچا لے۔اسی طرح کوئی بندہ خود کو شیطان سے اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے نہیں بچا سکتا۔"

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اور میں بھی تم لوگوں کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا اللہ تعالی

نے مجھے حکم دیا ہے۔

(۱) بات سننا (۲) اطاعت کرنا (۳) جہاد کرنا

(۴) ہجرت کرنا (۵) مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ منسلک رہنا۔

اس لیے کہ جو جماعت سے ایک بالشت کے برابر بھی الگ ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی مگر یہ کہ وہ دوبارہ جماعت سے مل جائے۔ جس نے زمانہ جاہلیت والی برائیوں کی طرف لوگوں کو بلایا وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اگر چہ اس نے نماز پڑھی اور روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لہٰذا لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤ جس نے تمہارا نام مسلمان، مؤمن اور اللہ کا بندہ رکھا ہے۔'' ❶

پانچوں نمازوں کی مثال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا))

''دیکھو اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہ جائے گی۔ عرض کیا گیا نہیں بالکل نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح پانچوں نمازوں کی بھی مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔'' ❷

---

❶ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل الصلاۃ والصیام والصدقۃ (۲۸۶۳) وابن خزیمۃ (۱/ ۲۴۴) (۴۸۳) واحمد (۴/ ۱۳۰، ۲۰۲) یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

❷ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل الصلوات الخمس (۲۸۶۸) و البخاری (۵۲۸) و النسائی (۴۶۲) و الدارمی (۱/ ۲۶۷) وأحمد (۲/ ۳۷۹) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

میری امت کی مثال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ))

''میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ کہ معلوم نہیں کہ اس کے شروع میں بھلائی ہے یا آخر میں۔'' ❶

امید ہے اور یہ موت کی مثال

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذِهِ وَمَا هَذِهِ وَرَمَى بِحَصَاتَيْنِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ هَذَاكَ الْأَمَلُ وَهَذَاكَ الْأَجَلُ))

''کیا تم جانتے ہو کہ اس کی اور اس کی کیا مثال ہے اور دو کنکریاں پھینکیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امید ہے اور یہ موت ہے۔'' ❷

تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيمَا خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا))

---

❶ جامع ترمذی، الامثال، باب (٢٨٦٩) واحمد (١٣٠/٣، ١٤٣)

❷ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل ابن آدم وأجله وأمله (٢٨٧٠) یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

''تم لوگوں کی عمریں پہلی امتوں کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت۔ پھر تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کئی مزدوروں کو کام پر لگایا...

اور ان سے کہا کہ کون میرے لیے دوپہر تک ایک قیراط کے عوض میں کام کرے گا۔ چنانچہ یہودیوں نے ایک ایک قیراط کے بدلے میں کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ کون ایک قیراط کے عوض دوپہر سے عصر تک کام کرے گا۔ چنانچہ نصاریٰ نے اس وقت کام کیا۔ پھر اب تم لوگ عصر سے غروب آفتاب تک دو دو قیراط کے عوض کام کرتے ہو۔ جس پر یہود ونصاری غصے میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ہم کام زیادہ کرتے ہیں اور معاوضہ کم دیا جاتا ہے۔ پھر وہ شخص کہتا ہے کہ کیا میں نے تم لوگوں کے حق میں سے کچھ رکھ لیا اور تم پر ظلم کیا؟ وہ کہتے ہیں ''نہیں!'' تو وہ کہتا ہے کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں۔'' ❶

آدمی مثل (معدنی) کان ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا))

''آدمی مثل (معدنیات) کان ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کان ہوتی ہے جو لوگ ایام جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بہتر ہیں اگر وہ سمجھیں۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

ا۔ انسان کو معدن یعنی کان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تشبیہ نیک اخلاقی و عادات اور صفات و

---

❶ جامع ترمذی، الامثال، باب ماجاء فی مثل ابن آدم واجله وامله (۲۸۷۱) و البخاری (۲۲۶۹) وأحمد (۲/ ۱۱۱۔۱۱۲)

❷ صحیح مسلم، البر والصلة، باب الارواح جنود مجندة (۶۷۰۹) وبخاری (۳۴۹۶)

کمالات کی استعداد و صلاحیت کے تفاوت میں دی گئی ہے کہ جس طرح ایک کان میں لعل اور یاقوت پیدا ہوتے ہیں تو دوسری کان میں سونا، چاندی اور بعض میں چونا، سرمہ، پتھر وغیرہ ہی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح انسان کی ذات ہے کہ بعض تو اپنے اخلاق و عادات اور صفات و کمالات کی بنا پر باعظمت اور باشوکت ہوتے ہیں بعض ان سے کچھ کم درجہ کے ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان صفات میں انتہائی کمتر و بے وقعت ہوتے ہیں۔

۲۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لانے سے پہلے حالت کفر میں بہترین خصائل و عادات کے مالک تھے مثلاً سخاوت و شجاعت، اخلاق و دیانتداری اور محبت و مروت کی بہترین صفات سے متصف تھے تو وہ اسلام لانے کے بعد بھی ان صفات کی بنائے پر بہترین قرار دیئے گئے ہیں۔

ٹھیک ایسے ہی جیسے کہ سونا اور چاندی جب تک کان میں پڑے رہتے ہیں کہ وہ خاک میں پڑے رہنے کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں نہیں ہوتے۔ جب انھیں کان سے نکال لیا جاتا ہے اور بھٹی میں ڈال کر پتا جاتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصلی صورت میں آجاتے ہیں بلکہ ان کی آب و تاب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک کوئی آدمی کفر کی ظلمت میں چھپا رہتا ہے تو خواہ وہ کتنا باوقار ہو اور اس کے اندر کتنی ہی سخاوت ہو کتنی ہی شجاعت ہو اسے برتری حاصل نہیں ہوتی، مگر جب کفر کے تمام پردوں کو چاک کر کے ظلم سے باہر نکلتا ہے اور ایمان و اسلام کو قبول کر کے علم دین میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ریاضت و مجاہد اور دینی محنت و مشقت کی بھٹیوں کے حوالہ کر دیتا ہے تو اس کے بعد نہ صرف یہ کہ وہ اپنی اصل حالت میں آجاتا ہے بلکہ علم و معرفت کی روشنی سے اس کا قلب و دماغ منور ہو جاتا ہے اور وہ عزت کی انتہائی بلندیوں پر جا پہنچتا ہے۔ اللھم اجعلنا منھم آمین

کیا عالم مثل جاہل ہے..؟

حضرت کثیر ابن قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق (شام)

کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے شہر سے آپ کے پاس ایک حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسے آپ سرکار دو عالم ﷺ نے نقل کرتے ہیں۔ آپ کے پاس میرے آنے کی اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں ہے (یہ سن کر) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے یہ سنا کہ جو آدمی کسی راستہ کو (خواہ لمبا ہو یا مختصر) علم دین حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے راستہ پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا مندی کے لیے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور عالم کے لیے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (یعنی فرشتے) اور جو زمین کے اوپر ہے (یعنی جن وانس) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

((وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ))

”اور عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور عالم انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیا وراثت میں دینار درہم نہیں چھوڑ گئے ہیں، ان کا ورثہ علم ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔“ [1]

تفہیم الحدیث:

اس حدیث میں عالم اور عابد کے فرق کو ظاہر کرتے ہوئے عابد پر عالم کو فوقیت اور برتری دی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم کا فائدہ متعدی ہے، یعنی اس کا فیضان صرف اس کی اپنی ذات تک محدود نہیں ہے اسی لیے عالم اور عابد کو چاند ستاروں سے مشابہت دی گئی ہے کہ جس طرح

[1] سنن ابوداؤد، العلم، باب الحث علی طلب العلم (۳٦٤۱) ومسند احمد (۲۲۰۵۸) و جامع ترمذی (۲٦۸۲) وسنن ابن ماجه (۲۲۳) ودرامی (۳٤۲)

چودھویں کا چاند جب اپنی پوری تابانی اور جلوہ ریزی کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوتا ہے تو دنیا کی تمام مخلوق اس سے مستفید ہوتی ہے اور اس کی روشنی تمام جگہ پہنچتی ہے جس سے دنیا فائدہ اٹھاتی ہے مگر ستارہ خود اپنی جگہ تو روشن و منور ہوتا ہے مگر اس کا فیضان اتنا عام نہیں ہوتا کہ اس کی روشنی تمام جگہ پھیل سکے اور سب کو فائدہ پہنچا سکے۔

عالمِ دین کی فضیلت

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((ذُكِرَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس آدمی کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (یعنی علم دین) سکھاتا ہے۔ ❶

علم بے عمل کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفِقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))

''اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے (یعنی نہ دوسروں کو پڑھایا جائے اور نہ

❶ جامع ترمذی ،العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (٢٦٨٥) والدارمی (٢٨٩)

اس پر عمل کیا جائے) اس خزانہ کی مانند ہے جس میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کیا جائے۔“ ❶

روزے کے ثواب کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضاء وخوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر وفریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔“ ❷

---

❶ مسند احمد (۲/۴۹۹) (۱۰۴۸۱) والدارمی، المقدمة، باب البلاغ عن رسول اللہ وتعلیم السنن (۲۲۶) اس روایت کی سند میں ابراہیم بن مسلم ھجری راوی ضعیف ہے۔

❷ بخاری، الصوم، باب هل یقول انی صائم اذا شتم (۱۹۰) ومسلم (۲۷۰۷) والنسائی (۲۲۱۵) وابن ماجہ (۱۶۳۸)

تفہیم الحدیث:

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گنا ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق وخلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت ومجاہدہ اور اس کے خلوص وصدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گنا ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات واوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر وثواب سے نوازی جاتی ہے۔

رمضان میں عبادت کرنے والے کی مثال

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمارے سامنے (جمعہ کا یا بطور تذکیر ونصیحت) خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''کہ لوگو! باعظمت مہینہ تمہارے اوپر سایہ فگن ہورہا ہے یہ بڑا ہی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں وہ رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں قیام (عبادت خداوندی) جاگنا نفل قرار دیا ہے جو اس ماہ مبارک میں نیکی (یعنی نفل) کے طریقے اور عمل کے بارگاہ حق میں تقرب کا طلبگار ہوتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا ہو اور جس شخص نے ماہ رمضان میں (بدنی یا مالی) فرض ادا کیا تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جس نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں ستر فرض ادا کئے ہوں (یعنی رمضان میں کسی ایک فرض کی ادائیگی کا ثواب دوسرے دنوں میں ستر فرض کی ادائیگی کے ثواب کے برابر ہوتا ہے) اور ماہ رمضان صبر کا مہینہ ہے (کہ روزہ دار کھانے پینے اور دوسری خواہشات سے رکا رہتا ہے) وہ صبر جس کا

ثواب بہشت ہے۔ ماہِ رمضان غم خواری کا مہینہ ہے لہٰذا اس ماہ میں محتاج وفقراء کی خبر گیری کرنی چاہیے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں (دولت منداور مفلس ہر طرح) مومن کا (ظاہر اور معنوی) رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو شخص رمضان میں کسی روزہ دار کو (اپنی حلال کمائی سے) افطار کرائے تو اس کا یہ عمل اس کے گناہوں کی بخشش ومغفرت کا ذریعہ اور دوزخ کی آگ سے اس کی حفاظت کا سبب ہوگا اور اس کو روزہ دار کے ثواب کی مانند ثواب ملے گا بغیر اس کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سب تو ایسے نہیں ہیں جو روزہ دار کی افطاری کے بقدر انتظام کرنے کی قدرت رکھتے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ثواب اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی عنایت فرماتا ہے جو کسی روزہ دار کو ایک گھونٹ لسی یا کھجور اور یا ایک گھونٹ پانی ہی کے ذریعے افطار کرادے اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے تو اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے اس طرح سیراب کرے گا کہ وہ (اس کے بعد) پیاسا نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو جائے اور ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ بخشش ہے یعنی وہ مغفرت کا زمانہ ہے اور اس کے آخری حصے میں دوزخ کی آگ سے نجات ہے (مگر تینوں چیزیں مومنین کے لیے ہی مخصوص ہیں کافروں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے) اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام ولونڈی کا بوجھ ہلکا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اسے آگ سے نجات دے گا۔ ❶

تم میری مثل نہیں ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

---

❶ البیھقی فی شعب الایمان (۳/ ۳۰۵، ۳۰۶)(۳۶۰۸)

رسول کریم ﷺ نے روزہ روزہ پر رکھنے سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو روزہ پر روزہ رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ))

''تم میں سے کون شخص میری طرح ہے، میں تو اس طرح رات گزارتا ہوں میرا پروردگار کھلاتا ہے اور میری پیاس بجھاتا ہے۔'' ❶

یہ تو سال بھر روزے رکھنے کی مانند ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے راوی سے کہ جن کا نام عمر بن ثابت ہے یہ حدیث بیان کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ))

''جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ روزے بھی رکھے تو وہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کی مانند ہوگا۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

چونکہ ہر نیکی دس گنا زیادہ ہوتی ہے، لہٰذا رمضان کے ایک ماہ کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور شوال کے چھ روزے ساٹھ دنوں کے برابر ہوئے جو دو ماہ بنتے ہیں گویا رمضان اور شوال کے چھ روزے سال بھر کے روزوں کے برابر ہوئے۔

رضائے الٰہی کی خاطر روزہ رکھنے والے کی مثال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ رب العزت کی رجا و خوشنودی کی خاطر ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ

❶ بخاری الصوم، باب تعجیل الافطار (۱۹۵۷) ومسلم (۲۵۵٤) والترمذی (٦۹۹) وابن ماجه (۱٦۹۷)

❷ مسلم، الصیام، باب استحباب صوم ستة ایام من شوال اتباع لرمضان (۲۷۵۸) وابو داؤد (۲٤۳۳) والترمذی (۷۵۹)

سے دوزخ سے اڑتے ہوئے کوے کی مسافت کے بقدر دور رکھتا ہے جو بچہ ہو اور بوڑھا ہو کر مرے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

کہا جاتا ہے کہ کوے کی عمر ہزار ہزار برس کی ہوتی ہے لہٰذا فرمایا کہ اگر کوا ابتدائے عمر سے اپنی عمر کے آخری حصہ تک اڑتا رہے تو غور کرو وہ کتنی زیادہ مسافت طے کرے گا جتنی مسافت وہ طے کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ روزہ دار کو دوزخ سے دور رکھتا ہے۔ اللھم اجعلنا منھم آمین

وہ تو روشنی مثل بادل تھی....

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے تھے کہ:

''ایک دن جب کہ وہ (یعنی اسید) رات کے وقت سورہ بقرہ پڑھ رہے تھے، ان کا گھوڑا جو ان کے قریب ہی بندھا تھا، اچانک اچھلنے کودنے لگا چنانچہ انہوں نے پڑھنا بند کر دیا (تاکہ دیکھیں کیوں اچھل کود رہا ہے) گھوڑے نے بھی اچھل کود بند کر دی۔ (اسید نے یہ سوچ کر کہ یونہی اچھل کود رہا ہوگا) پھر پڑھنا شروع کر دیا گھوڑا بھی پھر اچھلنے کودنے لگا، وہ پھر رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا، پھر جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے پھر اچھل کود شروع کی (اب انہیں احساس ہوا کہ گھوڑے کی اچھل کود ایسے ہی نہیں ہے بلکہ اس کی خاص وجہ ہے) چنانچہ انہوں نے پڑھنا موقوف کر دیا (اتفاق سے) ان کا بچہ جس کا نام یحییٰ تھا گھوڑے کے قریب ہی تھا، انہیں خوف ہوا کہ کہیں گھوڑا (اس اچھل کود میں) اس بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے، اس لیے وہ اٹھ کر گھوڑے کے پاس گئے تاکہ بچے کو وہاں سے ہٹا دیں۔ جب انہوں نے بچے کو وہاں سے ہٹایا اور ان کی نظر آسمان کی طرف اٹھی تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بادل کی مانند کوئی چیز ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو اسید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

❶ مسند احمد (۲/ ۵۲۶) (۱۰۸۲۰)

کے سامنے بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن حضیر تم پڑھتے رہتے۔ اسید نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں گھوڑا یحیٰ کو کچل نہ ڈالے کیونکہ یحیٰ گھوڑے کے قریب ہی تھا

((فَرَفَعْتُ رَأْسِي إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ فَخَرَجْتُ حَتَّى لَا أَرَاهَا قَالَ وَتَدْرِي مَا ذَاكَ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ))

''چنانچہ جب میں یحیٰ کی طرف پھرا اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی چیز بادل کی مانند ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں پھر میں تحقیق حال کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلا مگر وہ چراغاں مجھے پھر نظر نہیں آیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، فرمایا'' وہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت کی آواز سننے کے لئے قریب آ گئے تھے۔ اگر تم اسی طرح پڑھتے رہتے تو اسی طرح صبح ہو جاتی اور لوگ فرشتوں کو دیکھتے اور وہ فرشتے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

۱۔ گھوڑے کی اچھل کود کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ قرآن کریم پڑھ رہے تھے تو قرأت سننے کے لئے فرشتے نیچے آئے تھے اور ان کو دیکھ کر گھوڑا بدکتا اور اچھلتا کودتا تھا، اسی وجہ سے جب حضرت اسید رضی اللہ عنہ تلاوت بند کر دیتے تھے اور فرشتے اوپر چلے جاتے تھے تو گھوڑا بھی اچھل کود سے رک جاتا تھا۔

❶ بخاری، فضائل القرآن، باب نزول السکینة والملائکة عند قراءة القرآن (۵۰۱۸) و مسلم (۱۸۵۹)

۲۔ بادل کی مانند کوئی چیز ہے، وجہ تشبیہ ہے کہ ملائکہ قرآن سننے کے لئے اتنا ازدحام کرتے ہیں کہ کوئی اگر انہیں دیکھے تو ایسا محسوس ہو کہ پردہ کی مانند کوئی چیز ہے جو دیکھنے والے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اسی چیز کو بادل سے تعبیر کیا اور اس میں جو چراغ سے جل رہے تھے وہ دراصل ان فرشتوں کے چہرے تھے جو چراغ کی مانند روشن و منور تھے۔

قرآن سے خالی دل کی مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الَّذِی لَیْسَ فِی جَوْفِهِ شَیْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَیْتِ الْخَرِبِ))

''جس شخص کا دل قرآن سے خالی ہو تو وہ (یا اس کا دل) ویران گھر کی طرح ہے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

گھر کی رونق مکین سے ہے، گھر کتنا ہی خوبصورت اور وسیع ہو اگر اس میں کوئی رہنے والا نہ ہو تو اس کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ گھر کی ویرانی، گھر کی قیمت اور اس کی اہمیت کو عام نظروں سے گرا دیتی ہے، اسی طرح انسان کا معاملہ ہے اگر انسان کا دل ایمان، قرآن کے نور سے خالی ہو تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے چنانچہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن بالکل نہیں جانتا اور نہ پر ایمان رکھتا ہے یا قرآن تو جانتا ہو مگر اس پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ ویران گھر کی طرف ہے اور جو شخص قرآن پڑھنا جانتا ہے اسے پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے، نیز اس پر ایمان بھی رکھتا ہے تو اس کا باطن ایمان کے نور سے آباد ہے، اب یہ فرق الگ رہا کہ جو شخص تھوڑا جانتا ہوگا اس کا باطن ایمان کی دولت سے تھوڑا آباد ہوگا اور جو شخص بہت جانتا ہوگا اس کا باطن بھی بہت آباد ہوگا۔

کلام اللہ کی مثال

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ ترمذی، ثواب القرآن، باب (۲۹۱۳) دارمی (۳۳۰۶) امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کہ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے باز رکھتا ہے تو میں اس کو اس چیز سے بہتر عطا کرتا ہوں جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔

((وَفَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ))

''اور تمام کلاموں کے مقابلہ میں کلام اللہ کو وہی عظمت و بزرگی حاصل ہے جو اللہ رب العزت کو اس کی تمام مخلوقات پر بزرگی اور برتری حاصل ہے (لہٰذا قرآن کریم میں مشغول رہنے والے کو دوسری چیزوں میں مشغول رہنے والوں پر بھی اسی طرح برتری و بزرگی حاصل ہوتی ہے)۔'' ❶

ہر نیکی دس کی مثل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الم حَرْفٌ وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ))

''جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھے گا تو اس کے لیے ہر حرف کے عوض ایک نیکی جو دس نیکیوں کے برابر ہے (یعنی قرآن کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں) میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی الم کہنے میں تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔'' ❷

اس کی مثل نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: کہ نماز میں تم کس طرح یعنی کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

❶ ترمذی، ثواب القرآن، باب (۲۹۲۶) و دارمی (۳۳۵۶) امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

❷ ترمذی، ثواب القرآن، باب ماجاء فیمن قرأ حرفا من القرآن ماله من لأجر (۲۹۱۰) دارمی (۳۳۰۸) اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن صحیح غریب ہے۔

فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيتُهُ))

''کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسی سورۃ نہ تو توریت انجیل زبور میں اتاری گئی ہے اور نہ ہی قرآن میں نازل کی گئی ہے سورہ فاتحہ سبع مثانی ہے (یعنی سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں) اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' ❶

قاری قرآن کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَاقْرَءُوهُ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَأَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا يَفُوحُ رِيحُهُ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ وُكِئَ عَلَى مِسْكٍ))

''قرآن سیکھو اور پھر اسے پڑھو اور یہ یاد رکھو کہ اس شخص کی مثال جو قرآن سیکھتا ہے پھر اسے ہمیشہ پڑھتا رہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے اور اس میں مشغولیت، یعنی تلاوت وغیرہ کے شب بیداری کرتا ہے، اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہو جس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن سیکھا اور سو رہا، یعنی وہ قرآن کی تلاوت قرأت شب بیداری سے غافل رہا یا اس پر عمل نہ کیا اس تھیلی کی سی ہے جسے مشک پر باندھ دیا گیا ہو۔'' ❷

❶ ترمذی، ثواب القرآن، باب ماجاء فی فضل فاتحۃ الکتاب (۲۸۷۵) والنسائی (۹۱٤) و الدارمی (۳۳۷۳) نیز امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

❷ ترمذی، ثواب القرآن، باب ماجاء فی فضل سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی (۲۸۷٦) و ابن ماجه (۲۱۷)

تفہیم الحدیث:

مشک سے بھری ہوئی تھیلی کی مثال بایں طور دی گئی ہے کہ قرآن سیکھنے اور پڑھنے والے کا سینہ ایک تھیلی کے مانند ہے جس میں قرآن کریم مشک کی مانند ہے، لہٰذا جب وہ قرآن پڑھتا ہے تو اس کی برکت اس کے گھر میں پھیلتی اور اس کے سننے والوں کو پہنچتی ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن سیکھا مگر نہ تو اس نے اسے پڑھا اور نہ اس پر عمل کیا تو قرآن کریم کی برکت نہ اسے پہنچتی ہے نہ دوسروں کو، اس لیے وہ مشک کی اس تھیلی کے مانند ہوا کہ جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو اور جس کی وجہ سے نہ تو مشک کی خوشبو پھیلتی ہے اور نہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔

لوہے کہ مثل دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یادرکھو یہ دل زنگ پکڑتے ہیں جیسا کہ پانی پہنچنے سے لوہا زنگ پکڑتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی صقل یا روشن کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت۔'' ❶

باآواز بلند اور آہستہ قرآن پڑھنے والے کی مثال

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْآنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْآنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ))

''باآواز بلند قرآن کریم پڑھنے والا شخص ظاہری صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ قرآن پڑھنے والا شخص چھپا کر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔'' ❷

---

❶ بیهقی فی شعب الایمان(۲/۳۵۳)(۲۰۱٤)

❷ ابو داؤد، الصلاة، باب فی رفع الصوت بالقراءة فی صلاة اللیل (۱۳۳۳) والترمذی (۲۹۱۹) و النسائی (۲۵٦۱)

تفہیم الحدیث:

چھپا کر صدقہ دینا ظاہری طور پر صدقہ دینے سے افضل ہے، لہٰذا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اسی طرح قرآن کریم آہستہ پڑھنا باآواز بلند پڑھنے سے افضل ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آہستہ قرآن پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں احادیث منقول ہیں، اسی طرح باآواز بلند قرآن پڑھنے کی فضیلت کے سلسلہ میں احادیث منقول ہیں، لہٰذا دونوں طرح کی احادیث میں مطابقت یہ ہے کہ آہستہ آواز سے پڑھنا تو اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریاء سے بچنا چاہتا ہو اور باآواز بلند پڑھنا اس شخص کے حق میں افضل ہے جو ریاء میں مبتلا ہونے کا خوف نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اس طرح دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے بایں طور کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے یا دوسرے لوگ قرآن سن سن کر سیکھتے ہیں یا یہ کہ دوسروں کو پہنچتا ہے، بایں طور کہ لوگ سنتے ہیں جس سے انہیں ثواب ملتا ہے کہ باآواز بلند قرآن پڑھنا شعارِ دین اور اللہ کے کلام کا برملا اظہار ہے، پڑھنے والے کے دل کو اس سے بیداری حاصل ہوتی ہے اس کا دھیان کسی اور طرف نہیں بٹتا، اس کے دل کی غفلت کو دور کرتا ہے، نیند کا غلبہ کم کرتا ہے اور یہ کہ دوسروں کو عبادت کا شوق دلاتا ہے، بہر کیف ان فوائد میں سے ایک فائدہ بھی پیش نظر ہو تو پھر اس صورت میں باآواز بلند پڑھنا ہی افضل ہوگا۔

خرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے..!

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل ایسا بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے۔؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کردے، اس کے لیے یہ بہت آسان بھی ہے "پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے

روزے رکھواور خانہ کعبہ کا حج کرو، پھراس کے بعد فرمایا ''اے معاذ ! کیا تمہیں خیرو بھلائی کے دروازوں تک نہ پہنچادوں (تو سنو) روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے(جوگناہ سے بچاتی ہے اوردوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے)

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِیءُ الْخَطِیئَةَ کَمَا یُطْفِیءُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ))

''اوراللہ کی راہ میں خرچ کرنا گناہ کواس طرح مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہےاوراسی طرح رات (تہجد) میں مومن کا نماز پڑھنا (گناہ کوختم کردیتا ہے)''

پھرآپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں تہجد گزاروں اوررات میں اللہ کی عبادت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہےاوراس پوری آیت کا ترجمہ ہے :(ان (مومنین صالحین) کے پہلو (رات میں) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کوخوف وامید سے پکارتے اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں،کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لیےکیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کررکھی گئی ہے، یہ ان کے اعمال کا صلہ (انعام) ہے جووہ کرتے تھے،پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اس چیز (یعنی دین) کا سراوراس کے ستون اوراس کے کوہان کی بلندی نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ''ہاں یارسول اللہ ﷺ !ضرور بتایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اس چیز (دین) کا سراسلام ہے،اس کے ستون نماز ہےاوراس کوہان کی بلندی جہاد ہے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔کیا تمہیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا ''ہاں اللہ کے نبی!ضرور بتایئے'' آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور(اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)فرمایا،اس کو بندرکھو۔میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے نبی!ہم اپنی زبان سے جوبھی لفظ نکالتے ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا، آپ ﷺ نے فرمایا معاذ !''ثَکِلَتْكَ

أُمُّكَ“ (تمہاری ماں تمہیں گم کر دے اچھی طرح جان لو کہ)(یہ ایک محاورہ ہے جو عربی زبان میں اظہار تعجب کے لیے بولا جاتا ہے)۔لوگوں کو ان کے منہ کے بل یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اسی زبان کی (بری) باتیں ہوں گی۔ ❶

منافق کی مثال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هَذِهِ مَرَّةً))

”منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان (ماری ماری) پھرتی ہے کہ (اپنے نر کی تلاش میں) کبھی اس طرف مائل ہو جاتی ہے اور کبھی اس طرف۔“ ❷

تفہیم الحدیث:

منافق کی مثال اس بکری سے دی گئی ہے جو اپنے نر کی تلاش میں ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہے، اسی طرح منافق کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے چونکہ صرف دنیا کا لالچ اور مال و جاں کی حفاظت کا مقصد ہوتا ہے، اس لیے وہ مادہ صفت بن کر کبھی تو مسلمانوں کی آغوش میں آ کر پناہ لیتا ہے اور کبھی کافروں کے گروہ میں جا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، نفاق سے نفرت پیدا کرنے کے لیے ظاہر ہے کہ یہ تشبیہ بہت موثر ہے۔

وہ سائبان کی طرح ہو جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ مسند احمد (٥/ ٢٣١) والترمذی، الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة (٢٦١٦) و ابن ماجه (٣٩٧٣)

❷ صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب صفات المنافقین واحکامهم (٧٠٤٣) والنسائی (٥٠٣٧)

"جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر سائبان کی طرح معلق ہو جاتا ہے اور پھر جب وہ اس معصیت سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔"❶

تفہیم الحدیث:

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موقع پر بڑی اچھی مثال دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک گناہ گار کی مثال ایسی ہے جیسی آنکھیں بند کرنے کے بعد ایک بینا آدمی اپنی آنکھیں بند کرے تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ بینا اور ایک نابینا دونوں برابر ہو جاتے ہیں، نہ یہ دیکھتا ہے نہ وہ، لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا آنکھوں کی روشنی ہی نہیں رکھتا اور بینا اگرچہ روشنی تو رکھتا ہے مگر غلاف چشم کی وجہ سے وہ روشنی کام نہیں کرتی۔ اسی طرح ایک مومن کے نور بصیرت پر جب بہیمیت وضلالت کا حجاب پڑ جاتا ہے تو وہ بھی کافر کی طرح معصیت اور طاعت کا فرق نہیں پہنچانتا۔

اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مومن جس حالت میں زنا کرتا ہے اس کا نور ایمانی بہیمیت و معصیت کی تاریکی سے ایسا مدہم پڑ جاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے میں کوئی باک نہیں رہتا اور جب بندہ اس معصیت کے بعد صدق دل سے توبہ کر لیتا ہے تو یہ حجاب بہیمیت پر چاک ہو جاتا ہے، اور نور ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (ترجمان السنة)

ایک دل کی مانند

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تمام انسانوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کی درمیان اس طرح ہیں جیسے ایک انسان کا دل ہے اور وہ (اپنی انگلیوں سے) جس طرح چاہتا ہے قلوب کو

❶ جامع ترمذی (٢٦٢٥) وسنن ابی داؤد، السنة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه (٤٦٩٠)

گردش میں لاتا ہے، اس کے بعد آنحضور ﷺ نے دعا کے طور پر یہ فرمایا۔ ''اے دلوں کو گردش میں لانے والے اللہ دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔'' ❶

دل کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''دل کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پر کسی میدان میں پڑا ہو اور ہوائیں اس کی پیٹھ سے پیٹ اور پیٹ سے پیٹھ کی طرف پھرتی رہتی ہیں۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

اسی طرح دلوں کا حال ہے کہ کبھی وہ برائی سے بھلائی کی طرف رخ کر لیتے ہیں اور کبھی بھلائی سے برائی کے راستہ پر جا لگتے ہیں۔

انبیاء تو چراغ کی مانند روشن تھے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس آیت ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ...﴾ (جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی)۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے (اولاد آدم کو) جمع کیا اور ان کو طرح طرح کا قرار دیا (یعنی کسی کو مالدار، کسی کو غریب کرنے کا ارادہ کیا، پھر ان کو شکل وصورت عطا کی اور پھر گویائی بخشی، اور انہوں نے باتیں کیں پھر ان سے عہد و پیمان کیا اور پھر ان کو اپنے اوپر گواہ قرار دے کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اولاد آدم علیہ السلام نے کہا، بے شک (آپ ہمارے رب ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تمہارے سامنے گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی شاہد قرار دیتا ہوں، اس لیے کہ قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ

---

❶ صحیح مسلم، القدر، باب تصریف الله تعالىٰ القلوب کیف شاء (٥٦٠)و أحمد (١٦٨/٢) (٦٥٦٩) وابن حبان (٨٩٩) ❷ مسند احمد بن حنبل (٤٠٨/٤) (١٩٨٩٥) وابن ماجه (٨٨)

ہم اس سے ناواقف تھے (اس وقت) تم اچھی طرح جان لو کہ نہ تو میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ میرے سوا کوئی پروردگار ہے، (اور خبردار) کسی کو میرا شریک قرار نہ دینا، میں تمہارے پاس عنقریب اپنے رسول بھیجوں گا، جو تمہیں میرا عہد و پیماں یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا (یہ سن کر) اولادِ آدم نے کہا، ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے اور تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا نہ تو ہمارا کوئی پروردگار ہے اور نہ تیرے علاوہ ہمارا کوئی معبود ہے، چنانچہ آدم کی ساری اولاد نے اس کا اقرار کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو ان کے اوپر بلند کر دیا گیا وہ (اپنی نگاہیں بلند کئے ہوئے) اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی اولاد امیر بھی ہیں اور فقیر بھی اور خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی (یہ دیکھ کر انہوں نے عرض کیا، پروردگار اپنے تمام بندوں کو تو نے یکساں کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں اسے پسند کرتا ہوں کہ میرے بندے میرا شکر ادا کرتے رہیں'' پھر آدم نے انبیاء کو دیکھا جو چراغ کی مانند روشن تھے اور نور ان کے اوپر جلوہ گر تھا، ان سے خصوصیت کے ساتھ رسالت و نبوت کے لیے عہد و پیماں لیے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ﴾

''اور جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد و پیمان لیا اور آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور نوح اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے (بھی) عہد و پیمان لیا''

ان روحوں کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے چنانچہ ان کی روح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ روح حضرت مریم علیہا السلام کے منہ کی طرف سے ان کے جسم میں داخل ہوگئی۔ [1]

---

[1] مسند احمد بن حنبل (۱۳۵/۵)(۲۱۵۵۲)

نئ نویلی دولہن کی طرح سوجا

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس کالی کیری آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں جن میں سے ایک منکر اور دوسرا نکیر ہوتا ہے۔فرماتے ہیں وہ دونوں اس مردہ سے پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی یعنی محمد ﷺ کی نسبت کیا کہتے تھے؟ اگر وہ آدمی مومن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، (یہ سن کر) وہ دونوں فرشتے فرماتے ہیں۔ہم جانتے تھے کہ تو یقیناً یہی کہے گا، اس کے بعد اس کی قبر کی لمبائی اور چوڑائی میں ستر ستر گز کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس مردہ سے کہا جاتا ہے کہ (سو جاؤ) مردہ کہتا ہے (میں چاہتا ہوں) کہ اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں تاکہ ان کو (اپنے اس حال سے) باخبر کر دوں۔فرشتے اس سے فرماتے ہیں تو اس دلہن کی طرح سو جا، جس کو صرف وہی آدمی جگا سکتا ہے جو اس کے نزدیک سب سے محبوب ہو یعنی ہر کسی کا جگانا اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس سے وحشت ہوتی ہے البتہ جب محبوب جگاتا ہے تو اچھا لگتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس جگہ سے اٹھائے اور اگر وہ مردہ منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا تھا وہی میں کہتا تھا لیکن میں (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا (منافق کا یہ جواب سن کر) فرشتے فرماتے ہیں ''ہم جانتے ہیں کہ یقیناً تو یہی کہے گا، (اس کے بعد) زمین کو مل جانے کا حکم دیا جاتا ہے، چنانچہ زمین اس مردہ کو اس طرح دباتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں اور بائیں پسلیاں دائیں نکل آتی ہیں اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو

اس جگہ سے اٹھائے۔"❶

شریعت اسلامی کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ ....))

میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین وشریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے.."

اور میں ننگا (یعنی بے غرض) ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا۔ صبح کو لشکر نے آکر ان کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کر دیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی کی، اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔❷

تفہیم الحدیث:

ننگا ڈرانے والے کی اصل یہ ہے کہ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی لشکر کو اپنی قوم پر حملہ کے لیے آتا ہوا دیکھتا تو کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور بالکل ننگا ہو کر چلاتا ہوا اپنی قوم کی

❶ جامع ترمذی، الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر (۱۰۷۱)

❷ صحیح بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله (۷۲۸۳) و صحیح مسلم (۵۹۵٤)

طرف آتا تا کہ لوگ خبردار ہو جائیں اور دشمن کی اچانک آمد سے بچاؤ کی شکل پیدا کرسکیں۔ اسی کو ننگا ڈرانے والا کہا جاتا تھا، اس کے بعد سے یہ کسی ناگہانی اور خوفناک حادثہ کے پیش آنے میں صرف ایک ضرب المثل بن گیا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ پر یہ مثال بالکل صحیح وصادق تھی کہ آپ ﷺ فرمانبردار اور اطاعت گزار کو جنت اور رضائے الٰہی کی خوشخبری اور نافربردار وسرکش جماعت کو اللہ کے عذاب وغضب کی خبر دینے میں بالکل سچے تھے۔

میری مثال (یعنی محمد ﷺ کی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّار .....))

میری مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلادی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں.''

آکر آگ میں گرنے لگے۔ آگ روشن کرنے والے آدمی نے ان کو روکنا شروع کیا لیکن وہ (نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر) غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں، اسی طرح میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گرتے ہو۔

یہ روایت صحیح البخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی ہی روایت ہے البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے، میں تمہاری کمریں پکڑے ہوں کہ تمہیں آگے سے بچاؤں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو، میری طرف آؤ، دوزخ سے بچو میری طرف آؤ لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔ ❶

❶ صحيح بخارى الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصى (٦٤٨٣) و صحيح مسلم (٥٩٥٧)

احکام الٰہی کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس چیز کی مثال جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت کثیر بارش کی مانند سے جو زمین پر ہوئی چنانچہ زمین کے اچھے ٹکڑے نے اُسے قبول کرلیا یعنی اپنے اندر جذب کرلیا، اس سے بہت زیادہ خشک و ہری گھاس پیدا ہوئی اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہوگیا۔ اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور یہ (بارش کا پانی) زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی (پہنچا) جو چٹیل سخت میدان تھا نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا، لہٰذا یہ سب (مذکورہ مثالیں) اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے بھیجی تھی، اس نے اس سے نفع اٹھایا، پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لیے تکبر کی وجہ سے سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔'' ❶

مجھے قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہے

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ ......))

''آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار، عنقریب اپنے

---

❶ صحيح بخاري العلم، باب فضل من علم وعلم (٧٩) و صحيح مسلم (٥٩٥٣) و أحمد (٤/٣٩٩) (١٩٨٠٢)

چھپر کھٹ پر پڑا ایک پیٹ بھرا آدمی کہے گا کہ بس اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی کو سمجھو اور اس پر عمل کرو)''

اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ، اسے حرام جانو حالانکہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے حرام فرمایا ہے وہ اس کے مانند ہے جسے اللہ نے حرام کیا، خبردار تمہارے لیے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا اور نہ کچلی رکھنے والے درندے، اور نہ تمہارے لیے معاہد یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو کا لقطہ حلال کیا ہے جس کی پروا اس کے مالک کو نہ ہو، اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند اس سے حاصل کرے۔ ❶

تفہیم الحدیث:

قرآن کا مثل حدیث ہے یعنی جس طرح قرآن مجید مجھ پر نازل کیا گیا ہے، اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت ہی سے عطا ہوئی ہے لیکن فرق یہی ہے کہ قرآن وحی ظاہر ہے اور حدیث وحی پوشیدہ۔ لہٰذا واجب العمل دونوں میں الا لا یحل سے بطور مثال کے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان چیزوں کی حرمت قرآن میں کہیں مذکور نہیں ہے میں نے ہی ان کی حرمت بیان کی ہے جس پر عمل کرنا واجب وضروری ہے۔

قرآنی امثال سے عبرت حاصل کرو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرآن کریم پانچ صورتوں پر نازل ہوا ہے۔ (۱) حلال۔ (۲) حرام۔ (۳) محکم۔ (۴) متشابہ۔ (۵) امثال۔ لہٰذا تم حلال کو حلال جانو، حرام کو حرام جانو، محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ، اور امثال (قصوں) سے عبرت حاصل کرو'' ❷

❶ ابوداؤد، السنة، باب فی لزوم السنة (٤٦٠٤) وابن ماجة (١٢) والدارمی (٥٨٦) واحمد (١٧٣٢٦)

❷ مصابیح السنة (١/ ١٦٤) (١٤٤) وشعب الایمان (٢٣٩٢)

تفہیم الحدیث:

قرآن شریف اپنے اسلوب و بیان کے اعتبار سے پانچ طرح کی آیتوں پر مشتمل ہے۔

(۱) ایسی آیتیں جن میں حلال کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے احکام بتائے گئے ہیں۔

(۲) ایسی آیتیں جن میں حرام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے احکام بتائے گئے ہیں۔

(۳) ایسی آیتیں جن کے معنی و مطالب میں کوئی ابہام و اشتباہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مقصد و مراد کو صاف واضح کرتی ہیں جیسے ((اَقِیْمُو الصَّلٰوۃَ وَاٰتُو الزَّکٰوۃ)) (یعنی نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو) اس حدیث میں ایسی ہی آیتوں کو محکم کہا گیا ہے۔

(۴) ایسی آیتیں جن کی مراد واضح نہیں ہے اور نہ ان کے معنی و مطالب کسی پر ظاہر کئے گئے ہیں جیسے ید اللہ فوق ایدیھم (یعنی اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) حدیث میں ایسی ہی آیتوں کو متشابہ کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ ایسی آیتوں کے معنی و مطالب کے کھوج کرید میں نہ پڑو بلکہ ان پر صرف ایمان لاؤ اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے جو معنی مراد ہیں وہی حق اور صحیح ہیں اگرچہ ہماری رسائی ان تک نہیں ہے۔

(۵) ایسی آیتیں جن میں پچھلی آیتوں کے حالات و واقعات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی نیک اقوام کی فلاح و کامرانی و بد اقوام کی تباہی و بربادی کے واقعات بتائے گئے ہیں اور بدکار و سرکش قوموں کو تباہی و بربادی اور ہلاکت کی وادیوں میں کس عبرت ناک طریقہ سے پھینک دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور راستہ کے سر پر پکارنے والا کھڑا ہے جو پکار

پکار کر کہتا ہے، سیدھے راستہ پر چلے آؤ، غلط راستے پر نہ لگو، اس پکارنے والے کے اوپر (یعنی اس کے آگے کھڑا ہوا) ایک دوسرا پکارنے والا ہے، جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو وہ (دوسرا پکارنے والا) پکار کر کہتا ہے، تجھ پر افسوس ہے اس کو نہ کھول اگر تو اسے کھولے گا تو اس کے اندر داخل ہو جائے گا (اور وہاں سخت تکلیف میں ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے اس مثال کی وضاحت کی اور فرمایا، سیدھا راستہ سے مراد اسلام ہے (جس کو اختیار کر کے جنت میں پہنچتے ہیں) اور کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (جس کو اختیار کرنا تکمیل اسلام کے منافی ہے) اور (دروازوں پر) پڑے ہوئے پردوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں اور راستہ کے سرے پر جو پکارنے والا کھڑا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کرنے والا فرشتہ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔" [1]

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا مال مثل سانپ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ (مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ)يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ....))

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال وزر دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے دن اس کا مال وزر گنجے سانپ کی شکل میں تبدیل کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے پھر وہ سانپ اس شخص کے گلے میں بطور طوق ڈالا جائے گا اور وہ سانپ اس شخص کی دونوں باچھیں پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا مال

---

[1] مسند أحمد (٤/ ١٨٢)(١٧٧٨٤) والحاكم (١/ ٧٣)(٢٤٥)

ہوں، تیرا خزانہ ہوں اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ولا یحسبن الذی یبخلون ﴾ لآیہ۔ وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں یہ گمان نہ کریں الی آخرالآیہ۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

گنجے سانپ کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سر پر بال نہیں ہوں گے اور یہ گنجا پن سانپ کے بہت زیادہ زہریلا اور دراز عمر ہونے کی علامت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشاد گرامی کو بطور استدلال آیت کریمہ کی تلاوت فرما کر آگاہ فرمایا کہ خوب اچھی طرح سن لو کہ اللہ تعالیٰ بھی یہی ارشاد فرماتا ہے چنانچہ پوری آیت یہ ہے۔

﴿ ولایحسبن الذین یبخلون بما آتا هم الله من فضله هو خیرا لهم بل هو شر لهم سیطوقون مابخلوا به یوم القیامة﴾

''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں تو وہ اپنے اس مال کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ مال تو ان کے حق میں سراسر وبال جان ہے اور یادرکھو وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب قیامت کے دن وہ اس مال کا کہ جس میں بخل کرتے ہیں طوق پہنائے جائیں (یعنی ان کا مال طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔)''

اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہوتا تو...!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ))

''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں

---

❶ بخاری ،الزکوة،باب اثم مانع الزکوة(١٤٠٣)والنسائی(٢٤٨١)والموطا(٥٩٦)

گذر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔''❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو میرے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہوتی کہ میں تمام سونا تین رات کے اندر اندر ہی لوگوں میں تقسیم کر دیتا، اس میں سے اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتا ہاں اتنا سونا ضرور بچا لیتا جس سے میں اپنا قرض ادا کر سکتا کیونکہ قرض ادا کرنا صدقہ سے مقدم ہے۔

بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا.....))

''بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں اور ان زرہوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے ہاتھ ان کی چھاتیوں اور گردن کی ہنسلی کی طرف چمٹے ہوئے ہوں چنانچہ جب صدقہ دینے صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور جب بخیل صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کے حلقے اور تنگ ہو جاتے ہیں اور اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔''❷

تفہیم الحدیث:

اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ جب سخی انسان خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو توفیق الٰہی اس کے

❶ بخاري، الاستقراض، باب اداء الديون (٢٣٨٩) ومسلم (٢٣٠٢) وابن ماجه (٤١٣٢)

❷ بخاري، اللباس، باب جيب القميص من عند الصدر وغيره (٥٧٩٧) ومسلم (٢٣٥٩)

شامل حال ہوتی ہے بایں طور کہ اس کے لیے خیر و بھلائی اور نیکی کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے اور بخیل کے لیے نیکی و بھلائی کا راستہ دشوار گزار ہو جاتا ہے۔

موت کے وقت صدقہ کرنے والے کی مثال

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الَّذِی يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الَّذِی يُهْدِی إِذَا شَبِعَ))

”اس شخص کی مثال جو اپنی موت کے وقت خیرات کرتا ہے یا غلام آزاد کرتا ہے اس شخص کی مانند ہے جو کسی کو ایسے وقت میں تحفہ (یعنی کھانا) بھیجتا ہے جب کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہوتا ہے۔“ [1]

تفہیم الحدیث:

مرتے وقت خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنا یا غلام کو آزاد کرنا کم ثواب کا باعث ہوتا ہے جس طرح کہ کسی ضرورت مند کو ایسے وقت کھانا دینا کم ثواب کا باعث ہوتا ہے جب کہ اس کا پیٹ بھر چکا ہو، لہٰذا جس طرح کسی شخص کو اس کی بھوک کی حالت میں کھانا کھلانا یا اس کے ساتھ سخاوت کرنا زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے اسی طرح صحت و تندرستی کی حالت میں اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنا یا غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل اور زیادہ ثواب کی بات ہے۔

بخیل لوگوں کے لیے ایک مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں ایک تو کوڑھی تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] ترمذی، الوصایا، باب ماجاء فی الرجل یتصدق..... (۲۱۲۳) والنسائی (۳۶۱٤) والدارمی (۳۲۲٦) اور امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

نے انہیں آزمانا چاہا کہ یہ نعمت الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ مسکین وفقیر کی صورت میں بھیجا وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ اچھا رنگ اور جسم کی بہترین جلد نیز یہ کہ مجھے اس چیز یعنی کوڑھ سے نجات مل جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ یہ سن کر فرشتہ نے کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اس کا کوڑھ جاتا رہا۔ اسے بہترین رنگ وروپ اور بہترین جلد عطا کر دی گئی۔ پھر فرشتہ نے پوچھا کہ اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ اونٹ یا کہا گائیں۔ (حدیث کے ایک راوی اسحٰق کو شک ہے کہ) گائے کے لیے کوڑھی نے کہا تھا یا گنجے نے کہا تھا بہر حال یہ طے ہے کہ ان میں سے ایک نے تو اونٹ کے لیے کہا تھا اور دوسرے نے گائے کے لیے آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ اس شخص کو حاملہ اونٹنیاں عطا کر دی گئیں۔

پھر فرشتے نے یہ دعا دی ''کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ گنجے نے کہا کہ بہترین قسم کے بال، اور یہ کہ یہ چیز، یعنی گنجے پن سے نجات پا جاؤں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا، نیز اسے بہترین قسم کے بال عطا کر دیئے گئے۔'' پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ اب بتاؤ کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ گائے۔ چنانچہ اسے حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اسے دعا بھی دی کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔''

آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ اس کے بعد پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی

دے تا کہ میں اس کے ذریعے لوگوں کو دیکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی بینائی عطا فرما دی، پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں، چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عنایت فرما دی گئیں۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد کوڑھی اور گنجے نے اونٹنیوں اور گائیوں کے ذریعے اور اندھے نے بکریوں کے ذریعے بچے حاصل کیے گویا خدا نے تینوں کے مال میں بے انتہا برکت دی، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل بھر گیا، گنجے کی گائیوں سے ایک جنگل بھر گیا اور اندھے کی بکریوں سے ایک جنگل بھر گیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے، اس لیے آج منزل مقصود تک میرا پہنچنا ممکن نہیں ہے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی ہو جائے اور اس کے بعد تم ذریعہ بن جاؤ تو میری یہ مشکل آسان ہو جائے گی، لہٰذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ، بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے میرا سفر پورا ہو جائے اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے کہا کہ میرے اوپر حق بہت زیادہ ہیں (یعنی اس کوڑھی نے فرشتے کو ٹالنے کے لیے جھوٹ کہا کہ میرے اس مال کے حقدار بہت ہیں اس لیے تمہیں کوئی اونٹ نہیں مل سکتا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی کوڑھی نہیں ہو جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی اور تم محتاج وقلاش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین رنگ وروپ کے ساتھ صحت عطا فرمائی اور مال سے نوازا کوڑھی نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مال تو مجھے اپنے باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت کی طرف پھیر دے جس میں تم پہلے مبتلا تھے یعنی تمہیں پھر کوڑھی اور مفلس بنا دے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ:

((وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ))

''پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی سی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا چنانچہ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو جواب کوڑھی نے دیا تھا فرشتے نے گنجے سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تمہیں ویسا ہی کر دے جیسا کہ تم پہلے گنجے اور محتاج تھے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ میں ایک مسکین انسان اور مسافر ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے، اس لیے آج منزل مقصود تک پہنچنا اس شکل میں ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی میرے شامل حال ہو جائے اور اس کے بعد تم اس کا ذریعہ بن جاؤ لہٰذا میں اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس کر دی، تم سے ایک بکری مانگتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے میں اپنا سفر پورا کرسکوں اندھے نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کہا کہ بے شک پہلے میں ایک اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کر دی ہے لہٰذا میری تمام بکریاں حاضر ہیں اس میں تم جو چاہو لے لو اور جو نہ چاہو اسے چھوڑ دو تم جو کچھ بھی لو گے میں خدا کی قسم تمہیں اس کو واپس کرنے کی تکلیف نہیں دوں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا کہ تمہیں تمہارا مال مبارک تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے تمہارے مال کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا تھا کہ آیا تمہیں اپنا پرانا حال یاد بھی ہے یا نہیں؟ اور تم خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں؟ سو تم آزمائش میں پورے اترے چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہوا اور تمہارے وہ دونوں بدبخت ساتھی یعنی کوڑھی

اور گنجا ناشکرے ثابت ہوئے، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض قرار پائے۔ ❶

صدقے کا ثواب مثل پہاڑ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کھجور برابر (خواہ صورت میں خواہ قیمت میں) حلال کمائی میں خرچ کرے (اور یہ جان لو کہ) اللہ تعالیٰ صرف مال حلال قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لیے اسی طرح پالتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔'' ❷

صدقہ واپس لینے والے کی مثال

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ:

انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں سواری کے لیے گھوڑا دیا (یعنی ایک مجاہد کے پاس گھوڑا نہیں تھا، اس لیے میں نے اسے گھوڑا دے دیا) اس شخص نے اس گھوڑے کو جو اس کے پاس تھا ضائع کر دیا (یعنی اس نے گھوڑے کی دیکھ بھال نہیں کی جس کی وجہ سے گھوڑا دبلا ہو گیا) میں نے سوچا کہ میں وہ گھوڑا اس سے خرید لوں اور خیال تھا کہ وہ اس گھوڑے کو سستے داموں بیچ دے گا، مگر (خریدنے سے پہلے) میں نے اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسے نہ خریدو اور نہ اپنا دیا ہو صدقہ واپس لو اگر چہ وہ تمہیں ایک درہم ہی میں کیوں نہ دے (گویا یہ حقیقۃً نہیں بلکہ صورۃً اپنا صدقہ واپس لینا ہے) کیونکہ اپنا دیا

---

❶ بخاری ،احادیث الانبیاء ،باب حدیث ابرص واعمی و اقرع فی بنی اسرائیل (٣٤٦٤) ومسلم (٧٤٣١)

❷ بخاری ،الزکاۃ، باب الصدقۃمن کسب طیب (١٤١٠) و مسلم (٢٣٤٢) و الترمذی (٦٦١) و النسائی (٢٥٢٥)

ہوا صدقہ واپس لینے والا شخص اس کتے کی مانند ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اپنا دیا ہوا صدقہ واپس نہ لو (خواہ واپس لینا صورۃ ہی کیوں نہ ہو) کیونکہ اپنا دیا ہوا صدقہ واپس لینے والا اس شخص کی مانند ہے جو قے کرے اور اسے چاٹ لے۔'' ❶

مریض کے گناہ پتوں کی مانند جھڑتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ کو بخار تھا میں نے آپ ﷺ پر اپنا ہاتھ پھیر کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو بہت سخت بخار ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاں مجھے تمہارے دو آدمیوں کے برابر بخار چڑھتا ہے'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ آپ کو دو گنا ثواب ملے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اور پھر فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))

''جس مسلمان کو بیماری کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہ (اسی طرح) دور کر دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔'' ❷

اس سے تو گناہ ختم ہو جاتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم ﷺ حضرت ام سائب رضی اللہ عنہا کے پاس

---

❶ بخاری ،الزکاۃ ،باب ھل یشتری صدقتہ...(١٤٩٠) ومسلم(٤١٦٣،٤١٦٥)وابو داؤد(٣٥٣٩)

❷ بخاری ،المرض، باب اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل (٥٦٤٨) ومسلم(٥٥٩؛) و الدارمی (٢٧٧١)

(جو تپ ولرزہ میں مبتلا تھیں) تشریف لائے اور (ان کی حالت دیکھ کر) کہا کہ یہ تمہیں کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اسی طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔'' ❶

ثواب برابر ملتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے (اور اس کی بیماری یا سفر کی وجہ سے اس کے اوراد و نوافل فوت ہو جاتے ہیں) تو (اس کے نامہ اعمال میں اتنے عمل لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ حالت قیام اور زمانہ تندرستی میں کیا کرتا تھا۔'' ❷

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بندہ عبادت کے نیک راستہ پر ہوتا ہے اور پھر بیمار ہو جاتا ہے (اور اس عبادت کے کرنے پر قادر نہیں رہتا) تو اس فرشتہ سے جو اس بندہ پر (اس کے نیک اعمال لکھنے پر) متعین ہوتا ہے کہا جاتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ اس بندہ کے لیے (اس کے نامہ اعمال میں) اس عمل کے مثل لکھو جو وہ تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میں اسے تندرستی عطا کروں، یا اسے (اپنے پاس) بلا لوں'' ❸

شہید کی مثل ثواب ملے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے طاعون کی حقیقت دریافت کی تو

---

❶ مسلم ،البر والصلة ،باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك(٦٥٧٠)

❷ بخاری ،الجهاد، باب يكتب للمسافر ما كان يعمل فى الاقامة(٢٩٩٦)

❸ شرح السنة ،الجنائز ،باب المريض يكتب له مثل عمله (١٤٢٣)واحمد(٢/ ٢٠٣)(٦٨٩٥)

آپ ﷺ نے مجھے بتایا:

''کہ (ویسے تو) یہ عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بھیجتا ہے (لیکن) اللہ تعالیٰ نے اسے (ان) مؤمنین کے لئے (باعث) رحمت قرار دیا ہے (جو اس میں ابتلاء کے وقت صبر کرتے ہیں) اور جس شہر یا جس جگہ طاعون ہو اور (کوئی مؤمن) اپنے اس شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر کرنے والا اور اللہ سے ثواب کا طالب رہے (یعنی اس طاعون زدہ علاقہ میں کسی اور غرض و مصلحت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے) نیز یہ جانتا ہو کہ اسے کوئی چیز (یعنی کوئی اذیت و مصیبت) نہیں پہنچے گی مگر صرف وہی جو اللہ نے (اس کے مقدر میں لکھ دی اور جس سے کہیں مفر نہیں) تو اس مؤمن کو شہید کے مانند ثواب ملے گا۔'' [1]

مثل انبیاء آزمائش

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا:

کہ لوگوں میں کون شخص (محنت و مصیبت کی) زیادہ بلاء میں مبتلا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ))

''انبیاء'' پھر وہ لوگ جو انبیاء سے بہت زیادہ مشابہ ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔''

(پھر آپ ﷺ نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہٰذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت و بلاء میں گرفتار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی

---

[1] بخاری، احادیث الانبیاء، (٣٤٧٤)

ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ (اس کے نامہ اعمال میں کوئی لکھنا نہیں ہوتا۔ ❶

وہ تو اونٹ کی مثل ہے

حضرت عامر رامی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) بیماریوں کا ذکر کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مؤمن جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری سے نجات دیتا ہے تو وہ بیماری (نہ صرف یہ کہ) اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے (بلکہ) زمانہ آئندہ کے لئے باعث نصیحت (بھی) ہوتی ہے۔ یعنی بیماری اسے متنبہ کرتی ہے۔ (چنانچہ وہ آئندہ گناہوں سے بچتا ہے)۔

((وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهُ أَهْلُهُ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ))

''اور جب منافق بیمار ہوتا ہے اور پھر اسے بیماری سے نجات دی جاتی ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہوتی ہے جسے اس کے مالک نے باندھا اور پھر چھوڑ دیا اور اونٹ نے یہ نہ جانا کہ مالک نے اسے کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑ دیا؟ (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کیا چیز ہے؟ میں تو کبھی بھی بیمار نہیں ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس سے اٹھ کھڑے ہو۔ تم ہم میں سے نہیں ہو۔'' ❷

وہ گناہوں سے پاک ہو گیا

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت صنابحی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں ایک بیمار شخص کے پاس

---

❶ ترمذی، الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء (۲۳۹۸) و ابن ماجه (۴۰۲۳) والدارمی (۲۷۸۳) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

❷ ابو داؤد، الجنائز، باب الامراض، المکفرة للذنوب (۳۰۸۹)

گئے اور اس کی عیادت کی، چنانچہ دونوں نے مریض سے پوچھا کہ تم نے صبح کیسی گزاری؟ مریض نے کہا کہ میں نے (رضا، وتسلیم اور صبر وشکر کی) نعمت کے ساتھ صبح کی (یعنی مرض، تکلیف کی وجہ سے میں کبیدہ خاطر نہیں ہوں بلکہ رضاء بتقدیر اور صبر کے دامن کو پکڑے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے میرا دل خوش ومطمئن ہے) حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: گناہوں کے جھڑنے اور خطاؤں کے دور ہونے کی بشارت سے خوش ہو، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

''جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندہ مؤمن کو (بیماری ومصیبت میں) مبتلا کرتا ہوں اور وہ بندہ اس ابتلاء پر (دل گیرو ناخوش نہیں ہوتا بلکہ) میری تعریف کرتا ہے تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا (گناہوں سے پاک صاف ہوکر) اٹھتا ہے جیسا کہ وہ اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جس روز اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ نیز پروردگار بزرگ وبرتر (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ: میں نے اپنے بندہ کو قید میں ڈالا ہے اور اس آزمائش میں مبتلا کیا تھا، لہٰذا تم (اس کے نامہ اعمال) وہ (نیک) اعمال لکھنا جاری رکھو جو تم اس کے زمانہ صحت میں لکھا کرتے تھے۔'' [1]

بخار کو برا مت کہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر ہوا تو ایک شخص اسے برا کہنے لگا (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَسُبَّهَا فَإِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيدِ))

''کہ بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بخار گناہوں کو اسی طرح دور کرتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔'' [2]

---

[1] احمد (٤/١٢٤) (١٧٢٤٨)

[2] ابن ماجه، الطب، باب الحمىٰ (٣٤٦٩)

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ جب بخار گناہوں کو دور کر دیتا ہے تو عقل و دانش کا تقاضہ یہ ہونا چاہئے کہ بخار کے معاملہ میں شکرگزاری کی راہ پر لگا جائے نہ کہ ناشکری کی جائے چنانچہ مشائخ رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ بلا و مصیبت میں بھی اسی طرح شکر خداوندی کی جائے جس طرح نعمت و راحت میں خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند قدوس کسی پر جب کوئی بلا نازل فرماتا ہے تو اس بلاء میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی رحمت ہی پوشیدہ ہوتی ہے۔

بیمار کو دعا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلْتَ عَلَى مَرِيضٍ فَمُرْهُ أَنْ يَدْعُوَ لَكَ فَإِنَّ دُعَاءَهُ كَدُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ))

”جب تم بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو کہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے“ ❶

تفہیم الحدیث:

مریض کی دعا کو فرشتوں کی دعا کے مانند قرار دیا گیا ہے کیونکہ بیمار کی تو ملائکہ کے ساتھ بہت مشابہت ہوتی ہے بایں طور کہ جس طرح فرشتے گناہوں سے پاک و صاف رہتے ہیں، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں اور ہمہ وقت بارگاہ رب العزت میں دعا مناجات اور التجا کرتے رہتے ہیں، اسی طرح بیمار بھی گناہوں سے بچتا ہے، ہر وقت اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ہمہ وقت دعا درازی اور التجا میں مصروف رہتا ہے۔

وہ تو مثل شہید ہیں

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ ابن ماجه ،الجنائز ، باب ماجاء في عيادة المريض (١٤٤١)

''شہداء اور وہ لوگ جو اپنے بچھونوں پر (یعنی اپنے گھروں میں) مرے ہیں (اور حقیقی شہید نہیں ہوئے ہیں) اپنے پروردگار بزرگ برتر کے سامنے ان لوگوں کے بارہ میں جو طاعون زدہ ہو کر مرے ہیں، جھگڑا کریں گے چنانچہ شہداء تو یہ کہیں گے کہ (یہ لوگ طاعون زدہ ہو کر مرے ہیں) ہمارے بھائی ہیں (یعنی ہماری طرح ہیں) (یعنی ہمارے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں لہٰذا انہیں ہمارا ہم مرتبہ ہونا چاہئے) کیونکہ جس طرح ہم قتل کیے گے تھے اسی طرح یہ بھی قتل کیے گئے تھے اور جو لوگ اپنے بچھونوں پر مرے ہیں کہیں گے کہ ہمارے بھائی ہیں (یعنی ہماری طرح ہیں) کیونکہ یہ لوگ اسی طرح بچھونوں پر مرے ہیں جس طرح کہ ہم مرے ہیں۔ پس ہمارا پروردگار فرمائے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھا جائے اگر ان کے زخم شہدا کے زخم کی مانند ہیں تو یہ شہداء میں سے ہیں (یعنی باعتبار ثواب کے شہداء کے ہم پلہ ہیں اور حشر ونشر میں) ان کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ جب دیکھا جائے گا تو ان کے زخم شہداء کے زخم کے مشابہ ہوں گے۔'' ❶

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''طاعون کی بیماری سے (یعنی جہاں یہ وبا پھیلی ہو وہاں) بھاگنے والا جہاد میں کفار کے مقابلہ سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور طاعون میں صبر کرنے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے'' ❷

تفہیم الحدیث:

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشابہت گناہ کبیرہ کے اعتبار سے ہے، یعنی جس طرح کفار کے مقابلہ سے بھاگنے والا گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہے اسی طرح طاعون سے بھاگنے والے کو بھی گناہ کبیرہ ہوتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتے ہوئے طاعون زدہ علاقہ سے بھاگنا کہ اگر میں یہاں سے

❶ سنن النسائی، الجهاد، باب مسألة الشهادة (٣١٦٤) واحمد (١٢٨/٤) (١٧٢٩١)

❷ احمد (٣٢٤/٣) (٤٥٣٢)

بھاگ جاؤں گا تو سلامت رہوں گا اگر نہ بھاگا تو مر جاؤں گا، کفر ہے۔ بظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طاعون میں صبر کرنے والے کو شہید کا ثواب ملتا ہے اگر چہ اس کی موت نہ ہو۔

اک مسافر کی طرح رہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے تو) میرا مونڈھا پکڑا (تا کہ میں متنبہ ہو جاؤں) پھر فرمایا:

((كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ))

''تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ (اس کے بعد لوگوں سے) فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو، نیز اپنی صحت کو بیماری سے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے غنیمت سمجھو۔ ❶

تفہیم الحدیث:

''گویا تم مسافر ہو'' کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو اس لیے کہ تم اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو اور دنیا دار لوگوں سے اور ان کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں اپنی بقا کو وہم وگمان میں بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعاً اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں سے مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا کہ تم کلیۃً اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح کہ ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال سے دور غیر وطن میں رہتا ہے۔

---

❶ بخاری، الرقاق، باب قول النبی ((کن فی الدنیا کانک غریب))(٦٤١٦) والترمذی (٢٣٣٣)

پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "بلکہ ایک راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی جگہ قیام بھی نہیں کرتا، لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفر گاہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔

وہ مثل خوشبو نکلتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مراوی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں اور روح سے کہتے ہیں کہ تو (جسد سے) نکل اس حال میں کہ تو اللہ تعالیٰ سے راضی ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی، بہترین رزق اور پروردگار کی طرف کہ جو تجھ پر غضبناک نہیں ہے چل، چنانچہ روح مشک کی بہترین خوشبو کی طرح (جسم سے) نکلتی ہے اور فرشتے اس کو (از راہ تعظیم و تکریم) ہاتھوں ہاتھ لے چلتے ہیں، یہاں تک کہ اسے لے کر آسمان کے دروازں تک آتے ہیں، وہاں فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ کیا خوب ہے یہ خوشبو جو تمہارے پاس زمین سے آ رہی ہے۔ پھر اسے ارواح مومنین کے پاس علیین میں یا جنت میں یا جنت کے دروازہ پر اور یا عرش کے نیچے کہ جہاں مومنین کی روحیں اپنے اپنے حسب مراتب و درجات رہتی ہیں رکھا جاتا ہے چنانچہ وہ روحیں اس روح کے آنے سے اسی طرح خوش ہوتی ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص اس وقت خوش ہوتا ہے جب کہ اس کے پاس اس کا غائب آتا ہے یعنی تم میں سے کوئی شخص جب سفر سے واپس آتا ہے تو جس طرح اس کے اہل و عیال اس کی واپسی پر خوش ہوتے ہیں، اس طرح آسمان میں مومنین کی روحیں اس وقت بہت زیادہ خوش ہوتی ہیں جب کہ کسی مومن کی روح زمین سے ان

کے پاس آتی ہے، پھر تمام روحیں اس روح سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کیا کرتا ہے اور فلاں کیا کرتا ہے؟ یعنی روحیں ان متعارفین کے بارے میں جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ کر آئی تھیں نام بنام پوچھتی ہیں کہ فلاں فلاں شخص کا کیا حال ہے مگر پھر روحیں (خود) آپ میں کہتی ہیں کہ اس روح کو چھوڑ دو (ابھی کچھ نہ پوچھو کیونکہ) یہ دنیا کے غم و آلام میں تھی (جب اسے ذرا سکون مل جائے تو پوچھنا) چنانچہ روح (جب سکون پا لیتی ہے تو خود کہتی ہے) کہ فلاں شخص (جو بدکار تھا اور جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو) مر گیا، کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ چنانچہ وہ روحیں اسے بتاتی ہیں کہ وہ تو دوزخ کی آگ کی طرف لیے گئے اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ کا فرش لے کر آتے ہیں اور اس کی روح سے کہتے ہیں کہ اے روح نکل (کافر کے جسم سے) مردار کی بدبو کی طرح نکلتی ہے، پھر فرشتے اسے آسمان کے دروازوں کی طرف لاتے ہیں وہاں فرشتے کہتے ہیں کہ " کتنی بری ہے یہ بدبو! پھر اس کے بعد اسے کافروں کی ارواح کے پاس لے جایا جاتا ہے۔" ❶

گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ہم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازہ کے ساتھ چلے ہم قبر پر پہنچے (قبر تیار نہ ہونے کی وجہ سے) ابھی جنازہ سپرد خاک نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے ہم بھی آپ کے گرداگرد (اس طرح) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یعنی ہم بالکل خاموش سر جھکائے بیٹھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین کرید رہے تھے (جس طرح کہ کوئی شخص انتہائی تفکر و استغراق کے عالم میں ہوتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اوپر

❶ سنن النسائی ،الجنائز ، باب مایلقی به المؤمن من الکرامة عند خروج نفسه(۱۸۳۳)

اٹھایا اور (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا: عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ آپ ﷺ نے دو یا تین بار فرمایا۔ اور پھر فرمایا: جب بندۂ مومن دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے (یعنی مرنے کے قریب ہوتا ہے) تو اس کے پاس آسمان سے نہایت روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں (جن کے چہرہ کی چمک دمک ایسی ہوتی ہے) گویا کہ ان چہرے آفتاب ہیں، ان کے ہمراہ جنت کا (یعنی ریشمی کپڑے کا) کفن اور جنت کی خوشبو (یعنی مشک وعنبر وغیرہ کی خوشبو) ہوتی ہے اور وہ (بسبب کمال ادب اور روح نکلنے کے انتظار میں) اس کے سامنے اتنی دور کہ جہاں تک کہ اس کی نگاہ پہنچ سکے، بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتے ہیں اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتے ہیں کہ: اے پاک جان اللہ بزرگ وبرتر کی طرف سے مغفرت وبخشش اور اس کی خوشنودی کی طرف پہنچنے کے لیے جسم سے نکل، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) بندۂ مومن کی جان (اس کے جسم سے) اس طرح (یعنی آسانی اور سہولت سے) نکل آتی ہے جس طرح کہ مشک سے پانی کا قطرہ بہ نکلتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں، جب ملک الموت اسے لے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے یعنی غایت اشتیاق کی بناء پر فوراً اس جان کو ملک الموت کے ہاتھوں سے (اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اس کو اس کفن میں اور اس خوشبو میں کہ جسے وہ اپنے ہاتھ میں لائے تھے رکھ لیتے ہیں، اور اس جان سے بہترین وہ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر (زمین کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی فنا تک) پائی جانے والی مشک کی بہترین خوشبوؤں کے مانند ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ: پھر وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں، چنانچہ جب وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں تو (زمین وآسمان کے درمیان موجود) فرشتوں کی کسی بھی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کون ہے؟ وہ فرشتے جو اس روح کو

لے جا رہے ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا (یعنی اس کی روح) ہے اور وہ فرشتے اس کو بہترین نام و لقب (اور اس کے اوصاف) بتاتے ہیں جن کے ذریعہ اہل دنیا اس کا ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح سوال و جواب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ فرشتے اس کو لے کر آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان تک) پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں جو ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے (اسی طرح ہر آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے) اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں تک (اسی اعزاز و اکرام کے ساتھ) پہنچا دیا جاتا ہے۔ پس اللہ عزوجل (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ اس بندہ کا نامہ اعمال علیین میں رکھو اور اس جان کو زمین کی طرف یعنی اس کے بدن میں جو زمین میں مدفون ہے واپس لے جاؤ (تاکہ یہ اپنے بدن میں پہنچ کر قبر کے سوال و جواب کے لیے تیار رہے) کیونکہ بے شک میں زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے اور زمین ہی میں ان کو (یعنی اجسام وارواح کو) واپس بھیجتا ہوں اور پھر زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے بعد وہ جان اپنے جسم میں پہنچا دی جاتی ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے (یعنی منکر نکیر) آتے ہیں جو اسے بٹھلاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ بندۂ مومن جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ (یعنی رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟ جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ یہ تم نے کیسے جانا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور دل سے اسے سچ جانا (جس کی وجہ سے مجھے آنحضرت ﷺ کا رسول ہونا معلوم ہوا پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے (یعنی خدا کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ) میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ اسے جنت کا لباس پہنا اور اس کے

لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چنانچہ اس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے۔ پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کردیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے بعد اس کے پاس ایک خوبصورت شخص اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ خوشخبری ہو تجھے اس چیز کی جو تجھے خوش کرنے والی ہے، یعنی تیرے لیے وہ نعمتیں تیار ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندۂ مومن اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے اور تم بھلائی کو لائے ہو اور اس کی خوشخبری سناتے ہو وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں (جو اس شکل وصورت میں آیا ہوں) آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا بندۂ مومن (یہ سن کر) کہتا ہے "اے میرے پروردگار! قیامت قائم کردے، قیامت قائم کردے، قیامت قائم کردے تاکہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف جاؤں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور جب بندۂ کافر دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے (یعنی اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے) تو اس کے پاس سے آسمان سے (عذاب کے) کالے چہروں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ اتنی دور کہ جہاں تک نگاہ پہنچ سکے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتا ہے کہ اے خبیث جان ! خدا کی طرف سے عذاب (مبتلا کیے جانے کے لیے جسم سے باہر) نکل ! آپ ﷺ نے فرمایا (کافر کی روح یہ سن کر) اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (یعنی روح کافر جب عذاب خداوندی کے آثار دیکھتی ہے تو اس کے خوف سے اپنے جسم سے نکلنے کے لیے تیار نہیں بلکہ پورے جسم میں چھپی چھپی پھرتی ہے بخلاف مومن کی روح کے کہ وہ انوارِ الٰہی اور پروردگار کے کرم کے آثار دیکھ کر جسم سے خوشی خوشی نکل آتی ہے) چنانچہ ملک

الموت اس روح کو سختی اور زور سے باہر نکالتا ہے جیسا کہ ترصوف سے آنکڑا کھینچا جاتا ہے (یعنی جس طرح ترصوف سے آنکڑا بڑی سختی اور مشکل سے کھینچا جاتا ہے اور اس سختی سے کھینچنے کی وجہ سے صوف کے کچھ اجزاء اس آنکڑا سے لگے ہوئے باہر آ جاتے ہیں تو یہ حال ہوتا ہے کہ جیسے کہ روح کے ساتھ رگوں کے کچھ اجزاء لگے ہوئے باہر آ گئے ہیں) جب ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے دوسرے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اسے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اس روح میں سے ایسے (سڑے ہوئے) مردار کی بدبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پایا جائے۔ وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں چنانچہ جب وہ فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون ناپاک روح ہے؟ وہ فرشتے جو اسے لے جا رہے ہوتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے (یعنی فلاں شخص کی روح ہے) اور اس کے برے نام برے اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ جن نام و اوصاف سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اسے آسمان سے دنیا تک پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اس کے واسطے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔

پھر آنحضرت ﷺ نے استدلال کے طور پر یہ آیت پڑھی۔

﴿لاتفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط﴾ ''ان کافروں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس روح کا اعمال نامہ سجین میں لکھ دو جو سب سے نیچے کی زمین ہے۔ چنانچہ کافر کی روح (نیچے) پھینک دی جاتی ہے، پھر آنحضرت ﷺ

نے (استدلال کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿ومن یشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مكان سحیق ﴾ جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ ایسا ہے جیسے آسمان سے (یعنی ایمان وتوحید کی بلندی سے کفروشرک کی پستی میں) گر پڑا۔ چنانچہ اسے پرندے اچک لیتے ہیں (یعنی وہ ہلاک ہو جاتا ہے) یا ہوا اسے (اڑا کر) دور پھینک دیتی ہے (یعنی رحمت خداوندی سے دور ہو جاتا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسے شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ مقام قرب سے دور جا پڑا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا) اس کی روح اس کے جسم میں آ جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہا میں نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہا میں نہیں جانتا پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ یہ شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ! میں نہیں جانتا! (اس سوال و جواب کے بعد) پکارنے والا آسمان کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے، لہٰذا اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو! ۔ چنانچہ (اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے) جس سے اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس کے لیے اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ (دونوں کنارے مل جانے سے) اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت شخص آتا ہے جو برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے اور اس سے بدبو آتی رہتی ہے اور وہ اس سے کہتا ہے کہ تو وہ بری خبر سن، جو تجھے رنج وغم میں مبتلا کر دے، آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے (دنیا میں) وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ انتہائی برا ہے جو برائی لیے ہوئے آیا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ تیرا برا عمل ہوں (یہ سن کر) مردہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار

قیامت قائم نہ کیجیے۔

ایک اور روایت میں اسی طرح منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب مومن کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو ہر وہ فرشتہ جو آسمان وزمین کے درمیان ہے اور ہر وہ فرشتہ جو آسمان میں ہے اس پر رحمت بھیجتا ہے۔ اس لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور (ہر آسمان کا) ہر دروازہ والا (فرشتہ) اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اس مومن کی روح اس کی طرف سے آسمان پر لے جائی جائے (تاکہ وہ اس مومن کی روح کے ساتھ چلنے کا شرف حاصل کر سکے) اور کافر کی روح رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے چنانچہ زمین وآسمان کے درمیان تمام فرشتے اور وہ فرشتے جو (پہلے آسمان کے) ہیں اس پر لعنت بھیجتے ہیں، اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پہلے آسمان کے تمام دروازے والے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ (اس کافر) کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھائی جائے۔ ❶

تفہیم الحدیث:

''علیین'' ایک جگہ کا نام ہے جو ساتویں آسمان پر واقع ہے اور جس میں نیک لوگوں کے اعمال نامے رہتے ہیں۔

''سجین'' ساتویں زمین کے نیچے دوزخ کی گہرائیوں کا ایک جگہ کا نام ہے جہاں دوزخیوں کے نامہ اعمال رکھے جاتے ہیں چنانچہ حدیث کے الفاظ (اکتبوا کتابه فی سجین فی الارض السفلیٰ) میں اس طرف اشارہ ہے کہ دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔

اے میرے اللہ! میرے گناہ دھو ڈال جیسے...!

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا یاد کر لی جو آپ (تیسری تکبیر کے بعد) فرماتے ہیں

❶ ابو داؤد، السنة، باب فی مسألة فی القبر وعذاب القبر (٤٧٥٣) احمد (٤/٢٨٧) (١٨٧٣٣)

کہ (اور وہ یہ ہے)

((اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلاً خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ أَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ))

''اے اللہ! اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحم فرما (یعنی اس عبادات وطاعات قبول فرما) اسے عافیت میں رکھ، اس کی (لغزشوں) سے درگزر فرما (جنت میں) اس کی اچھی مہمانی کر، اس کی قبر کشادہ فرما، اس کو پانی سے برف سے اور اولے سے پاک کردے (یعنی طرح طرح کی مغفرتوں سے اس کے گناہ صاف کرادے۔ اسے گناہوں سے پاکیزہ فرمادے) جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اسے (دنیا کے) اس گھر سے (آخرت کا) بہتر گھر عطا فرما اس کے خادموں سے بہتر خادم عطا فرما اور اس بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما، اسے (بغیر عذاب کے ابتداء ہی میں) جنت میں داخل کرا اور اسے قبر کے عذاب سے یا فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ دے "اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ اس کے قبر کے فتنہ سے یعنی فرشتوں کے جواب میں متحیر ہونے سے اور آگ کے عذاب سے بچا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس میت کے لیے یہ دعا سنی تو مجھے بڑا رشک آیا اور بے اختیار میرے دل سے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میری میت ہوتی تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا میرے لئے فرماتے۔'' [1]

---

[1] صحیح مسلم، الجنائز، باب الدعا للمیت فی الصلاۃ (۲۲۳۲) والنسائی (۱۹۸۳) وابن ملاجۃ ۱۵)

دنیا کی اہمیت مچھر کے پر جتنی بھی نہیں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةَ مَآءٍ))

''اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر جتنی بھی اہمیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' ❶

جیسے تم میں سے کوئی آدمی سمندر میں...!

نیز نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَاللهِ! مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهٖ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ))

''اللہ کی قسم! دنیا کی قدر و قیمت آخرت کے مقابلے میں اتنی ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی آدمی سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے' پھر دیکھے کہ وہ انگلی کتنا پانی لے کر آئی ہے۔'' ❷

حافظ قرآن کی مثال

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْإِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ))

''حافظ قرآن کی مثال رسی سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر وہ اس اونٹ

❶ جامع الترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في هوان الدنيا...... (٢٣٢٠) وسلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني (٩٤٠)

❷ صحيح مسلم، كتاب الجنة، باب فناء الدنيا ...... (٢٨٥٨)

کا خیال رکھتا ہے تو وہ اپنے کھونٹے سے بندھا رہتا ہے اور اگر اسے کھول دے گا تو وہ چلا جائے گا۔" ❶

دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

((اَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَنْكِبِيَّ فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ))

رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑا اور فرمایا: "تم دنیا میں اس طرح رہو گویا پردیسی ہو یا جیسے راہ گیر ہوتا ہے۔" ❷

جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کہو..!

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ))

"جب تم اذان دینے والے کو سنو تو جیسا وہ کہتا ہے ویسا ہی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو۔" ❸

تفہیم الحدیث:

۱۔ اذان کا جواب دینے کی تاکید و ترغیب اور اہمیت۔

۲۔ اذان کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنے کی ترغیب۔

۳۔ ثابت ہوا کہ اذان سے پہلے پڑھا جانے والا مصنوعی درود خلافِ سنت ہے۔ درود اذان

---

❶ صحيح البخارى (٥٠٣١) و صحيح مسلم (٧٨٩) وموطأ إمام مالك(٤٢٤)

❷ صحيح البخارى (٦٠٥٣)و مسند الإمام أحمد (٦١٥٦)

❸ صحيح مسلم، الصلوة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن (٣٨٤)و جامع الترمذى، المناقب عن رسول الله ﷺ، باب فى فضل النبى ﷺ(٣٦١٤)

کے بعد پڑھنا چاہیے اور مسنون پڑھنا چاہیے، نیز اذان کے بعد آواز بلند درود پڑھنا ثابت نہیں۔

وہ بجو کی شکل ہوگا..!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد وغبار جما ہوگا چنانچہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کہیں گے۔ میں نے دنیا میں تمہیں کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ آزر کہے گا اچھا آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا، حضرت ابراھیم علیہ السلام اپنے رب سے درخواست کریں گے اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا لیکن اس سے زیادہ رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے محروم ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابراھیم تمہارے دونوں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ حضرت ابراھیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ غلاظت میں لت پت ایک بجو ہے جسے (فرشتے) پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔'' ❶

جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَآءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا اِلَّا هَالِكٌ))

''لوگو! میں تمھیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جارہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح

---

❶ صحیح بخاری ، بدء الخلق :باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا (۳۳۵۰)

روشن ہے اور جس نے اس سے منہ موڑا سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔'' ❶

اس کو بھی اس کے مثل دیجئے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ رسولُ اللهِ ﷺ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ، فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ ، وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَ أَعْطَى نَاسًا مِنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ وَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ. فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللهِ! أَنَّ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَاعُدِلَ فِيهَا، وَمَا أُرِيدَ فِيهَا وَجْهُ اللهِ. فَقُلْتُ: وَاللهِ! لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ: فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ. ثُمَّ قَالَ: ''فَمَنْ يَعْدِلُ أُذَا لَمْ يَعْدِلِ اللهُ وَرَسُولُهُ؟ ثُمَّ قَالَ: يَرْحَمُ اللهُ مُوسَى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ''. فَقُلْتُ: لَا جَرَمَ لَا أَفَعُ أَلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيثًا))

''جب حنین کا دن تھا (یعنی جنگ حنین کا واقعہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں کچھ لوگوں کو (تالیف قلب کے طور پر) ترجیح دی (یعنی انہیں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں زیادہ یا اچھا مال عطا کیا) پس آپ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ بن حصن کو بھی اس کے مثل دیئے اور بعض اشراف عرب کو آپ نے عطیے دیئے اور انہیں بھی اس روز تقسیم میں ترجیح دی۔ ایک شخص نے (یہ دیکھ کر) کہا، اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل کے تقاضے پورے نہیں کئے گئے اور اللہ کی رضا مندی اس میں پیش نظر نہیں رکھی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کو ضرور ان باتوں سے آگاہ کروں گا، چنانچہ میں آپ

❶ كتاب السنة لابن عاصم تحقيق از البانی (٤٩)

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شخص نے جو کچھ کہا تھا عرض کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، حتیٰ کہ وہ ایسے ہو گیا جیسے سرخ رنگ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، پھر کون انصاف کرے گا جب اللہ اور اس کا رسول انصاف نہیں کرے گا؟ پھر مزید فرمایا، اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ایذائیں پہنچائی گئیں، لیکن انہوں نے صبر کیا۔ پس میں نے (اپنے دل میں) کہا، یقیناً میں آئندہ آپ تک کوئی بات نہیں پہنچاؤں گا۔" ❶

مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ! أَنَّكَ تُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا قال: "أَجَلْ أَنِّي أُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلانِ مِنْكُم" قُلْتُ: ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ؟ قال: "أَجَلْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا أَلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ، وَحُطَّتْ عَنْهُ ذُنُوبُهُ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا))

میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ آپ کو بخار تھا۔ میں نے کہا، یارسول اللہ! بلاشبہ آپ کو شدید بخار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں، مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تمہارے دو آدمیوں کو۔ میں نے کہا، آپ کے لئے اجر بھی دوگنا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں یہ ایسا ہی ہے۔ جو بھی مسلمان، اسے کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا لگے یا اس سے بڑی تکلیف آئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی برائیاں دور فرما دیتا ہے اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں، جیسے (پت جھڑ کے موسم میں) درخت سے

❶ صحیح بخاری، فرض الخمس، باب ماکان النبی ﷺ یعطی المؤلفة قلوبهم...(۳۱۵۰) و مسلم (۱۰۶۲)

اس کے پتے گرتے ہیں۔"❶

شہید کی مثل اجر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ، فَأَخْبَرَهَا "أَنَّهُ كَانَ عَذَاباً يَبْعَثُهُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى مَنْ يَشَاءُ، فَجَعَلَهُ اللّٰهُ تَعَالَى رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ فِي الطَّاعُونِ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِباً يَعْلَمُ أَنَّهُ لا يُصِيبُهُ أَلَّا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ))

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتلایا کہ یہ عذاب تھا، جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا، اسے نازل فرماتا۔ اب اللہ نے اسے مومنوں کیلئے رحمت (کا ذریعہ) بنا دیا ہے۔ پس جو بندہ طاعون (کی بیماری) میں مبتلا ہو جائے اور وہ اپنے (طاعون زدہ) شہر ہی میں صبر کرتا ہوا، ثوابِ آخرت کی نیت سے ٹھہرا رہے، اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے، تو ایسے شخص کیلئے شہید کی مثل اجر ہے۔"❷

تفہیم الحدیث:

طاعون یا اور اسی قسم کی وبائی بیماری میں اللہ کی تقدیر و مشیت پر ایمان رکھتے ہوئے، اسی شہر میں ٹھہرے رہنا اور اس میں مبتلا ہونے کی صورت میں جزع فزع اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا، ایک مومن کو شہادت کے رتبے سے ہمکنار کر سکتا ہے، جیسے اور بھی بعض لوگوں کو یہ اجر ملے گا۔ جیسے غرق ہو کر مرنے والے کو، حالت زچگی میں فوت ہونے والی عورت کو، وغیرہ

❶ صحیح بخاری، کتاب المرضی، باب شدة المرض (٥٦٤٧) وصحیح مسلم، البر، باب ثواب المومن فیما یصیبه (٢٥٧١)

❷ صحیح بخاری، الطب، باب اجر الصابر فی الطاعون (٥٧٣٤)

وغیرہ۔ یہ حکم اس لئے ہے تاکہ یہ وبائی مرض دوسرے شہروں میں نہ پھیلے۔علاوہ ازیں دوسرے شہروں کے رہنے والوں کے لئے حکم ہے کہ وہ طاعون زدہ شہر میں جانے سے اجتناب کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت اور علاج کے اسباب اختیار کرنا،تقدیر الٰہی پر ایمان رکھنے کے منافی نہیں ہے،اسی طرح مرض پر صبر،اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر پر رضا مندی کی دلیل ہے جو کمال ایمان ہے۔(واللہ اعلم)

اے اللہ کے رسول ﷺ طاعون کیا ہے..؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے طاعون کی حقیقت دریافت کی تو آپ ﷺ نے مجھے بتایا:

> ”کہ (ویسے تو) یہ عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بھیجتا ہے (لیکن) اللہ تعالیٰ نے اسے (ان) مؤمنین کے لئے (باعث) رحمت قرار دیا ہے (جو اس میں ابتلاء کے وقت صبر کرتے ہیں) اور جس شہر یا جس جگہ طاعون ہو اور (کوئی مؤمن) اپنے اس شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر کرنے والا اور اللہ سے ثواب کا طالب رہے (یعنی اس طاعون زدہ علاقہ میں کسی اور غرض ومصلحت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی خاطر ٹھہرا رہے) نیز یہ جانتا ہو کہ اسے کوئی چیز (یعنی کوئی اذیت ومصیبت) نہیں پہنچے گی مگر صرف وہی جو اللہ نے (اس کے مقدر میں لکھ دی اور جس سے کہیں مفر نہیں) تو اس مؤمن کو شہید کے مانند ثواب ملے گا۔“ ❶

جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی

سیدنا ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے،تو آپ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

❶ بخاری،احادیث الانبیاء،(٣٤٧٤)

((اَمَرَنَا اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ یَارَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ؟))

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے ہمیں آپ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے، تو ہم کیسے آپ پر درود وسلام پڑھیں؟''

پس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ آپ سوال ہی نہ کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ پڑھا کرو۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ ،وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ ،وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ))

''اے اللہ! محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی۔ اور محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراھیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے اور سلام (اسی طرح پڑھنا ہے) جیسے تم جانتے ہو۔'' [1]

زیادہ بلاء میں مبتلا کون ہوتا ہے..؟

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا:

کہ لوگوں میں کون شخص (محنت ومصیبت کی) زیادہ بلاء میں مبتلا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ))

''انبیاء'' پھر وہ لوگ جو انبیاء سے بہت زیادہ مشابہ ہوں پھر وہ لوگ جوان سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔''

[1] صحیح مسلم(٤٠٥)

(پھر آپ ﷺ نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہٰذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت و بلاء میں گرفتار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ (اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' ❶

گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی عمل ایسا بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے۔؟

آپ ﷺ نے فرمایا، حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لیے یہ بہت آسان بھی ہے پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور خانہ کعبہ کا حج کرو، پھر اس کے بعد فرمایا ''اے معاذ رضی اللہ عنہ! کیا تمہیں خیر و بھلائی کے دروازوں تک نہ پہنچادوں (تو سنو) روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے (جو گناہ سے بچاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے)

((وَالصَّدَقَةُ تُطْفِءُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِءُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ))

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور اسی طرح رات (تہجد) میں مومن کا نماز پڑھنا (گناہ کو ختم کر دیتا ہے)''

---

❶ ترمذی، الزهد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء (۲۳۹۸) و ابن ماجه (۴۰۲۳) والدارمی (۲۷۸۳) امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث حسن صحیح ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں تہجد گزاروں اور رات میں اللہ کی عبادت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پوری آیت کا ترجمہ ہے ان (مومنین صالحین) کے پہلو (رات میں) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف و امید سے پکارتے اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان کے اعمال کا صلہ (انعام) ہے جو وہ کرتے تھے۔ ❶

حضرت داؤد علیہ السلام کی مثل روزے رکھو

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (میری بابت) بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں، اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا دن کو روزہ رکھوں گا اور رات کو قیام کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

((أَنْتَ الَّذِي تَقُو لُ ذٰلِكَ ؟))

''کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟''

میں نے آپ سے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یقیناً یہ باتیں میں نے کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم ان کی طاقت نہیں رکھو گے، اس تم روزہ رکھو (بھی) اور (کبھی) چھوڑ بھی دو۔ اسی طرح (رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ اور (کچھ حصہ) قیام کرو اور مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو، اس لئے کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے، تمہارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی مثل ہو جائے۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ تم ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن روزے کا ناغہ کیا کرو۔ میں نے کہا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو، ایک دن چھوڑ دو! یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ روزوں میں سب سے معتدل اور مناسب طریقہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے، یہ سب سے

---

❶ صحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسیه بالزنی (١٦٩٦)

افضل روزہ ہے میں نے کہا، میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔رسول اللہ والا نے فرمایا، اس سے زیادہ فضیلت والا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ بڑھاپے میں مجھے احساس ہوا کہ) اگر میں (ہر مہینے) وہ تین روزے رکھنے قبول کر لیتا جن کی بابت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبوب ہوتا۔ایک اور روایت میں ہے (نبی ﷺ نے فرمایا) کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم دن کو روزہ رکھتے اور رات کو نوافل پڑھتے ہو؟ میں نے کہا، بالکل صحیح ہے یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ایسا) نہ کرو تم روزہ رکھو (بھی) اور (کبھی) چھوڑ بھی دو (اسی طرح رات کا کچھ حصہ) سو جاؤ اور (کچھ حصہ) قیام کرو۔اس لئے کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان اور ملاقاتی کا بھی تم پر حق ہے تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لیا کرو، بے شک تمہارے لئے ہر نیکی کا اجر دس گنا ہے (اس طرح تین دن کے روزے، ۳۰ روزوں کے برابر ہیں) بلاشبہ تمہارا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی صورت ہو جائے گا۔ (لیکن آپ کے اس مشورے کے مقابلے میں) میں نے سختی کو پسند کیا، تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے اندر کافی قوت پاتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کی مثل روزے رکھو، اور اس پر اضافہ نہ کرو۔ میں نے پوچھا، حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ کس طرح کا تھا؟ آپ نے فرمایا، نصف زمانہ (یعنی ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن ناغہ کرنا) پس حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بوڑھے ہونے کے بعد فرمایا کرتے تھے، ہائے کاش! میں نے رسول اللہ ﷺ کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔ایک اور روایت میں ہے (نبی ﷺ نے فرمایا) کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور (رات کو) ساری رات قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا، بالکل صحیح ہے اے اللہ کے رسول! لیکن اس سے میرا مقصد سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں۔آپ نے فرمایا، پس تم اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام والا روزہ رکھو، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینے میں (ایک) قرآن پڑھو۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں

اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، پس ہر بیس دن میں اسے پڑھو! میں نے کہا اللہ کے پیغمبر! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، پس تم اسے دس دن میں پڑھو۔ میں نے کہا، میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں فرمایا تم اسے سات دن میں پڑھو (یعنی ختم کرو)، اس سے زیادہ مت کرنا۔ پس میں نے سختی کی تو مجھ پر بھی سختی کر دی گئی اور مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تمہیں نہیں معلوم شاید تمہاری عمر دراز ہو۔ حضرت عبداللہ (راوی حدیث) نے کہا، چنانچہ میں اس حال کو پہنچ گیا جو میری بابت نبی ﷺ نے فرمایا تھا۔ پس جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے چاہا کہ کاش میں وہ رخصت قبول کر لیتا جو اللہ کے پیغمبر ﷺ مجھے دے رہے تھے۔

اور ایک اور روایت میں ہے (آپ ﷺ نے فرمایا) اور بلاشبہ تمہاری اولاد کا بھی تم پر حق ہے۔ ایک اور روایت میں ہے (آپ نے فرمایا) اس کا روزہ نہیں جس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور سب سے زیادہ محبوب نماز اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ وہ آدھی رات سوتے اور اس کا تیسرا حصہ نماز پڑھتے اور پھر اس کے چھٹے حصے میں آرام فرماتے، اور وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ نہ رکھتے اور جب دشمن سے ان کی مڈھ بھیڑ ہوتی تو بھاگتے نہیں تھے۔ ایک اور روایت میں ہے (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میرے باپ نے میرا نکاح ایک خاندانی عورت سے کرا دیا، وہ اپنی بہو کا بہت خیال رکھتے تھے۔۔۔۔۔ یعنی اپنے بیٹے کی بیوی کا۔۔۔۔ پس وہ اس سے اس کے خاوند کی بابت پوچھتے تو وہ ان سے کہتی، آدمیوں میں سے اچھے آدمی ہیں جب سے ہم ان کے پاس آئے ہیں انہوں نے کبھی ہمارا بستر نہیں روندا (یعنی میرے ساتھ نہیں لیٹے) اور ہماری پردے والی چیز کو نہیں ٹٹولا (یعنی ہم بستری نہیں کی) جب اس طرح کی حالت کو لمبا عرصہ ہو گیا تو انہوں نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے (میرے والد سے، میری بابت) کہا کہ اس کو

مجھ سے ملواؤ، چنانچہ اس کے بعد میں آپ ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے پوچھا، تم روزہ کیسے رکھتے ہو؟ میں نے کہا روزانہ۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا، تم قرآن کیسے ختم کرتے ہو؟ میں نے کہا ہر رات کو۔ اس کے بعد ان باتوں کا ذکر کیا جو پہلے گزریں اور (عبداللہ بن عمرو) اپنے بعض گھر والوں کو (قرآن مجید کا) ساتواں حصہ سناتے جو وہ (رات کو نوافل میں) پڑھتے۔ دن کو اس کا دور فرما لیتے، تاکہ رات کو (اس کا پڑھنا) ان کے لئے آسان ہو جائے اور جب وہ قوت حاصل کرنا چاہتے، تو کچھ دن روزے چھوڑ دیتے اور ان کو گن لیتے اور اتنے روزے بعد میں رکھ لیتے، (کیونکہ) وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسی چیز چھوڑ دیں جس پر انہوں نے نبی ﷺ سے جدائی اختیار کی ہو۔ ❶

ایسے ہو جائیں جیسے کٹے ہوئے سر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام فَقَالَ لِي أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي فِي الْبَيْتِ يُقْطَعُ فَيَصِيرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوذَتَيْنِ تُوطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا الْكَلْبُ لِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ كَانَ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ فَأُمِرَ بِهِ فَأُخْرِجَ))

”میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں گذشتہ شب

---

❶ صحیح بخاری، الصوم، باب حق الجسم فی الصوم (۱۹۷۵) و صحیح مسلم، الصیام، باب النهی عن صوم الدهر (۱۱۵۹) یہ تمام روایات جو ذکر کی گئی ہیں صحیح ہیں، ان کا بیشتر حصہ بخاری و مسلم دونوں میں سے کسی ایک میں ہی ہے۔

آپ ﷺ کے پاس آیا تو تھا لیکن مجھ کو گھر میں آنے سے جس چیز نے روکا وہ یہ تھی کہ دروازے کے پردے پر تصویریں تھیں بایں طور کہ گھر میں جو رنگین منقش کپڑا تھا اس کا پردہ بنایا گیا تھا اور اس پر وہ تصویریں بنی ہوئی تھیں، نیز گھر میں کتا بھی موجود تھا لہٰذا آپ ﷺ ان تصویروں کے سر کاٹے جانے کا حکم دیجئے جو دروازے (کے پردے) پر ہیں اور ان تصویروں کے سر اس طرح کاٹ دیئے جائیں کہ ان کی ہیئت وشکل بدل جائے اور وہ درخت کی شکل کے ہو جائیں اور پھر اس پردہ کو کاٹ کر ان کے دو تکئے بنانے کا حکم دیجئے جو سہارا لے کر بیٹھنے اور تکیہ لگا کر سونے کے کام میں آنے کے لئے گھر میں فرش پر پڑے رہیں اور روندے جاتے رہیں۔ نیز کتے کو بھی گھر سے نکال باہر کرنے کا حکم دیجئے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا (جیسا کہ حضرت جبرائیل علی علیہ السلام نے بتایا تھا)"[1]

ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول کریم ﷺ نے دجال کے نکلنے اس کی فریب کاریوں اور اس کے فتنہ میں لوگوں کے مبتلا ہونے) کا ذکر فرمایا اگر دجال نکلے اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں اور دلیل کے ذریعہ اس پر غالب آ ؤں) اور اگر دجال اس وقت نکلا جب میں نہ ہوں گا تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا ہوگا اور میرا وکیل وخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے۔ دجال جوان ہوگا اس کے بال گھونگر یالے ہوں گے اور اس کی آنکھ پھولی ہوگی گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزیٰ سے تشبیہ دے سکتا ہوں پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورہ کہف

[1] سنن ابی داؤد، اللباس، باب فی الصور (٤١٥٨) وترمذی (٢٨٠٦)

کی ابتدائی آیات پڑھے۔اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس کو چاہئے کہ وہ۔۔۔اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے مامون ومحفوظ رکھیں گی (جان لو) دجال اس راستہ سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا (پس) اے اللہ کے بندو! (اس وقت جب کہ دجال نکلے) تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کتنے دنوں زمین پر رہے گا؟ آپ نے فرمایا: چالیس دن، (اور زمانہ کی طوالت کے اعتبار سے ان میں سے) ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دونوں کے مطابق (یعنی ہمیشہ کے دنوں کی طرح) ہوں گے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ان دنوں میں سے جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ نماز کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا۔ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ زمین پر کتنا زیادہ تیز چلے گا (یعنی اس کی رفتاری کی کیا کیفیت ہوگی؟) آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس مینہ یعنی ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا جس کے پیچھے ہوا ہو۔وہ ایک ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی اتباع کی طرف بلائے گا اور برائی کے راستہ پر لگائے گا) لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اس کے فریب میں آ کر اس کی اتباع کرنے لگیں) پھر وہ (اپنے تابعداروں کو نوازنے کے لئے) ابر کو بارش برسانے کا حکم علیہ السلام بر بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی۔پھر جب شام کو اس قوم کے (وہ) مویشی آئیں گے جو چرنے کے لئے صبح کے وقت جنگل وبیابان گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے اور اسکی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی خدائی کی طرف

بلائے گا اور کہے گا کہ مجھے اپنا پروردگار تسلیم کرو) لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے (یعنی وہ اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں گے، اور وہ ان کے پاس سے چلا جایگا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس قوم کی طرف سے پھیر دے گا) پھر اس قوم کے لوگ قحط وخشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال واسباب سے وبالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اس کے بعد دجال ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ ویرانہ دجال کے حکم کے مطابق اپنے خزانوں کو اگل دے گا اور) وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہولیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں۔ پھر دجال ایک شخص کو جو جوانی سے بھرپور یعنی نہایت قوی وتوانا جوان ہوگا اپنی طرف بلائے گا اور (اس بات سے غصہ ہو کر کہ وہ اس کی الوہیت سے انکار کر دے گا، یا محض اپنی طاقت وقدرت ظاہر کرنے اور اپنے غیر معمولی کارناموں کی ابتداء کے لئے) اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے پہ پھینکا جاتا ہے (یعنی اس کے جسم کے وہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر جا کر گریں گے جتنا فاصلہ تیر چلانے والے اور اس کے نشانے کے درمیان ہوتا ہے اور بعض حضرات نے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس کی تلوار کا ہاتھ اس کے جسم پر اس طرح پہنچے گا جس طرح تیر اپنے نشانے پر پہنچتا ہے) اس کے بعد دجال اس نوجوان (کے جسم کے ان ٹکڑوں) کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کے طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا،

غرضیکہ دجال اسی طرح کی فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں مشغول ہوگا کہ

((إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ

نَفَسِهِ إِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَى عِيسَى إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِي لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ .وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ .وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لِأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الْأَرْضِ فَلَا يَجِدُونَ فِي الْأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا مَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى اللَّهِ فَيُرْسِلُ اللَّهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ))

''اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے، وہ جس وقت اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں

گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائے (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا وہ مر جائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حد نظر تک جائے گی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے مکر و فریب اور فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد و غبار صاف کریں گے اور ان کو ان درجات و مراتب کی بشارت دیں گے جو وہ جنت میں پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کیے ہیں جن سے لڑنے کی قدرت وطت کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئی اتریں گے اور دوڑیں گے، (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جب ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی تو وہ اس کا سارا پانی پی جائے گی اور جب آخری جماعت گزرے گی تو بحیرہ طبر کو خالی دیکھ کر کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا ہے، چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا (تاکہ وہ اس بھرم میں رہیں کہ ہمارے تیر واقعتا آسمان والوں کا کام تمام کر کے واپس آئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو

ڈھیل دے دی جائے گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ تیر فضا میں پرندوں کو لگیں گے اور ان کے خون سے آلودہ ہوکر واپس آئیں گے، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کا فتنہ زمین ہی تک محدود نہیں رہے گا بلکہ زمین کے اوپر فضا میں بھی پھیل جائے گا) اس عرصہ میں خدا کے نبی اور ان کے رفقاء یعنی حضرت عیسی علیہ السلام اور اس وقت کے مؤمن کوہ طور پر روک رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ) اس کے لیے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا۔ (جب یہ حالت ہو جائے گی تو) اللہ کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لیے دعا کریں گے، پس اللہ تعالی ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا جس کی صورت میں ان پر الہ کا قہر اس طرح نازل ہوگا کہ سب کے سب ایک ہی وقت موت کے گھاٹ اتر جائیں گے)۔ اللہ کے نبی حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات سے آگاہ ہوکر) پہاڑ سے زمین پر آئیں گے اور انھیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو۔ (اس مصیبت کے دفعیہ کے لیے) حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا، جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے، اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں کو سات سات تک چلاتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا، خواہ صوف کا ہو، نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھوکر آئینے کی مانند صاف کر دے گی، پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں یعنی اپنی پیداوار کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا۔"

چنانچہ (زمین کی پیداوار اس قدر بابرکت اور باافراط ہوگی کہ) دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی، (یعنی اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا)، یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی، دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لیے کافی ہوگی۔ بہرحال لوگ اسی طرح کی خوش حال اور امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبو دار ہوا بھیجے گا جوان کی بغل کے نیچے کے حصے کو پکڑے گی (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغلوں میں ایک درد پیدا ہوگا) اور پھر وہ ہوا ہر مؤمن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے اور انھی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ ❶

ایک روایت میں مزید وضاحت ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال نکلے گا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص (اس کا شر رفع کرنے کے لیے) اس کی طرف روانہ ہوگا، (راستے میں) اس شخص کو کچھ مسلح لوگ ملیں گے جو دجال کے محافظ ہوں گے، یہ لوگ اس مسلمان سے پوچھیں گے کہ کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں اس شخص کی طرف جا رہا ہوں جو وہاں (فتنہ وفساد پھیلانے کے لیے) نکلا ہے یعنی دجال۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ سن کر) دجال کے محافظ اس سے کہیں گے کہ تو ہمارے رب (دجال) پر ایمان کیوں نہیں لے آتا؟ وہ شخص جواب دے گا کہ ہمارے پروردگار کی صفات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں دجال کے آدمی (یہ سن کر آپس میں) کہیں گے کہ اس شخص کو مار ڈالو (جو ہمارے رب پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہے) لیکن بعض لوگ آپس ہی میں پھر یہ کہیں

❶ مسلم، الفتن، باب ذكر الدجال (٧٣٧٣)، ترمذی (٢٢٤٠)، وابن ماجة (٤٠٧٥)

گے کہ کیا ہمارے رب دجال نے اس سے منع نہیں کیا کہ ہم کسی کو اس کے حکم کے بغیر نہ ماریں۔ آخر کار وہ لوگ اس مسلمان شخص کو دجال کے پاس لے گئے اور وہ علامات کے ذریعے سے اس کو پہچان لے گا تو کہے گا کہ لوگو! جان لو، یہ وہی دجال ہے جس کا ذکر رسول کریم ﷺ نے (اپنی احادیث کے ذریعے سے) فرمایا تھا (کہ فلاں فلاں علامتوں کے ساتھ آخر زمانے میں نکلے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دجال اس شخص کی بات سنتے ہی آگ بگولا ہو جائے گا اور اس کو چت لٹانے کا حکم دے گا (اور بعض حضرات نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ زمین پر پیٹ کے بل یعنی اوندھا لٹانے کا حکم دے گا جیسا کہ مجرم کو سزا دینے کے لیے اوندھا لٹا دیا جاتا ہے)، چنانچہ اس شخص کو چت لٹا دیا جائے گا کہ اس کی پیٹھ اور پیٹ پلپلا ہو جائے گا اور پھیل جائے گا: آنحضرت نے فرمایا: اس کے بعد دجال کہے گا کہ کیا تو اب بھی مجھ پر ایمان نہیں لائے گا؟ وہ شخص کہے گا کہ (ہرگز نہیں) تو جھوٹا ہے، پھر (دجال کی طرف سے اس شخص کو چیرنے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے) کا حکم دیا جائے گا اور (اس حکم کے مطابق) اس کو آرے سے سر کی طرف سے چیرا جائے گا، یہاں تک کہ اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دجال (اپنے کارنامہ پر اتراتا ہوا، ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان ٹہلتا پھرے گا اور پھر کہے گا کہ کھڑا ہو جا، وہ مسلمان شخص (زندہ ہو کر) بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے گا، تب دجال کہے گا کہ اب تو مجھ پر ایمان لے آئے گا؟ وہ شخص جواب دے گا (ہرگز نہیں)، اب تو میرا یقین اور پختہ ہو گیا اور میری بصیرت اور زیادہ بڑھ گئی ہے، تو نے جس طرح مجھے پہلے قتل کیا اور پھر دوبارہ زندہ کر دیا اس سے مجھے کامل یقین ہو گیا ہے تو جھوٹا دجال ہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: س کے بعد وہ مسلمان شخص (وہاں موجود لوگوں کو مخاطب کر کے کہے گا کہ لوگو اچھی طرح جان لو) اس دجال نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے (یعنی پہلے قتل کرنا اور پھر دوبارہ زندہ کر دینا) اب کسی دوسرے آدمی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر دجال اس شخص کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا، مگر ہنسلی کی ہڈی تک اس کی گردن کو تانبے کا بنا

دیا جائے گا (یعنی اس کی پوری گردن تانبے کی طرح سخت اور ٹھوس ہو جائے گی تاکہ اس پر تلوار وغیرہ اثر انداز ہی نہ ہو سکے، شرح السنہ میں معمر کا یہ قول ہے کہ مجھ تک جو روایت پہنچی ہے اس میں یوں ہے کہ اس شخص کی گردن پر تانبے کا تختہ رکھ دیا جائے گا) جس کی وجہ سے وہ اس کو قتل نہیں کر سکے گا، اس کے بعد جھنجلا کر) اس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر پکڑ کر اس کو اٹھائے گا اور (اپنی آگ میں) پھینک دے گا، لوگ تو یہی خیال کریں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا گیا ہے، لیکن حقیقت میں وہ جنت میں پھینکا گیا ہوگا۔ (یہ بیان کرنے کے بعد) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: یہ شخص اللہ رب العالمین کے نزدیک شہادت کے اعتماد سے بہت بڑے درجہ کا حامل ہوگا۔ ❶

بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ))

"بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا، بدشگونی، ہامہ اور صفر یہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں، (البتہ) تم جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔" ❷

تفہیم الحدیث:

یہ خیال کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے، زمانۂ جاہلیت کی یادگار ہے، چنانچہ اہل عرب کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص بیمار کے پہلو میں بیٹھ جائے، یا اس کے ساتھ کھائے پیئے تو وہ بیماری اس میں بھی سرایت کر جائے گی، علماء لکھتے ہیں کہ عام طور پر اطباء کے نزدیک سات بیماریاں ایسی ہیں جو ایک دوسرے کو لگتی ہیں (۱) جذام (۲) خارش (۳) چیچک

❶ مسلم، الفتن، باب في فتنة الدجال وتحريم المدينة عليه (٧٣٧٧)

❷ بخاري، الطب، باب الجذام (٥٧٠٧) وأحمد (٩٧٢٠)

(۴) آبلے جو بدن پر پڑ جاتے ہیں (۵) گندہ ذہنی (۷) وبائی امراض۔

لہذا آپ ﷺ نے اس اعتقاد کا رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ مرض کا ایک سے دوسرے میں سرایت کرنا اور اڑ کر لگنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا، بلکہ اس کا تعلق نظام قدرت اور قادر مطلق کی مشیت سے ہے کہ جس طرح پہلا شخص بیمار ہوا ہے اسی طرح دوسرا شخص بھی اس بیماری میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ جب تمام امراض ہی کے بارے میں چھوت کے اعتقاد و نظریہ کی تردید کی گئی ہے تو پھر جذامی سے بھاگنے کا حکم کیوں دیا گیا اور اس طرح خود اس حدیث کے مفہوم میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب اس حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کسی بیماری کا ایک دوسرے کو اڑ کر لگنا، ہامہ اور صفر، ان سب کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (ایک دیہاتی نے کہ جو اپنے ناقص مشاہدے و تجربہ کی بنا پر خارش کو متعدی بیماری سمجھتا تھا) آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر عرض کیا: یا رسول اللہ! تو پھر ان اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا (جو اپنی تندرستی اور اپنی کھال کی صفائی ستھرائی کے اعتبار سے) ہرن کی مانند ریگستان میں دوڑے پھرتے ہیں، لیکن جب کوئی خارشی اونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارش زدہ بنا دیتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (اچھا تو یہ بتاؤ) پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا؟ یعنی خارش پیدا ہونے کے لیے یہی ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی سے اڑ کر لگے، لہٰذا جس طرح ان تندرست اونٹوں میں آ ملنے والے خارش زدہ اونٹ میں خارش کا پیدا ہونا بتقدیر الٰہی ہوتا ہے، اسی طرح دوسرے اونٹوں کا خارش زدہ ہونا جانا بھی حکم الٰہی کے تحت اور نظام قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔ ❶

گائے کی طرح زبان لپیٹ لپیٹ کر بات مت کرو

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ بخاري، الطب، باب لا هامة (٥٧٧٠)، ومسلم (٥٧٨٨)

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا))

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سخت ناپسندیدہ ہے جو کلام و بیان میں حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہر کرے بایں طور کہ وہ اپنی زبان کو اس طرح لپیٹ لپیٹ کر باتیں کرے جس طرح گائے اپنے چارے کو لپیٹ لپیٹ کر جلدی جلدی اپنی زبان سے کھاتی ہیں۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ زبان درازی اچھی چیز نہیں ہے، اپنی زبان اور کلام میں خواہ مخواہ حد سے زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہر کرنا، حاشیہ آرائی اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ اپنی بات کو پیش کرنا اور الفاظ کو چباچبا کر اور زبان کو لپیٹ لپیٹ کر چکنی چپڑی باتیں کرنا احمق لوگوں کے نزدیک تو ایک وصف سمجھا جاتا ہے، لیکن جو دانش مند اور عاقل لوگ اس وصف کے پیچھے چھپی ہوئی برائی کو دیکھتے ہیں کہ عام طور پر اس طرح باتیں بنانے والے لوگ جھوٹے اور حیلہ باز ہوتے ہیں، ان کے نزدیک اس وصف کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی لیے نبی نے فرمایا کہ ایسا شخص خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے لہٰذا اچھا کلام وہی ہے جو ضرورت کے بقدر اور سیدھا سادا ہو، نیز جس سے یہ واضح ہو کہ متکلم کے ظاہری الفاظ، اس کی باطنی کیفیات کے ہم آہنگ ہیں جو شریعت کا تقاضا بھی ہے۔

اس طرح ستارہ ٹوٹے تو..!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار صحابہ میں سے ایک صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رات کے وقت کچھ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی تیز روشنی پھیل گئی، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ ابوداؤد، الادب، باب ما جاء فی المتشدق فی الکلام (۵۰۰۵)، وترمذی (۲۸۵۳)، والصحیحۃ ۸۸۰

صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

((مَاذَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هَذَا))

''کہ تم زمانہ جاہلیت میں اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کیا کہتے تھے......؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ حقیقت حال کو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ہم تو یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا کیا گیا ہے، (یہ کبھی یہ کہتے کہ) آج کی رات کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے (یعنی ہم اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کسی بڑے اور اہم واقعے کی علامت سمجھا کرتے تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستارہ نہ تو کسی کی موت سے ٹوٹتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے، بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارا رب جس کا نام بابرکت ہے جب کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح (یعنی سبحان اللہ، سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتے ہیں)، پھر ان کی تسبیح کی آواز سن کر آسمان کے فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں، جو عرش اٹھانے والے فرشتوں کے قریب ہے، یہاں تک کہ اس تسبیح کی آواز ایک دوسرے آسمان سے ہوتی ہوئی آسمان دنیا پر رہنے والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتوں سے قریب ہوتے ہیں عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ وہ فرشتے ان کو وہ بات بتاتے ہیں جو پروردگار نے فرمائی ہے، پھر اس بات کو ان سے دوسرے فرشتے دریافت کرتے اور ان سے اور فرشتے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا پر رہنے والوں تک پہنچ جاتا ہے، پھر اس سنی ہوئی بات کو جنات اچک لیتے ہیں، یعنی وہ کان لگائے ایسی باتوں کے منتظر رہتے ہیں اور جب وہ چوری چھپے کوئی بات سن لیتے ہیں تو اس کو وہاں سے لے اڑتے ہیں اور اپنے دوستوں یعنی کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ ان جنات کو مارنے کے لیے ستارے پھینکے جاتے ہیں، (لہٰذا ان ستاروں کے پھینکے جانے کا سبب یہ ہے، نہ کہ وہ جس کا تم اعتقاد رکھتے ہو، یعنی کسی کی موت یا پیدائش وغیرہ)۔ اس طرح کاہن

اگر اس بات کو جو آسمان سے سنی گئی ہے اور جنات کے ذریعے سے اس تک پہنچی ہے جوں کی توں (یعنی اس میں کوئی تصرف اور کمی بیشی کے بغیر) بیان کریں تو وہ یقیناً صحیح ثابت ہوگی، (لیکن وہ کاہن ایسا نہیں کرتے بلکہ)، اس میں جھوٹی باتیں شامل کر دیتے ہیں اور ایک بات کی بہت سی باتیں بنا لیتے ہیں۔ ❶

وہ دوبارہ پہلے کی مثل کرتا ہے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (صبح کی) نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف متوجہ کرتے اور پوچھتے کہ آج کی رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ اس کو بیان کرتا اور آپ اس کی وہ تعبیر فرما دیتے جو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا۔ چنانچہ اپنے معمول کے مطابق ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وہی سوال کیا اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی شخص نے خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لیکن میں نے آج کی رات خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ دو شخص میرے پاس آئے (اور میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر مجھے مقدس سرزمین، ملک شام کی طرف لے گئے) پس ایک جگہ پہنچ کر میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے پاس آئے بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اپنے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا ہے اور وہ پھر اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے گلے میں ڈالتا ہے اور اس کو چیرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا چلا جاتا ہے، پھر وہ دوسرے گلے کے ساتھ اس طرح کرتا ہے (یعنی اس کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے) جب وہ گلہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے تو پھر پہلے کی طرح وہی عمل کرتا ہے (یعنی وہ گلے کو چیرتا ہے اور جب وہ گلہ درست ہو جاتا ہے تو پھر

❶ مسلم، السلام، باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان (۵۸۱۹)، الترمذی (۳۲۲۴)

چیرتا ہے غرضیکہ بار بار یہی عمل کرتا ہے اور یہ عمل جاری رہتا ہے) آنحضرت ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے (یہ مت پوچھیے کہ کیا ہو رہا ہے بلکہ آگے چلیے ابھی بہت عجائبات دیکھنے ہیں اس کی تعبیر معلوم ہو جائے گی) چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ آئے جہاں ایک شخص چت پڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس سر کے پاس اتنا بڑا پتھر لیے کھڑا تھا جس سے ہاتھ بھر جائے اور اس سے چت پڑے شخص کے سر کو کچلتا تھا، چنانچہ جب وہ پتھر کو (کھینچ کر) اس کے سر پر مارتا ہے تو پتھر سر کو کچل کر لڑھکتا ہوا دور چلا جاتا (پھر وہ دوبارہ مارنے کی غرض سے) اس پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا اور جب لوٹ کر آتا تو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس شخص کا سر درست ہو جاتا اور پھر وہ اس پر پتھر مارتا اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا کہ اس کا سر درست ہوتا رہتا اور وہ اس پر پتھر مارتا رہتا، میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ چلے چلیے۔ چنانچہ ہم آگے چلے، یہاں تک کہ ایک ایسے گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مانند تھا کہ اس کے اوپر کا حصہ تنگ تھا اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا اور اس کے اندر آگ بھڑک رہی تھی، جب آگ اوپر کی طرف بھڑکتی تو کچھ لوگ جو آگ کے اندر تھے (شعلوں کے ساتھ) اوپر آ جاتے یہاں تک کہ اس گڑھے سے نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب شعلہ کا زور گھٹ جاتا تو وہ سب پھر اندر چلے جاتے میں نے دیکھا کہ اس آگ میں کئی مرد تھے اور کئی عورتیں تھیں اور سب ننگے تھے میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے، تو ان دونوں نے کہا کہ چلے چلیے، چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسی نہر پر پہنچے جو (پانی کے بجائے) خون سے بھری ہوئی تھی، نہر کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے کنارے پر تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ جب وہ شخص جو نہر کے بیچ میں تھا (آگے کنارے پر) آیا اور چاہا کہ باہر

نکل آئے تو اس شخص نے جو کنارے پر تھا اس کے منہ پر پتھر پھینک کر مارا، جس سے وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا کہ نہر کے اندر کا آدمی جب باہر نکلنے کا ارادہ کرتا تو کنارے والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا اور اس کو اسی جگہ واپس کر دیتا۔ میں نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ چلے چلیے۔ چنانچہ ہم آگے چلے یہاں تک ایک سرسبز و شاداب باغ کے پاس پہنچے، اس باغ میں ایک بڑا درخت تھا اور اس کی جڑ پر ایک بوڑھا اور کچھ لڑکے (بیٹھے) تھے، پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے پاس ایک اور شخص بھی ہے جس کے آگے آگ جل رہی ہے، وہ اس کو جلا کر مزید بھڑکا رہا تھا، پھر وہ دونوں آدمی مجھ کو لے کر درخت پر چڑھے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو درخت کے بالکل درمیان تھا (اور یہ گھر اتنا اچھا تھا کہ) میں نے کبھی بھی اس سے اچھا کوئی گھر نہیں دیکھا، اس گھر میں کتنے ہی جوان بوڑھے، مرد تھے، کتنی ہی عورتیں اور کتنے ہی بچے تھے، اس کے بعد وہ دونوں مجھ کو اس گھر سے نکال کر درخت کے اوپر لے گئے اور مجھ کو ایک ایسے گھر میں داخل کیا جو پہلے گھر سے بھی بہت اچھا اور افضل تھا، اس میں بھی بوڑھے اور جوان آدمی موجود تھے۔ اب میں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ آج کی رات تم نے مجھ کو خوب گھمایا پھرایا، لیکن میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت سے تو مجھ کو آگاہ کرو؟ ان دونوں نے کہا کہ اچھا کہ ہم آپ کو بتاتے ہیں، (پھر انہوں نے بیان کرنا شروع کیا کہ) جس شخص کو آپ (ﷺ) نے دیکھا کہ اس کے کلے چیرے جا رہے تھے، وہ ایسا شخص ہے جو جھوٹا ہے، جھوٹ بولتا ہے اور اس کی جھوٹی باتیں نقل و بیان کی جاتی ہیں، جو دنیا میں چاروں طرف پھیلتی ہیں، جن سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں، چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جس شخص کو

آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا وہ ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالی نے قرآن سکھایا تھا، یعنی اس کو قرآنی علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی تھی، لیکن وہ شخص اس (قرآن سے) بے نیاز ہو کر رات میں سوتا رہا اور دن میں قرآن کے مطابق عمل نہیں کیا، چنانچہ اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جا رہا ہے جو آپ نے دیکھا اور اس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جن لوگوں کو آپ (ﷺ) نے تنور میں دیکھا ہے وہ زنا کار ہیں اور جس شخص کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے (ان سب کو بھی اپنے کیے کی سزا مل رہی ہے اور قیامت تک یوں ہی ملتی رہے گی) اور جس بوڑھے شخص کو آپ ﷺ نے درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پاس جو بچے ہیں وہ آدمیوں کی اولاد ہیں اور جو شخص درخت سے کچھ فاصلہ پر آگ جلا رہا ہے وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور درخت کے اوپر پہلا گھر جس میں آپ (ﷺ) داخل ہوئے تھے وہ (جنت میں عام) مومنوں کا مکان ہے اور یہ گھر (جو پہلے گھر سے اوپر واقع ہے) شہداء کا مکان ہے میں جبرائیل ہوں اور یہ جو میرے ساتھ ہیں میکائیل ہیں اور ذرا آپ اپنا اوپر سر اٹھائیے (آنحضرت ﷺ) فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر (نہایت بلندی میں) ابر کی مانند کوئی چیز ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تہ در تہ سفید ابر کی مانند کوئی چیز ہے ان دونوں نے کہا کہ یہ ابر کی مانند جو چیز آپ دیکھ رہے ہیں دراصل جنت میں آپ کا مکان ہے۔ میں نے کہا کہ تو پھر تم لوگ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے مکان میں چلا جاؤں، ان دونوں نے کہا کہ ابھی تو آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے جب آپ (ﷺ) اپنی عمر کو پورا کر لیں گے تو اپنے مکان میں چلے جائیں گے۔ [1]

---

[1] صحيح بخاري، الجنائز، باب (١٣٨٦)، أحمد (١٤/٥) (٢٠٤٢٧)

ایک روایت میں کچھ اس طرح وضاحت ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے اکثر یہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کو خواب دکھانا چاہتا اور وہ خواب دیکھتا تو وہ اپنا خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کر دیتا، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے بیان کیا:

کہ آج رات (میں نے خواب دیکھا کہ) دو شخص میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے اٹھا کر کہا ہمارے ساتھ چلیے، چنانچہ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے بعد حدیث کے راوی سمرہ نے وہی طویل حدیث بیان کی جو اس خواب سے متعلق گزر چکی ہے لیکن اس حدیث میں پہلی والی حدیث سے کچھ زیادہ باتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس ہم ایک باغ میں پہنچے جہاں (درختوں کی کثرت اور ان میں سر سبزی و شادابی کی بہتات کی وجہ سے) اندھیرا پھیلا ہوا تھا، باغ میں ہر طرف بہار ہی بہار تھی اور ہمہ اقسام کے شگوفے کھلے ہوئے تھے، پھر اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ باغ کے بیچوں بیچ ایک شخص کھڑا تھا وہ بہت لمبا کہ اس کا سر بھی مجھے نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ اس کی لمبائی آسمان سے باتیں کر رہی تھی، پھر مجھے یہ بھی نظر آیا کہ اس کے گرد بہت سے لڑکے تھے جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ یہ لمبا شخص کون ہے اور یہ لڑکے کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے مجھ سے کہا کہ آگے چلیے، چنانچہ ہم آگے چلے اور ایک بہت بڑے باغ کے پاس پہنچے جس سے بڑا اور جس سے اچھا کوئی اور باغ میں نے نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں پہنچ کر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ باغ کے اندر چلیے یا اس کے درختوں پر چڑھیے چنانچہ ہم چڑھے اور ایک ایسے شہر کے قریب پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے تعمیر کیا گیا ہے، پھر ہم اس شہر

کے دروازے پر آئے اور اس کو کھلوایا اور جب وہ دروازہ ہمارے لیے کھول دیا گیا تو ہم اندر داخل ہوئے اور اس شہر میں ہم ایسے کتنے ہی لوگوں سے ملے جن میں سے ہر ایک کے بدن کا آدھا حصہ اس سے بھی بہتر تھا جس کو تم دیکھتے ہو اور آدھا حصہ اس سے بھی بدتر تھا اور آدھا حصہ انتہائی حسین وتندرست تھا اور آدھا حصہ انتہائی بھدا و خراب تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں نے (جو مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے تھے) ان سب نے کہا کہ جاؤ اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں (کہ جب ان دونوں نے یہ بات کہی تو) میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عرضاً ایک نہر بہ رہی ہے جس کا پانی خالص دودھ کی طرح سفید ہے، چنانچہ وہ لوگ نہر کے پاس گئے اور اس میں کود گئے، پھر جب وہ (غوطہ لگا کر) ہمارے پاس واپس آئے تو ان کے جسم کی خرابی و برائی دور ہو چکی تھی۔

اور ان کا پورا جسم بہترین شکل وصورت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حدیث کے ان زیادہ الفاظ کی وضاحت میں فرمایا کہ وہ لمبے شخص جو باغ میں تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے گرد جو لڑکے تھے وہ ایسے بچے تھے جو فطرت پر مرجاتے ہیں، یعنی جو بچے چھوٹی عمر میں نابالغ مرجاتے ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہتے ہیں۔ راوی یہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اور مشرکوں کے لڑکے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کے نابالغ لڑکے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے پاس رہتے ہیں اور وہ لوگ جن کا آدھا جسم اچھا اور آدھا جسم برا تھا وہ ایسے لوگ تھے جن کے اعمال ملے جلے تھے کہ انہوں نے کچھ اچھے عمل کیے اور کچھ برے عمل، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ [1]

---

[1] بخاري، التعبير، باب تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح(٧٠٤٧)، أحمد(٥/٨)(٢٠٣٥٤)

تفہیم الحدیث:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی ﷺ سے یہ ہدایت واضح ہوتی ہے کہ امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ نماز فجر میں اسلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں سے متوجہ ہو، یہ بھی مستحب ہے کہ وہ امام مقتدیوں سے خواب دریافت کرے اور یہ بھی مستحب ہے کہ تعبیر بیان کرنے والا خواب کی تعبیر دن کے ابتدائی حصے میں بیان کردے تاکہ معاش روزگار میں مشغولیت کی وجہ سے ذہن منتشر نہ ہو اور دل جمی کے ساتھ تعبیر دے سکے۔

جس طرح تیروں کے ذریعے....!

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ نے شعر وشاعری کے متعلق جو حکم دیا ہے وہ آیت ظاہر ہے جو اس نے نازل فرمائی ہے؟ نبی نے ان کی اس بات کے جواب میں فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم کافروں کو اشعار کے ذریعہ اسی طرح زخم پہنچاتے ہو جس طرح تیروں کے ذریعے۔''

اور عبدالبر کی کتاب استیعاب میں یوں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شعر وشاعری کے متعلق آپ کیا حکم فرماتے ہیں یہ کوئی اچھی چیز ہے یا بری؟ نبی نے فرمایا مومن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اپنی زبان سے بھی۔ ❶

تفہیم الحدیث:

تین حضرات شعرائے اسلام میں ممتاز اور برتر حیثیت رکھتے ہیں ان میں ایک تو حضرت حسان بن ثابت تھے دوسرے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور تیسرے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تینوں حضرات اپنا الگ الگ شعری انداز رکھتے ہیں۔

---

❶ شرح السنۃ الاستئذان، باب الشعر والرجز (۲: ۳۳۱) صحیح ابن حبان (۱۸: ۲)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اشعار خصوصیت سے ایسے مضامین پر مشتمل ہوتے تھے جو کفار ومشرکین کو جنگ و جہاد کے خوف میں مبتلا کرتے تھے اور ان کے دلوں پر رعب وہیبت کے اثرات مرتب کرتے تھے، حضرت حسان اپنے اشعار کے ذریعہ سے دشمنان دین ودشمنان رسول کے حسب ونسب پر طعن وتشنیع کے تیر چلاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار کا رخ کفار مشرکین کی توبیخ وسرزنش کی طرف رہتا تھا۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ نے قرآن کریم کی یہ آیت: ﴿ والشعراء يتبعهم الغاوون...... ﴾، نازل فرمائی اور اس کے ذریعہ شعروشاعری کی برائی اور اپنے احوال کے ذریعہ ان پر ظاہر فرمایا کہ شعروشاعری بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے، بلکہ اس میں برائی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کو غیر شرعی باتوں اور نامناسب مضامین کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے اور چونکہ عام طور پر شعراء فکر وخیال کی گمراہی اور زبان کلام کی بے اعتدالیوں کا شکار ہوتے ہیں، اس لیے اللہ نے اس کی مذمت میں مذکورہ آیت نازل فرمائی، ورنہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص اپنے اشعار کو حق وصداقت کے اظہار باطل وناحق کی تردید کا ذریعہ بنائے تو اس کی شعروشاعری اس آیت کا محمول نہیں ہوگی، بلکہ جو شعراء اپنے اشعار کے ذریعہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر کفار کا شعری مقابلہ کرتے ہیں اور ان کی ہجو کا جواب ہجو سے دے کر گویا دین اسلام کی تائید کرتے ہیں وہ دراصل جہاد کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ نہ تمہارے اشعار اس آیت کی روشنی میں قابل مذمت ہیں اور نہ تم ان شعراء میں داخل ہو جن کی برائی ظاہر کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی ہے۔

گائیں جیسی قومیں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک ایسی جماعت پیدا نہیں

ہو جائے گی جو اپنی زبانوں کے ذریعہ اس طرح کھائے گی جس طرح گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں۔“ ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنی زبانوں کو کھانے پینے کا وسیلہ وذریعہ بنائیں گے، بایں طور کہ وہ خوشامد چاپلوسی کی خاطر لوگوں کی جھوٹی تعریفیں بیان کریں گے یا بغض وحسد کی بنا پر ان کی جھوٹی مذمت کریں اور وہ اپنی تقریر وتحریر میں زبان وانی اور فصاحت وبلاغت کا جھوٹا مظاہرہ کریں گے تاکہ لوگوں اپنے دام فریب میں مبتلا کریں اور ان سے دنیا کا مال وزر حاصل کریں اور اپنی خواہشات کی تکمیل کرائیں۔ جس طرح گائیں اپنی زبان کے ذریعے کھاتی ہیں اور چارہ چرتے وقت یہ تمیز نہیں کرتیں کہ وہ چارہ خشک ہے یا تر، شیریں ہے یا تلخ اور جائز ہے کہ ناجائز، اسی طرح وہ لوگ بھی جو اپنی زبانوں کو اپنے ناجائز مقاصد اور ناروا خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ وذریعہ بنائیں گے ،حق باطل اور سچ جھوٹ کے درمیان قطعاً کوئی تمیز نہیں کریں گے اور نہ حلال وحرام کے درمیان کوئی فرق کریں گے۔

قینچیوں جیسی زبانیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”معراج کی رات میں میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جن کی زبانیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں، میں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے واعظ وخطیب ہیں جو ایسی باتیں کہتے تھے جن پر خود عمل نہیں کرتے۔“ ❷

❶ مسند احمد (١/ ١٨٤) (١٥٩٧) والصحيحة (٤١٩) هداية الرواة (٤/ ٣٦٩)

❷ ابو داؤد الطيالسي (٢٠٦٠) واحمد (٣/ ١٨٠) (١٢٨٨٧) والصحيحة (٢٩١)

تفہیم الحدیث:

اس حدیث میں ان واعظوں اور خطیبوں کے لیے سخت تنبیہ وعید ہے جو دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہیں لیکن خود نیک کام نہیں کرتے، تاہم واضح رہے کہ یہ حدیث ان واعظوں اور خطیبوں کی بے عملی کی مذمت کو ظاہر کرتی ہے نہ کہ اس ارشاد کا مقصد اس بات کی برائی بیان کرنا ہے کہ وہ نیک کام کے لیے کیوں کہتے ہیں اگر چہ وہ خود نیک کام نہیں کرتے اسی بنیاد پر علماء لکھتے ہیں کہ امر بالمعروف میں فعل شرط نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ نیک کام کے لیے وہی شخص کہہ سکتا ہے جو خود بھی اس پر عمل کرے البتہ یہ بہتر ہے کہ امر بالمعروف کرنے والا اپنے کہے پر خود بھی عمل کرے، کیونکہ جس امر بالمعروف کی بنیاد محض قول پر ہوتی ہے عمل پر نہیں ہوتی اس کا اثر نہیں ہوتا۔

آپ نے بھی ایسے ہی کیا تھا

حضرت نافع رحمہ اللہ (تابعی) کہتے ہیں کہ:

"ایک دن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ راستہ میں تھا، یعنی ہم دونوں کہیں جارہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے، کی آواز سنی اور فوراً اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں نیز راستہ سے ہٹ کر دوسری طرف ہولیے تا کہ اس آواز سے اپنے آپ کو بچاسکیں پھر اس راستہ سے ہٹنے کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ نافع کیا تم نے بھی کچھ سن رہے ہو یعنی، کی جو آواز آرہی تھی وہ اب بھی جاری ہے یا بند ہوگئی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اب وہ آواز بند ہوگئی ہے انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور پھر بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور پھر آپ نے یہی کیا جو اس وقت میں نے کیا ہے۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ اس وقت میں ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

حضرت نافع رحمہ اللہ نے اس روایت کے آخر میں جو یہ واضح کیا کہ میں نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے وہ اس وقت کا ہے جب میں بہت چھوٹا تھا، اس سے ان کا مقصد اس بات کو واضح کرنا تھا کہ اس وقت چونکہ میں چھوٹی عمر کا تھا اور شرعی طور پر مکلف نہیں تھا، اس لیے حضرت ابن عمر نے اس آواز کو سننے سے مجھ کو منع نہیں کیا، اگر میں شرعی طور پر مکلف ہوتا تو وہ یقیناً مجھ کو یہ ہدایت کرتے کہ ان کی طرح میں بھی اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لوں، لہٰذا کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ اس آواز میں کراہت تنزیہی تھی، اس لیے انہوں نے مجھ کو اس آواز کے سننے سے منع نہیں کیا۔

وہ اس اونٹ کی مانند ہے...؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِى رُدِّىَ فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ))

''جو شخص اپنی قوم کی ناحق حمایت و مدد کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنویں میں گر پڑے اور پھر اس کی دم پکڑ کر اس کو کھینچا جائے۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی اونٹ کنویں میں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح وہ شخص کنویں میں گر کر روحانی طور پر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور اس میں سے نکالے جانے کی کوئی سبیل نہیں پاتا

❶ مسند احمد (۲/۳۸) (٤٩٦٥) و ابوداؤد، الادب، باب کراھیة الغناء والزمر (٤٩٢٤) وابن حبان (۲۰۱۳) واسنادہ حسن صحیح عند الالبانی

❷ ابوداؤد، الادب، باب فی العصبیة (۵۱۱۷) اسنادہ صحیح

جو کسی ناحق معاملہ میں یا کسی ایسے معاملہ میں کہ اس کا حق ہونا مشتبہ ہو اپنی قوم و جماعت کی حمایت و مدد کے ذریعہ سے اپنے آپ کو اونچا اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس ارشاد گرامی کے ذریعہ سے قوم و جماعت کو تو ہلاک ہو جانے والے اونٹ کے مشابہ قرار دیا ہے، کیونکہ جو طبقہ و گروہ حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کرتا ہے وہ گویا ہلاک ہو جانے والا شمار ہوتا ہے اور جو شخص اس قوم و جماعت کی حمایت کرتا ہے اس کو اس اونٹ کی دم کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو اونٹ کنویں میں گر جائے اس کو اس کی دم پکڑ کر کھینچنا اس کو ہلاک ہونے سے نہیں بچا سکتا اس طرح جو قوم و جماعت باطل پر ہونے کی وجہ سے ہلاکت کی کھائی میں گر پڑی اس کو وہ حمایتی اور مددگار ہلاکت کی کھائی سے نجات نہیں دلا سکتا۔

جیسے میں پہلے دودھ دھویا کرتا تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کسی قوم کا یہ واقعہ بیان کیا کہ:

"ایک مرتبہ تین آدمی ایک ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں سخت بارش نے ان کو آلیا، وہ اس بارش سے بچنے کے لیے پہاڑ کے ایک غار میں گھس گئے، اتنے میں پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گر کر اس غار کے منہ پر آ پڑا، (اس نے) ان تینوں پر باہر نکلنے کا راستہ بند کر دیا وہ تینوں اس صورت حال سے سخت پریشان ہوئے اور اس غار میں سے نکلنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی، تو آپس میں کہنے لگے کہ اب تم اپنے ان اعمال پر نظر ڈالو جو تم نے کسی دنیاوی فائدہ کی تمنا اور جذبہ نام و نمود کے بغیر محض اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور ان اعمال کے وسیلہ سے خدا سے دعا مانگو شاید اللہ ہماری نجات کا راستہ کھول دے، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا، اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ان کے دودھ کے ذریعے سے ان سب کا انتظام کر سکوں، چنانچہ جب میں

شام کو اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا اور بکریوں کا دودھ نکالتا تو اپنے ماں باپ سے ابتدا کرتا اور ان کو اپنی اولاد سے پہلے دودھ پلاتا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ چراگاہ کے درخت مجھے دور لے گئے یعنی میں بکریوں کو چراتا ہوا بہت دور نکل گیا، یہاں تک کہ شام ہوگئی اور میں گھر واپس نہ آ سکا۔ جب رات کو گھر پہنچا تو اپنے ماں باپ کو سوتے ہوئے پایا، پھر میں نے اپنے معمول کے مطابق دودھ دوہا اور دودھ سے بھرا ہو برتن لے کر ماں باپ کے پاس پہنچا اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ میں نے یہ ناپسند کیا کہ ان کو جگاؤں اور نہ ہی یہ گوارا کیا کہ ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں، جب کہ وہ بچے میرے پیروں کے پاس پڑے ہوئے مارے بھوک کے بلک رہے تھے اور وہ سب اپنے حال پر قائم رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، یعنی پوری رات اسی حالت میں دودھ کا برتن لیے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا، وہ دونوں سوتے رہے اور میرے بچے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے رہے۔ پس اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں کیا ہے تو میں اپنے اس عمل کا واسطہ دیتے ہوئے تجھ سے التجا کرتا ہو کہ تو ہمارے لیے اس پتھر کو کو اتنا کھول دے کہ اس کشادگی کے ذریعہ سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس پتھر کو اتنا سرکا دیا کہ ان کو آسمان نظر آنے لگا۔ دوسرے شخص نے اس طرح کہا کہ اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اس کو اتنا ہی زیادہ چاہتا تھا جتنا زیادہ کوئی مرد کسی عورت کو چاہ سکتا ہے، جب میں نے اس سے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دینے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے یہ کہہ کر میری خواہش ماننے سے انکار کر دیا کہ جب تک میں سو دینار اس کو پیش نہ کروں میری جنسی خواہش پوری نہیں ہوگی پھر میں نے محنت و مشقت کر کے سو دینار فراہم کیے ان دیناروں کو لے کر اس کے پاس پہنچا وہ

اپنی شرط پوری ہو جانے پر میری خواہش کے لیے راضی ہو گئی، جب میں جنسی فعل کے لیے اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ کہنے لگی کہ بندۂ خدا اللہ سے ڈر اور میری مہر امانت کو توڑنے سے باز رہ، یعنی اس نے مجھے خدا کا خوف دلاتے ہوئے التجا کی کہ میری آبرو کو نہ لوٹو اور حرام طور پر ازالہ بکارت کر کے میرے پردہ ناموس کو جو کسی کی امانت ہے یوں تار تار نہ کرو میں یہ سنتے ہی خوف خدا سے کانپنے لگا اور اپنے نفس کی گمراہی پر شرمسار ہو کر اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہو پس اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میرا یہ عقل یعنی قابو حاصل ہونے کے باوجود اس کو چھوڑ کر ہٹ جانا اپنے نفس کو کچل دینا محض تیری رضا و خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو اس پتھر کر ہٹا کر ہمارے لیے راستہ کھول دے، چنانچہ اللہ اس شخص کی دعا بھی قبول فرمائی اور اس پتھر کو تھوڑا سا اور سرکا دیا، پھر تیسرے شخص نے اس طرح کہنا شروع کیا اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو ایک فرق (ایک پیمانہ ہے) چاول کے عوض مزدوری پر لگایا، جب اس نے اپنا کام پورا کیا تو مطالبہ کیا کہ میری اجرت دو میں نے اس کی اجرت دی مگر وہ بے نیازی کے ساتھ اس کو چھوڑ کر چلا گیا، پھر میں نے ان چاولوں کو اپنی زراعت میں لگایا اور کاشت کرتا رہا، یہاں تک کہ انہی چاولوں کے ذریعہ سے میں نے بیل اور ان بیلوں کے چرواہے جمع کر لیے پھر ایک بڑے عرصہ کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خدا سے ڈرو مجھ پر ظلم نہ کرو اور میرا حق مجھ کو واپس کرو۔ میں نے کہا بے شک تیرا حق مجھ پر واجب ہے ان بیلوں اور ان چرواہوں کے پاس جاؤ اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لو اس نے میری بات سن کر بڑی حیرت سے میری طرف دیکھا اور کہا خدا سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میں نے کہا کہ میں تم سے مذاق نہیں کر رہا ہو۔ جا کر ان بیلوں اور ان کے چرواہوں کو لے لو۔ اس کے بعد

اس نے ان سب کو اپنے قبضہ میں کیا اور چلا گیا پس اے خدا تو جانتا ہے کہ میرا وہ عمل محض تیری رضا اور خوشنودی کی طلب میں تھا تو میں اپنے اس عمل کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کہ تو یہ پتھر جتنا بھی باقی رہ گیا ہے اس کو سرکا دے، چنانچہ اللہ نے غار کے منہ کا باقی حصہ بھی کھول دیا۔“ ❶

بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والے کی مثال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ يَشُكُّ الْقَعْنَبِيُّ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ))

”بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جو خدا کی راہ میں سعی کرے (یعنی وہ شخص بیوہ عورت اور مسکین کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے اور ان کی ضروریات کو پورا کر کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو اس ثواب کے برابر ہے جو خدا کی راہ میں جہاد اور حج کرنے والے کو ملتا ہے، نیز حضرت عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ) میرا گمان ہے کہ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ بیوہ عورت اور مسکین کی خبر گیری کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو نماز و عبادت کے شب بیداری کرتا ہے اور اپنی شب بیداری میں نہ کوئی سستی کرتا ہے اور نہ کسی فتور اور نقصان کو گوارا کرتا ہے اور اس شخص کے مانند ہے جو دن کو کبھی افطار نہیں کرتا کہ جس کو صائم الدھر کہا جاتا ہے۔“ ❷

مومن تو ایک جسم کی مانند ہیں

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ مسلم، الذکر والدعاء، باب قصة اصحاب الغار الثلاثة (٦٩٤٩) وبخاری (٢٢١٥)

❷ بخاری، الأدب، باب الساعی علی المسکین (٦٠٠٧) ومسلم (٧٤٦٨) وابن ماجه (٢١٤٠)

"تو مومنوں کو آپس میں ایک دوسرے سے رحم کا معاملہ کرنے ایک دوسرے سے محبت وتعلق رکھنے اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی ومعاونت کا سلوک کرنے میں ایسا پائے گا جیسا کہ بدن کا حال ہے کہ جب بدن کا کوئی عضو دکھتا ہے تو بدن کے باقی اعضا اس ایک عضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور بیداری و بخار کے تعب و درد میں سارا جسم شریک رہتا ہے۔" ❶

نیز ایک روایت میں کچھ اس طرح ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کہ ایک خدا ایک رسول اور ایک دین کو ماننے کی وجہ سے سارے مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں کہ اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو اس کا سارا جسم بے چین ومضطرب ہو جاتا ہے اور اس کا سر دکھتا ہے تو پورا بدن تکلیف محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کی تکلیف کو سارے مسلمانوں کو محسوس کرنا چاہیے۔" ❷

تفہیم الحدیث:

اس ارشاد کے ذریعہ سے نبی ﷺ نے مومن کی صفت اتحاد و یگانگت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی جذبہ تعلق ایسا ہو سکتا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو رنگ ونسل کے بھید بھاؤ زبان وکلچر کے اختلاف وتفاوت اور ذات قبائل علاقہ کی تفرقہ بازی سے نجات دلا کر ایک انسانی برادری اور اتحاد و یگانگت ایک لڑی میں پرو سکتا ہے تو وہ صرف ایمان واسلام کا تعلق ہے، چنانچہ اہل ایمان جہاں بھی ہوں جس رنگ ونسل سے بھی تعلق رکھتے ہوں ان کے درمیان کوئی انسانی اونچ نیچ نہیں ہے اور کسی برتری وکمتری کی نفرت وحقارت نہیں ہے۔

---

❶ بخاری، الأدب، باب رحمة الناس والبهائم (٦٠١١) و مسلم (٦٥٨٦)

❷ مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنين.... (٦٥٨٨)

نیز مسلمان اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ تمام انسان ایک باپ کی اولاد ہیں، تمام مسلمان ایک زنجیر کی کڑیاں ہیں، اگر وہ کڑیاں الگ الگ ہو جائیں تو زنجیر ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ اسی طرح اگر مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہو جائیں اور رنگ ونسل زبان وکلچر اور ذات پات کے دائروں میں سمٹ جائیں تو ان کے ملی وجود اور ان کی اجتماعی طاقت کو انتشار واضمحلال کا گھن لگ جائے گا اور جب ان کی اجتماعی حیثیت مجروح ہو کر غیر مؤثر ہوگی تو ان کا شخصی وانفرادی وجود بھی نہ صرف بے معنی ہو جائے گا، بلکہ ہر شخص مختلف آفات کا شکار ہوگا اور چونکہ ملی وجود اور اجتماعی طاقت کا سرچشمہ افراد کا آپس میں محبت وموانست اور اشخاص کا باہمی ربط وتعلق ہے، اس لیے ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے اس طرح ربط وتعلق رکھتا ہے کہ جس طرح دو حقیقی بھائی ہوتے ہیں کہ آپس میں سلام ودعا کرتے ہیں، باہمی میل جول اور ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں، باہمی معاملات وتعلقات کو محبت وموانست اور رحم دلی کی بنیاد پر استوار کرتے ہیں ہدایا وتحائف کا تبادلہ کرتے ہیں ایک دوسرے کی مدد واعانت کرتے ہیں اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے حالات رعایت اور اس کے طور طریقوں کی پاس داری کرتا ہے چنانچہ جب شخصی اور انفرادی سطح پر یہ ربط وتعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے تو سارے مسلمان ایک مظبوط اجتماعی حیثیت اور عظیم طاقت بن جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو اس ارشاد گرامی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اور تمام مسلمانوں کو ایک بدن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جس طرح جب بدن کا کوئی ایک عضو دکھتا ہے تو سارا بدن دکھتا ہے اور محض ایک عضو میں تکلیف ہونے سے پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ ایک تن بن جائیں اور پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہو جائے کہ اگر کسی ایک بھی مسلمان کو کوئی گزند پہنچے یا وہ کسی آفت میں گرفتار ہو تو سارے مسلمان اس کے دکھ ورنج میں شریک ہوں اور سب مل کر اس کی تکلیف ومصیبت کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔

اللہ بھی تم سے ایسے ہی محبت رکھتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ:

ایک شخص اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے روانہ ہوا جو کہ دوسری آبادی میں رہتا تھا اللہ نے اس کے راستے پر اس کے انتظار میں ایک فرشتے کو بیٹھا دیا، جب وہ شخص اس جگہ پہنچا تو فرشتے نے اس کو روک کر پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا، میں اپنے ایک مسلمان بھائی کی ملاقات کو جا رہا ہوں جو اس آبادی میں رہتا ہے، فرشتے نے پوچھا کہ کیا اس پر تمہارا کوئی حق نعمت ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے تم اس کے پاس جا رہے ہو؟ (یعنی جس شخص کے پاس تم جا رہے ہو کیا وہ کوئی ایسا شخص ہے جس کو تم نے کوئی نعمت دی تھی اور اب اس کا بدلہ حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس جا رہے ہو؟) اس شخص نے کہا، نہیں، میں محض اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس سے محبت و تعلق رکھتا ہوں، فرشتے نے کہا تو پھر سنو:

((فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ))

''مجھے اللہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ میں تمہیں یہ بشارت دوں کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم محض اللہ کی خاطر اس شخص سے محبت تعلق رکھتے ہو۔''[1]

تفہیم الحدیث:

اس حدیث میں اللہ کی خاطر محبت کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ یہ چیز حب فی اللہ محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے، نیز اس سے صالحین کی ملاقات کے لیے ان کے پاس جانے کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی اپنے نیک و محبوب بندوں کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے جو ان سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

چیونٹیوں کی طرح

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

---

[1] مسلم، البر والصلة، باب فضل الحب فی الله (٦٥٤٩)

ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں جمع کیا جائے گا، یعنی ان کی شکل مردوں کی سی ہوگی، لیکن جسم و جثہ چیونٹیوں کی مانند ہوگا اور ہر طرف سے ذلت وخواری کو پوری طرح گھیرے گی، پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف کہ جس کا نام بولس ہے ہانکا جائے گا، وہاں ان کو آگ ان پر چھا جائے گی۔ اور دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون، پیپ اور کچ لہو ان کو پلایا جائے گا۔ جس کا نام طینت الخبال ہے۔ ❶

وہ گدھے کی طرح چکر لگائے گا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ أَيْ (يَا) فُلَانُ مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا (وَتَنْهَى) عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا آتِيهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيهِ))

"قیامت کے دن (امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقدمات کے فیصلہ کے وقت) ایک شخص کو لایا جائے گا جس کو مستوجب عذاب قرار دے کر آگ میں ڈال دیا جائے گا اور آگ میں پہنچتے ہی ان کی انتڑیاں فوراً باہر نکل پڑیں گی اور وہ انتڑیوں کو اس طرح پیسے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے ذریعہ آٹے کو پیتا ہے، (یعنی جس طرح چکی میں چلنے والا گدھا اپنی چکی کے گرد چلتا رہتا ہے، اسی طرح وہ شخص اپنی ان انتڑیوں کے گرد چکر لگائے گا اور ان کو پیروں تلے روندتا رہے گا) چنانچہ (اس شخص کو

❶ جامع ترمذی، صفة القيامة والرقائق والورع، باب (٢٤٩٢) وأحمد (١٧٩/٢) (٦٦٧٧)

اس حالت میں دیکھ کر) دوزخی (یعنی اس کے زمانہ کے فاسق وفاجر لوگ) اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ اے فلاں شخص تمہاری یہ کیا حال ہے؟ تم تو ہمیں نیک کام کی تلقین ونصیحت کیا کرتے تھے اور برے کام سے منع کرتے تھے وہ شخص جواب دے گا کہ بے شک میں تمہیں نیک کام کی تلقین کیا کرتا تھا مگر خود اس (نیک کام) کو نہیں کرتا تھا اور تمہیں برے کام سے منع کرتا تھا مگر خود اس (برے کام) سے باز نہیں رہتا تھا'' ❶

تفہیم الحدیث:

اس شخص کو یہ سزا عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملے گی، نہ کہ اس وجہ سے ملے گی کہ وہ جب خود عمل نہیں کرتا تھا تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ کیوں انجام دیتا تھا، چنانچہ اگر وہ اس فریضہ کو بھی ترک کرتا تو وہ مذکورہ عذاب سے بھی سخت عذاب کا مستوجب ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس پر دو واجب کے ترک کا گناہ ہوتا۔

وہ تو غیر حاضر کی طرح ہے

حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا وَقَالَ مَرَّةً أَنْكَرَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا))

''جب زمین پر گناہ کیے جائیں تو جو شخص ان گناہوں کو برا جانے وہ اس شخص کی مانند ہے جو وہاں موجود نہ ہو (اور ان گناہوں کے وقوع کو نہ جانتا ہو) اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن وہ ان گناہوں کے وقوع کو جانتا ہو) اور وہ ان گناہوں کو برا نہ جانے تو وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو وہاں موجود ہو اور ان گناہوں کو برا خیال نہ کرے۔'' ❷

---

❶ بخاري، بدء الخلق، باب صفة النار وانها مخلوقة (٣٢٦٧) ومسلم (٧٤٨٣)

❷ ابوداود، الملاحم، باب في الامر والنهي (٤٣٤٥) حسن

تفہیم الحدیث:

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ گناہ کو ہر حال میں گناہ سمجھو، اور اس کو برا خیال کرو۔ اگر تمہاری آنکھوں کے سامنے کسی گناہ کا ارتکاب ہو رہا ہو تو اول اس کو ہاتھ اور زبان کے ذریعہ مٹانے اور ختم کرنے کی کوشش کرو اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی بھی طاقت وقدرت نہیں رکھتے ہو تو پھر جو آخری درجہ ہے اس کو اختیار کرو یعنی اس گناہ کو برا خیال کرو اور دل میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ رکھو۔ اس صورت میں تمہارا اشمار گویا ان لوگوں کے زمرہ میں ہوگا جو وہاں موجود ہی نہ ہوں، اور جن کی آنکھوں کے سامنے اس گناہ کا ارتکاب نہ ہو رہا ہو۔

پچاس آدمیوں کے اجر کی مانند

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتدیتم .. ﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ:

''انہوں نے کہا جان لو خدا کی قسم نے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (کہ کیا میں اس آیت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے باز رہوں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کہ ہرگز نہیں) تم اس فریضہ کی ادائیگی سے باز نہ رہو بلکہ نیکیوں کا حکم دیتے رہو یہاں تک کہ جب تم بخل کو دیکھو کہ لوگ اس کی اتباع کرنے لگے ہیں، جب تم خواہشات نفس کو دیکھو کہ لوگ اس کے غلام بن گئے ہیں، جب دنیا کو دیکھو کہ لوگ اس کے غلام بن گئے ہیں، جب دنیا کو دیکھو کہ لوگ اس کو آخرت پر ترجیح دینے لگے ہیں، جب تم دیکھو کہ ہر عقل منداور کسی مسلک کا پیرو اپنی ہی عقل اور اپنے ہی مسلک کو سب سے اچھا اور پسندیدہ سمجھنے لگا ہے (کہ نہ تو وہ کتاب وسنت اور اجماع امت اور قیاس کی طرف نظر کرتا ہے اور نہ علماء اور اہل حق کی طرف رجوع کرتا ہے، بلکہ محض اپنے نفس ہی کو سب سے بڑا حاکم اور مفتی

سمجھنے لگا ہے۔) اور جب تم کسی ایسی چیز کو دیکھو کہ جس کے علاوہ تمہارے لئے کوئی چارہ کار نہ ہو تو (ان سب صورتوں میں) اپنے آپ کو لازم پکڑلو (یعنی اپنی ذات کو گناہوں سے محفوظ رکھو) اور عوام کے معاملات سے کوئی تعلق نہ رکھو (بلکہ ان سے گوشہ نشینی اختیار کرو) کیونکہ تمہارے سامنے آخر زمانہ میں ایسے دن آنے والے ہیں جن میں صبر کرنا ضروری ہوگا (اور ان ایام کی ابتدا خلفائے راشدین کے بعد ہی ہوگئی اور تا حال ان کا سلسلہ جاری ہے) لہٰذا جس شخص نے ان دنوں میں صبر کرلیا (یعنی اس سخت زمانہ میں دین پر عمل پیرا رہنے کی کلفت ومشقت کو برداشت کرلیا) اس کی حالت یہ ہوگی کہ گویا ان سے اپنے ہاتھ میں انگارا لے لیا ہے اور ان دنوں میں جو شخص دین وشریعت کے احکام پر عمل کرے گا اس کو ان پچاس لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ملے گا جو اس شخص جیسے عمل کریں (اور ان کا تعلق نہ ان سخت ایام سے ہو اور نہ ان کو دین پر عمل کرنے کے سلسلے میں وہ تکالیف ومصائب برداشت کرنا پڑے جو اس شخص کو برداشت کرنا پڑیں گے)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے (یہ سن کر) عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان پچاس لوگوں کے عمل کا اعتبار ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں...؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے پچاس آدمیوں کا اجر وثواب'' ❶

بس اس بقیہ دن کی مانند دنیا...!

حضور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) عصر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (متعلقات دین میں سے) ایسی کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی جو قیامت تک پیش آسکتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کو ذکر فرمایا، اور یاد رکھنے والوں نے

---

❶ ابو داود، (٤٣٤١) وترمذی (٣٠٥٨) و ابن ماجه (٤٠١٤) حسن لشواهده صحیح ابن حبان: ١٨٥)

ان کو یاد رکھا اور بھولنے والا اس کو بھول گیا، (یعنی وہ باتیں اتنی تفصیل اور ہمہ گیری کے ساتھ بیان ہوئیں کہ بعض لوگوں کو تو یاد رہیں اور بعض لوگوں کے حافظہ نے ان کو فراموش کر دیا) آپ ﷺ نے اس وقت جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ دنیا بڑی شیریں اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا وہ دیکھتا ہے کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو۔ پس خبردار! تم دنیا سے بچنا اور عورتوں سے دور رہنا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک نشان (علامتی جھنڈا) کھڑا کیا جائے گا جو دنیا میں اس کی عہد شکنی کے بقدر ہوگا (یعنی جس شخص نے دنیا میں) جتنی زیادہ عہد شکنی کی ہوگی اس کا وہ نشان اسی قدر بلند و نمایاں ہوگا تاکہ میدان حشر میں اس کو عام طور پر پہچان لیا جائے کہ یہ عہد شکنی کا مرتکب ہے اور اس نے کتنی زیادہ عہد شکنی کی ہے اور اس طرح کا علامتی نشان ہر باعث حق و باطل کے لیے ہوگا تاکہ ایک دوسرے سے امتیاز کر کے پہچانا جا سکے جیسے اس دنیا میں امراء اور مقتدرین اپنے ساتھ کوئی علامتی نشان رکھتے ہیں اور عہد شکنی؟ امیر عامہ کی عہد شکنی سے زیادہ بڑی نہیں چنانچہ اس کا نشان اس کی مقعد کے قریب کھڑا کیا جائے گا (تاکہ اس کی زیادہ فضیحت و رسوائی ہو آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: کہ تم میں سے کسی کو بھی کوئی خوف و ہیبت حق بات کہنے سے باز نہ رکھے، جب کہ وہ حق بات سے واقف ہو (یعنی کوئی شخص کلمۂ حق کہنے میں کسی کا کوئی خوف و لحاظ نہ کرے بلکہ اس کو برملا کہے) ہاں اس کی وجہ سے جان جانے کا خوف ہو تو معذوری ہے۔ اگرچہ اس صورت میں بھی اس سے باز رہنا اولیٰ ہوگا) ایک اور روایت میں اس جگہ ولا یمنعن احدا منکم ھیبۃ الناس ان یقول بحق کے بجائے) یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع امر کو دیکھے تو لوگوں کا کوئی خوف و ہیبت اس کو خلاف شرع امر کی اصلاح و سرکوبی سے باز نہ رکھے۔ (یہ بیان کر کے) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہنے لگے کہ ہم نے خلاف شرع امر کو (اپنی آنکھ سے) دیکھا اور لوگوں کے خوف سے ہم اس کے بارے

میں کچھ نہ کہہ سکے۔ (اس کے بعد حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: جان لو کہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو مختلف جماعتوں اور متضاد اقسام و مراتب کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے چنانچہ ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے، جو (سن تمیز سے لے کر آخر عمر تک گویا ساری عمر) ایمان کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے، جو کفر ہی کی حالت میں (ساری عمر) زندہ رہتے ہیں اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے وہ ایمان ہی کی حالت میں (ساری عمر) رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے وہ کفر ہی کی حالت میں (ساری عمر) گزارتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس موقع پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب و غصہ کی قسموں کو بھی ذکر کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض آدمی بہت جلد غضب ناک ہو جاتے ہیں لیکن ان کا غضب و غصہ جلد ہی ختم بھی ہو جاتا ہے (یعنی کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں ذرا سی بات پر جلد ہی غصہ آ جاتا ہے، لیکن ان کا غصہ جتنی تیزی کے ساتھ ہے اسی تیزی کے ساتھ فرو بھی ہو جاتا ہے۔) چنانچہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی جلد غصہ آنا بری خصلت ہے اور غصہ کا جلد جاتے رہنا اچھی خصلت ہے، لہٰذا جس شخص میں یہ دونوں خصلتیں ہوں تو ان میں سے جو خصلت اچھی ہے وہ بری خصلت کی مکافات کر دیتی ہے، اس طرح اس بارے میں وہ شخص نہ تو مدح و تحسین کا مستحق ہوتا ہے اور نہ برائی کا مستوجب، بلکہ دونوں خصلتوں کا حامل ہونے کی وجہ سے بین بین رہتا ہے، بایں اعتبار اس کے متعلق نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگوں میں بہتر شخص ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ لوگوں میں بدتر شخص ہے) اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے (ایسا شخص بھی ایک اچھی خصلت رکھتا ہے اور ایک بری خصلت کہ اگرچہ غصہ کا

دیر سے آنا اچھا ہے لیکن اس کا دیر سے جانا برا ہے۔ چنانچہ ایسا شخص بھی بین بین ہوتا ہے کہ اس کو ایک بہترین شخص کہا جا تا سکتا ہے اور نہ بدترین شخص، لہٰذا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلد فرو ہو جاتا ہے جب کہ تم میں بدترین شخص وہ ہے جس کو جلد غصہ آئے اور دیر سے غصہ جائے۔ (اس کے بعد) حضور ﷺ نے فرمایا: تم غصہ سے بچو (یعنی ایسا کام نہ کرو جس سے غصہ آئے یا یہ مطلب ہے کہ غصہ سے خدا کی پناہ مانگو اور اس کے درجہ اس خصلت سے بچو (کیونکہ وہ غصہ ابن آدم کے قلب پر ایک دہلکتا ہوا انگارہ ہے (یعنی غصہ آگ کے انگارہ کی طرح حرارت غریزیہ اور حدت جبلیہ رکھتا ہے جو نفس کی انگیٹھی میں دبا ہوا ہے، اور جب خواہش نفس اس کو بھڑکاتی ہے تو اس کی حرارت اور تیزی قلب پر غالب آ جاتی ہے اور عقل اپنا تصرف کرنے سے عاجز رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنے غصہ کی آگ میں دوسروں کو تو جلاتا ہے لیکن خود کو بھی جلا ڈالتا ہے۔) کیا تم نہیں دیکھتے کہ (جب کوئی شخص غضب ناک ہوتا ہے تو) اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں (یعنی یہ چیزیں دراصل اسی غصہ کی حرارت غریزیہ اور انجارات غلیظہ کے اٹھنے کا اثر ہوتی ہیں، اس طرح غضب ناک شخص کا ظاہر گویا اس کے باطن کا غماز ہوتا ہے۔) لہٰذا جب کوئی شخص یہ محسوس کرے کہ اب غصہ آیا ہی چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً پہلو پر لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔ اور حضور ﷺ نے قرض کا بھی ذکر کیا (یعنی قرض، قرضدار اور قرض خواہ کے احوال واقسام کو بھی بیان کیا) چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ وہ (قرض کی) ادائیگی میں تو اچھا رہتا ہے لیکن اپنا قرض وصول کرنے میں سختی کرتا ہے (یعنی اگر اس پر کسی کا قرض ہوتا ہے تو اس کو ادا کرنے میں صفائی معاملہ اور خوبی کا ثبوت دیتا ہے، لیکن جب اس کا قرض کسی پر ہوتا ہے تو اس کو قرض دار سے وصول کرنے میں سختی کرتا ہے بایں طور کہ مطالبہ و تقاضا کے وقت اس قرض دار کا کوئی ادب ولحاظ نہیں کرتا اور سختی و بدکلامی کے

ذریعہ اس کو ایذا پہنچاتا ہے اس طرح اس میں قرض کو خوبی کے ساتھ ادا کرنے کی بھی خصلت ہوتی ہے اور وصولی قرض میں برائی اختیار کرنے کی بھی خصلت۔ چنانچہ اس کی دونوں خصلتوں میں سے ہر ایک دوسری کا بدل ہو جاتی ہے، لہٰذا تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو کسی کا قرض ادا کرنے میں بھی اچھے ہوں اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی اچھے ہوں اور تم میں بدترین لوگ وہ ہیں جو کسی کا قرض ادا کرنے میں بھی برے ہوں اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی برے ہوں۔

(حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں یہ نصیحتیں فرمائیں) یہاں تک کہ جب سورج کا اثر صرف کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر رہ گیا (یعنی جب دن کا آخر ہو گیا) تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ یاد رکھو! اس دنیا کا جو زمانہ گزر چکا ہے اس کی بہ نسبت اب صرف اتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے جتنا کہ آج کے دن کے گزرے ہوئے حصہ کی بہ نسبت یہ آخری وقت۔ (یعنی جس طرح آج کے دن کا قریب قریب پورا حصہ گزر چکا ہے۔ اب بہت قلیل عرصہ باقی رہ گیا ہے۔)[1]

تفہیم الحدیث:

"یہ دنیا بڑی شیریں اور ہری بھری ہے" یعنی یہ دنیا اپنے متعلقات کے ساتھ بظاہر اس قدر لذت آمیز اور خوش نما ہے کہ محض ظاہر حالت پر رہنے والے لوگوں کو طبعی طور پر اس سے بہت مناسبت اور اس کی طرف میلان ہوتا ہے اور ان کی آنکھوں میں اس کی حقیقت نہایت دلکش اور سرسبز و شاداب معلوم ہوتی ہے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں اہل عرب کے نزدیک جو چیز نرم و نازک ہوتی ہے اور اپنی ناپائیداری کی وجہ سے زیادہ مدت نہیں ٹھہرتی، بلکہ جلد جاتی رہتی ہے اس کو وہ لوگ خضراوات یعنی سبزیوں اور ترکاریوں سے مشابہت دیتے ہوئے خضراء کہتے

[1] جامع ترمذی، الفتن، باب ماجاء ما اخبر النبی ﷺ اصحابه بما هو كائن الیٰ یوم القیامة (۲۱۹۱) واحمد (۳/۶۱) (۱۱۶۰) والحاکم (۴/۵۰۵)

ہیں۔ بہر حال حدیث کے اس جملہ میں دراصل اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ یہ دنیا مکر، تصنع اور ظاہری حسن ولذات سے بھری ہوئی ہے کہ لوگوں کو اپنے ظاہری ٹیپ ٹاپ رکھنے والے حسن و جمال پر فریفتہ کرتی ہے اور اپنی جھوٹی لذات وخواہشات کی طرف مائل کرتی ہے حالانکہ اس کی تمام تر دلکشی اور رنگینی اور خواہشات ولذات بہت جلد فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں خلیفہ بنایا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں تمہیں جو مال ودولت حاصل ہے اس کے بارے میں تم اس حقیقت کو جان لو کہ اس مال ودولت کے تم حقیقی مالک نہیں ہو، بلکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور تم صرف اس کے خرچ وتصرف میں خلیفہ اور وکیل کی حیثیت رکھتے ہو، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں کا خلیفہ قرار دیا ہے جو تم سے پہلے اس دنیا میں تھے اور ان کے اموال وجائیداد کو تمہاری سپردگی میں دے دیا ہے، لہٰذا وہ یہ دیکھتا ہے کہ تم اپنے اموال واملاک کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو اور اس میں کس طرح تصرف کرتے ہو یا کہ تم گزرے ہوئے لوگوں کے احوال وانجام سے کس طرح عبرت پکڑتے ہو اور ان کے چھوڑے ہوئے اموال وجائیداد میں کس طرح تصرف کرتے ہو۔

''تم دنیا سے بچو'' یعنی جب تم نے دنیا کی حقیقت جان لی کہ وہ فنا ہو جانے والی چیز ہے اور اس کی کسی بھی شے کو کوئی استحکام ودوام نہیں ہے تو پھر اس کے پیچھے پڑنا نہایت نازیبا اور غیر دانش مندی کی بات ہے، لہٰذا تم دنیا کو اس قدر حاصل کرنے کی خواہش وکوشش نہ کرو جو ضرورت وحاجت سے زیادہ ہو اور ضرورت وحاجت بھی وہ کہ جس سے آبرومندانہ زندگی کی بقا دین کی مدد اور آخرت میں نفع حاصل ہو۔ اسی طرح عورتوں سے بچو کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے حسن و جمال اور ناز وادا کے مکر وفریب اور ان کی ناروا محبت وشیفتگی کے جال سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ مبادا یہ چیز مال ودولت جمع کرنے کی حرص اور دنیا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے استغراق میں مبتلا کردے جس کی وجہ سے تم علم وعمل کی راہ سے دور ہو جاؤ۔

اس کی مثال موسم بہار جیسی ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ذریعہ عالم کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: اپنی وفات کے بعد تمہارے بارے میں مجھے جن چیزوں کا خوف ہے (کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ گے ان میں سے ایک چیز دنیا کی تر و تازگی اور زینت بھی ہے جو ملکی فتوحات و اقتدار کی صورت میں) تم کو حاصل ہوگی۔ یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بھلائی اپنے ساتھ برائی بھی لائے گی؟ (یعنی ملکی فتوحات و اقتدار کی وجہ سے ہم مسلمانوں کو جو مال غنیمت اور ساز و سامان حاصل ہوگا وہ تو ہمارے حق میں خدا کی نعمت ہوگی اور ویسے بھی جائز وسائل و ذرائع سے حاصل ہونے والی دولت اور رزق وغیرہ کی وسعت و فراخی ایک اچھی چیز ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کی عطا کی ہوئی نعمت اور ایک اچھی چیز ہمارے لیے برائی و فتنہ اور ترک طاعات کا سبب و ذریعہ بن جائے؟) حضور (یہ سن کر) خاموش رہے (اور انتظار کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے تو جواب دیں) یہاں تک کہ ہم نے محسوس کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (تھوڑی دیر کے بعد) حضور نے اپنے چہرہ مبارک سے پسینہ پونچھا (جو نزول وحی کے وقت آتا تھا) اور پھر فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جس نے سوال کیا تھا؟ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کی تحسین فرمائی (کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اس شخص نے جو سوال کیا ہے اور اب اس کا جو جواب دیا جائے گا اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا) اور اس کے بعد فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ بھلائی اپنے ساتھ برائی نہیں لاتی (یعنی جائز ذرائع سے مال و دولت کا حاصل ہونا اور رزق میں وسعت و فراخی اور خوشحالی کا نصیب ہونا بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ہے اور اس کی وجہ سے کوئی برائی پیش نہیں آتی، بلکہ اصل میں برائی کا پیش آنا ان عوارض کی وجہ سے ہوتا ہے جو دولتمندی اور خوشحالی

کے وقت لاحق ہو جاتے ہیں، جیسے بخل و اسراف اور حد اعتدال سے تجاوز کرنا اور اس کی مثال موسم بہار ہے جو زمین کے پیٹ سے گھاس وغیرہ اگاتا ہے، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو اچھا اور فائدہ مند ہوتا ہے، البتہ اس سے ضرور نقصان اس وقت پہنچتا ہے جب کوئی چوپایہ اس کو ضرورت سے زائد کھائے اور بسیار خوری کے سبب ضرور ہلاکت میں مبتلا ہو جائے، چنانچہ خود حضور ﷺ نے اس مثال کو یوں بیان فرمایا کہ موسم بہار جو سبزہ اگاتا ہے وہ حقیقت میں تو بھلائی و فائدہ کی چیز ہوتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ کوئی نقصان و برائی لے کر زمین کے پیٹ سے نہیں اگتا مگر) وہ جانور کو اس کو پیٹ پھلا کر مار دیتا ہے یا (اگر وہ مرتا نہیں تو) مرنے کے قریب پہنچ جاتا ہے (یعنی جو جانور اس سبزہ کو کھانے میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے وہ اس سبزہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے فعل یعنی زیادہ کھانے کی وجہ سے ضرور ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے) یہ کہ کھانے والے جانور نے اس سبزہ کو اس طرح کھایا کہ (جب بسیار خوری کی وجہ سے) اس کی دونوں کوکھیں پھول گئیں تو وہ سورج کے سامنے بیٹھ گیا (جیسا کہ جانور کی عادت ہوتی ہے کہ بدہضمی کی وجہ سے اس کا پیٹ پھول جاتا ہے تو وہ دھوپ میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کا پیٹ گرمی پا کر نرم ہو جاتا ہے اور اس میں جو کچھ ہوتا ہے باہر نکل جاتا ہے اور پھر (جب) پتلا گوبر اور پیشاب کر کے (اس نے اپنا پیٹ ہلکا کر لیا تو) چراگاہ کی طرف چلا گیا اور سبزہ چرنے لگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا یہ مال و زر بڑا سرسبز، تر و تازہ اور نرم و دلکش ہے (کہ بظاہر آنکھوں کو بہت بھاتا ہے، طبیعت کو بہت اچھا لگتا ہے، جس کی وجہ سے دل چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ حاصل ہو) لہٰذا جو شخص دنیا کے مال و زر کو حق کے ساتھ (یعنی بوقت ضرورت اور جائز وسائل و ذرائع سے) حاصل کرے اور اس کو اس کے حق میں (یعنی اس کے اچھے مصارف میں کہ خواہ واجب ہو یا مستحب) خرچ کرے تو وہ مال و زر اس کے حق میں (دین کا) بہترین مددگار ثابت ہوتا ہے اور جو شخص اس مال و زر کو حق کے بغیر یعنی ناجائز طور پر حاصل کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا رہتا

ہے اور شکم سیر نہیں ہوتا اور وہ مال وزر قیامت کے دن اس کے بارے میں (اس کے اسراف اور اس کی حرص وطمع کا) گواہ ہوگا۔ ❶

جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اس کی طرف رغبت کی

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کی قسم مجھے تمہارے فقر وافلاس کا کوئی ڈر نہیں ہے (کیونکہ فقر وافلاس کی حالت میں دین کی سلامتی کا امکان غالب ہوتا ہے اور یہ چیز تمہارے حق میں زیادہ سود مند ہے) بلکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے گی (اور تم مالداروں کا طور طریقہ اختیار کر کے مختلف قسم کی آفتوں اور بلاؤں کے ذریعہ ہلاکت وتباہی میں مبتلا ہو جاؤ گے) جیسا کہ ان لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں (اور وہ مال ودولت کی بے حد رغبت ومحبت رکھنے کی وجہ سے فقراء اور مساکین پر رحم نہیں کھاتے تھے اور ان کی مدد واعانت سے گریز کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو تباہ وبرباد کر دیا گیا) چنانچہ تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے (یعنی دنیا کو اختیار کرو گے اور اس کی طرف نہایت رغبت رکھو گے کہ ایک دوسرے سے مال ودولت اور جاہ وحکومت حاصل کرنے کے لئے لڑائی جھگڑا شروع کر دو گے) جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اس کی طرف رغبت کی تھی اور پھر یہ دنیا تم کو اسی طرح تباہ وبرباد کر دے گی جس طرح ان کو تباہ وبرباد کر چکی ہے۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

مال ودولت کی وہ فراخی وآسودگی جو دنیا کا گرویدہ بناتی ہے، حرص وطمع میں مبتلا کرتی ہے، جوڑنے سمیٹنے اور ذخیرہ اندوزی کا خوگر کرتی ہے چونکہ انسان کو اخلاقی وروحانی طور پر تباہ وبرباد

❶ بخاري، الزكوٰة، باب الصدقة على اليتامىٰ (١٤٦٥) ومسلم (٢٤٢٣)

❷ بخاري، المغازي، باب (٤٠١٥) ومسلم (٧٤٢٥)

کر دیتی ہے اور اخروی ہلاکت کا مستوجب بنا دیتی ہے، اس لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کی دنیاوی خوشحال وآسودگی اور مالداری سے اپنے خوف کا اظہار فرمایا، یا آپ ﷺ نے اس دنیاوی ترفع وآسودگی اور خوشحالی کے تئیں خوف کا اظہار فرمایا جو باہمی مخالفت ونزاع، سماجی استحصال ولوٹ کھسوٹ اور محض دنیاوی اقتدار کے لیے جنگ وجدل اور قتل وقتال کے نتیجہ میں حاصل ہو۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد گرامی میں فقر سے مراد ان تمام چیزوں سے تہی دست ہونا ہے جن کی ایک انسانی زندگی کو احتیاگی ہوتی ہے اور جن پر ضروریات دین کی تکمیل اور بنیادی اسباب معیشت کا انحصار ہوتا ہے۔ اسی طرح غنا یعنی دنیاوی فراخی وآسودگی سے مراد دنیا کی چیزوں کا اس قدر حاصل ہونا ہے جو مقدار کفایت وضرورت سے زائد ہوں جس کی وجہ سے انسان حق تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے غافل ہو جاتا ہے اور تمرد وسرکشی اختیار کر لیتا ہے۔

دین کی مثال

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے، اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرص، جو مال وجاہ کے تئیں ہو، اس کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے۔“ ❶

تفہیم الحدیث:

دین کو گویا بکری کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اور حرص کا مشابہ بھیڑیے کو قرار دیا گیا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو بھوکے بھیڑیوں کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بھی اس ریوڑ کو اس طرح تباہ نہیں کرتے جس طرح کہ ایک انسان کی حرص، اس کے دین کو خراب وتباہ

❶ ترمذی، الزھد، باب (٢٣٧٦) والدارمی (٢٧٣٠) واحمد (٣/٤٦٠) (١٥٨٨٧)

کر دیتی ہے۔

آخری نماز کی طرح ہر نماز پڑھ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ (یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی ایسی نصیحت فرمائیے جو مختصر اور جامع ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو اللہ کے سوا ہر چیز یعنی مخلوق اور اپنے نفس کو رخصت کرنے اور چھوڑنے والا ہے (حاصل یہ کہ جب نماز پڑھو تو دنیا بھر سے اپنی توجہ اور اپنا خیال پھیر کر کامل اخلاص اور پوری توجہ کے ساتھ رب العالمین کی طرف متوجہ رہو) نیز اپنی زبان سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جس کے سبب تمہیں کل (قیامت کے دن، اللہ کے حضور) عذر خواہی کرنی پڑے (عذر خواہی کا مفہوم، عموم پر محمول ہے یعنی کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال جس کے سبب تمہیں اپنے دوستوں، رفقاء و متعلقین اور تمام مسلمانوں کے سامنے پشیمان ہونا پڑے اور معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے) اور اس چیز سے ناامید ہو جانے کا پختہ ارادہ کرلو جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، (یعنی خدا نے تمہاری قسمت میں جتنا لکھ دیا ہے اور تمہیں جو کچھ دے دیا ہے اسی پر قناعت و کفایت کرو اور لوگوں کے مال و متاع سے اپنی امید وابستہ نہ کرو۔" ❶

اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین سے بھی کہیں بہتر ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو دیکھ کر) اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ جو شخص گزرا اس کے اسے بارے میں

❶ مسند أحمد(٥/٤١٢)(٢٣٨٩٤)وابن ماجه(٤١٧١)والصحيحة(٤٠١)

تمہارا کیا خیال ہے، یعنی یہ اچھا شخص ہے یا برا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ شخص نہایت معزز اور شریف ترین لوگوں میں ہے، بخدا، اس شخص کی حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اس عورت سے اس کا نکاح ہو جائے اور اگر کسی حاکم و سردار سے کسی شخص کے بارے میں کوئی سفارش کرے تو اس کی سفارش مان لی جائے، راوی حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ! (یہ جواب سن کر) خاموش رہے، اتنے میں ایک دوسرا شخص سامنے سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر اپنے پاس بیٹھے ہوئے اسی شخص سے پوچھا کہ اچھا اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص نادار، قلاش مسلمانوں میں سے ہے، اس کی حیثیت تو یہ ہے کہ اگر نکاح کا پیغام دے تو اس سے کوئی نکاح نہ کرے، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ ہو اور اگر کوئی بات کہے تو اس کی وہ بات سننے پر کوئی تیار نہ ہو (یعنی یہ شخص اپنے فقر وافلاس کی وجہ سے اتنی قدر ومنزلت بھی نہیں رکھتا کہ کوئی شخص اس کی بات سننے پر آمادہ ہو جائے اور اس کی طرف التفات وتوجہ کرے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: (نادان) یہ شخص (کہ جس کو تم نے حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور ایک بے حیثیت انسان سمجھا ہے) اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین سے بھی کہیں بہتر ہے جس کی تم نے تعریف کی ہے۔ ❶

تفہیم الحدیث:

اس شخص جیسے لوگوں سے بھری زمین...... کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمام روئے زمین اس شخص جیسے لوگوں سے بھر جائے جو پہلے یہاں سے گزرا تھا اور جس کی تعریف وتوصیف میں تم رطب اللسان ہوئے تھے تو وہ ایک شخص کہ جو اپنے فقر وافلاس کی وجہ سے تمہاری نظر میں کوئی قدر ومنزلت نہیں رکھتا ہے مرتبہ وفضیلت کے اعتبار سے اس تمام روئے زمین سے کہیں بہتر قرار

❶ بخاري، الرقاق، باب فضل الفقر (٦٤٤٧) وابن ماجه (٤١٢٠)

پائے گا۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضور ﷺ کے پاس جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور جن سے حضور ﷺ نے ان دونوں اشخاص کے بارے میں سوال کیا تھا وہ خود کوئی غنی اور مال دار شخص ہوں گے، لہٰذا ان کے ساتھ مذکورہ سوال و جوب گویا ان کے حق میں یہ تنبیہ تھی کہ غریب ونادار مسلمانوں کو بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ خدا کے نزدیک ان کو جو فضیلت حاصل ہے وہ بڑے بڑے مالداروں کو بھی حاصل نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضور ﷺ نے مالدار مسلمانوں کے مقابلہ پر غریب ونادار مسلمان کی اس درجہ فضیلت کیوں بیان فرمائی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر غریب ونادار مسلمان کا دل بہت صاف ہوتا ہے اور اس کے سبب وہ حق کو بہت جلد قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی بہت زیادہ کرتا ہے، اس کے برخلاف غنی و مالدار لوگ عام طور پر بے حسی اور شقاوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے اندر سرکشی و بے نیازی اور تکبر کا وہ مادہ پیدا ہو جاتا ہے جو انہیں قبول حق اور احکام خداوندی کی پیروی سے باز رکھتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ساصرف عن آیتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق اور اس حقیقت کا اندازہ علماء کے شاگردوں اور صلحاء و مشائخ کے مریدوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے جو لوگ غریب ونادار ہوتے ہیں وہ حق بات کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور جو لوگ صاحب ثروت و مالدار ہوتے ہیں وہ ہر بات میں حیل وحجت کرتے ہیں۔

جس طرح تم اپنے مریض کو پانی سے بچاتے ہو

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُمْ يَحْمِي سَقِيمَهُ

الْمَاءَ))

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو دنیا سے بچاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہارا کوئی عزیز جب کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جائے جس میں پانی کا استعمال سخت نقصان پہنچاتا ہے جیسے استسقاء اور ضعف معدہ وغیرہ اور تمہیں اس کی زندگی پیاری ہوتی ہے تو تم اس بات کی پوری کوشش کرتے ہو کہ وہ مریض پانی کے استعمال سے دور رہے تاکہ صحت یابی سے جلد ہمکنار ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جس بندے کو اپنا محبوب بنانا اور اس کو آخرت کے بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے اس کو دنیاوی مال و دولت، جاہ و منصب اور اس ہر چیز سے دور رکھتا ہے جو اس کے دین کو نقصان پہنچانے اور آخرت میں اس کے درجات کو کم کرنے کا سبب بنے۔

رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے موت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رزق بندے کی اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح انسان کو اس کی موت ڈھونڈتی ہے۔'' ❷

تفہیم الحدیث:

رزق اور موت دونوں کا پہنچنا ضروری ہے کہ جس طرح کہ اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہوتی کہ کوئی اپنی موت کو ڈھونڈے اور اس کو پائے، بلکہ خود موت اس کے پاس ہر صورت میں اور یقینی طور پر آتی ہے، اسی طرح رزق کا معاملہ ہے کہ اس کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے،

❶ ترمذی، الطب، باب ماجاء فی الحمیة (۲۰۳) واحمد (۴۲۸/۵) (۲۴۰۲۷) صححه الحاکم (۲۰۷۴)

❷ حلیة الأولیاء (۸۶/۶)

بلکہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہ ہر صورت میں لازمی طور پر پہنچتا ہے، خواہ اس کو ڈھونڈا جائے یا نہ ڈھونڈا جائے۔ تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ڈھونڈنے کی صورت میں رزق نہیں ملتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حصول رزق کے لیے سعی تلاش بھی تقدیر الٰہی اور نظام قدرت کے مطابق ہے، البتہ جہاں تک قلبی اعتماد و بھروسہ کا تعلق ہے او وہ صرف خدا کی ذات پر ہونا چاہیے نہ کہ سعی وتلاش پر۔ لہٰذا اس سلسلے میں صحیح راہ یہ ہے کہ اول انسان کو خدا پر توکل او اعتماد کرنا چاہیے اور یہ پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز اگر رز ملنے میں کوئی رکاوٹ اور تاخیر ہو جائے تو اضطراب و بے چینی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے پھر اس اعتقاد کے ساتھ اپنی ضرورت وحاجت اور ہمت وطاقت کے بقدر معتدل ومناسب طریقہ پر حصول معاش کی سعی وتلاش میں لگنا چاہیے کہ اصل رازق تو اللہ تعالیٰ ہے، لیکن یہ بھی طریقہ عبودیت ہے کہ اپنا رزق حاصل کرنے کے لیے مناسب جد و جہد اور تلاش وسعی کی جائے؛

آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اس قدر سوراخ ہوگیا ہے

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں ایسی حالت میں تشریف لائے کہ جیسے بہت گھبرائے ہوئے ہیں، پھر فرمانے لگے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود عبادت کے لائق نہیں۔ افسوس صد افسوس عرب کے اس شر و فتنہ پر جو اپنی ہلاکت آفرینی کے ساتھ قریب آ پہنچا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اس قدر سوراخ ہوگیا ہے۔ یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور برابر والی انگلی کے ذریعہ حلقہ بنایا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس صورت میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان صالح و پاکباز لوگ موجود ہوں گے؟ کیا ہمارے درمیان خدا کے نیک بندوں کے وجود کی برکت ان فتنوں کے پھیلنے اور آفات وبلاؤں کے نازل ہونے میں رکاوٹ نہیں بنے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں تمہارے درمیان علماء اور بزرگان دین کی موجودگی کے باوجود تمہیں ہلاکت وتباہی میں مبتلا کیا جائے

جب کہ فسق وفجور کی کثرت ہوگی (یعنی جب معاشرہ میں برائیاں بہت پھیل جائیں گی اور ہر طرف فسق وفجور کا دور دورہ ہوگا، تو ان برائیوں اور فسق وفجور کے سبب نازل ہونے والے فتنہ وآلام اور آفات کو صلحاء اور بزرگوں کی موجودگی اور ان کی برکت بھی نہیں روک سکے گی)۔ ❶

تفہیم الحدیث:

مذکورہ ارشاد کے ذریعہ گویا ان فتن کے بارے میں پیش گوئی فرمائی جن کی ابتدا خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سانحۂ شہادت سے ہوئی اور جن کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں اب تک جاری ہے۔ بعض حضرات نے یہ مراد بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ جب اہل عرب کو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کے سبب دشمنوں کے مقابلہ پر فتوح حاصل ہوں گی، دوسرے ملکوں پر غلبہ واقتدار حاصل ہوگا اور مال ودولت کی ریل پیل ہوگی تو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ لوگوں کے خلوص وللّٰہیت میں کمی آجائے گی، حکومت واقتدار اور مال وزر سے رغبت ومحبت پیدا ہوجائے گی، دنیا طلبی وجاہ پسندی اور خودغرضی کا عفریت باہمی مخالفت ومخاصمت اور افتراق وانتشار کے ذریعہ پوری ملت کو متاثر کردے گا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کے ذریعہ حلقہ بنا کر دکھایا کہ اس دیوار میں آج تک کبھی کوئی سوراخ نہیں ہوا تھا، لیکن آج اس میں اتنا بڑا سوراخ ہوگیا ہے جتنا کہ ان دونوں انگلیوں کے ذریعے بنایا گیا ہے حلقہ ہے۔ واضح رہے کہ اس دیوار میں سوراخ کا ہوجانا قرب قیامت کی علامات میں سے ہے، جس طرح کہ عرب اور اہل عرب میں فتنہ وفساد کا بیج پڑ جانا اور برائیوں کا پھیل جانا بھی قیامت کے قریب آجانے کی ایک دلیل ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاجوج ماجوج کی دیوار میں سوارخ ہوجانے کی بات کہہ کر گویا اس علاقہ سے اٹھنے والے ایک عظیم فتنہ اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو پہنچنے والے سخت نقصان کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا وہ

---

❶ بخاری ،الفتن، باب یأجوج ومأجوج (۷۱۳۵) ومسلم (۷۲۳۷) وترمذی (۲۱۸۷)

چنگیز یت کی صورت میں اسی علاقہ سے اٹھا اور جس نے بڑی بڑی اسلامی حکومتوں کو نقصان پہنچایا، یہاں تک کہ ہلاکو خان کی سربراہی میں تاتاری ترکوں کے سیلاب نے اسلامی خلافت کو بہاڈالا، خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کیا، بغداد کو لوٹ کر تباہ وتاراج کیا اور لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا اور پوری ملت اسلامیہ کو بڑی بڑی جہادوں سے دوچار کیا۔

میں نے جہنم کی مثل کوئی چیز نہیں دیکھی..!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا))

"شدت وسختی ہولناکی کے اعتبار سے میں نے دوزخ کی آگ کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس سے بھاگنے والا سوتا رہے اور سرور وشادمانی کے اعتبار سے میں نے جنت کی مانند ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی کہ اس کا طلب گار سوتا رہے۔" ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی طاقتور دشمن کو اپنے لیے مضرت رساں اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والا جانتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس دشمن کی طرف سے غافل نہیں رہتا اور اطمینان کی چادر تان کر سو نہیں جاتا بلکہ ہر وقت ہوشیار رہتا ہے اور جس قدر ممکن ہوتا ہے اس سے دور بھاگتا رہتا ہے لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ دوزخ کی آگ، جو اپنی ہلاکت وآفرینی، سختی وشدت اور ہولناکی کے اعتبار سے بڑے سے بڑے طاقتور دشمن سے بھی زیادہ ہلاکت ونقصان پہنچانے کے درپے ہے لوگ اس کی طرف سے غافل پڑے رہتے ہیں اور اس سے دور بھاگنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر دور بھاگتے بھی ہیں تو عین بھاگنے کی حالت میں نیند وغفلت کی شکار ہو جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ دوزخ کی آگ سے دور بھاگنا اور اس کی طرف سے غفلت کا

❶ ترمذی، صفة جهنم، باب منه (٢٦٠١) والصحيحة (٩٥٣) صحيح لشواهد.

شکار نہ ہونا یہ ہے کہ انسان خدا شناسی وخدا ترسی کا راستہ اختیار کرے گناہ ومعصیت کو ترک کر دے اور اطاعت وعبادت کو لازم کرے۔

اس طرح دوسرے جز کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پسندیدہ ومحبوب چیز کا طالب ہوتا ہے اور اس کو پوری طرح حاصل کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس چیز کی طلب وخواہش کی راہ میں کسی غفلت وسستی کا روادار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہے اور وہ جتنی زیادہ کوشش کرسکتا ہے اس کے مطابق اس چیز کی طرف بھاگتا ہے اور اس کو پالینا چاہتا ہے، مگر کتنی عجیب بات ہے کہ جنت جو تمام تر خوبیوں، راحتوں، شادمانیوں اور سعادتوں کا مرکز ومجموعہ ہے اس سے انسان کس قدر غافل ہے، اس کو پانے کی کوشش نہیں کرتا، اس کی طرف دوڑتا نہیں؟ واضح رہے کہ جنت کو پانا اور اس کی طرف دوڑنا یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا وخوشنودی کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے برائی کا راستہ چھوڑ کر نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے، اور طاعت وعبادت میں غفلت وسستی نہ کی جائے۔

سو اونٹوں کے مانند ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا النَّاسُ كَالْإِبِلِ الْمِائَةِ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً))

”آدمی اختلاف حالات اور تغیر صفات کے اعتبار سے ان سو اونٹوں کے مانند ہے جن میں سے تم ایک ہی کو سواری کے قابل پا سکتے ہو۔“ [1]

تفہیم الحدیث:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں آدمی تو بہت ہیں جیسے اونٹ بہت ہوتے ہیں، لیکن جس طرح اونٹوں میں سے سواری اور بار برداری کے قابل چند ہی اونٹ نکلتے ہیں اسی طرح

[1] بخاري، الرقاق، باب رفع الامانة (٦٤٩٨) ومسلم (٦٤٩٩) وابن ماجة (٣٩٩٠)

کام کے آدمی کہ جو نبی ﷺ کی صحبت ودریافت کے قابل ہوں اور صحبت دریافت کا حق ادا کرسکیں اور ان کے نیک مقصد میں ان کے معین ومددگار ثابت ہوسکیں، بہت کم ہوتے ہیں۔آپ ﷺ کا زمانہ اس اعتبار سے سب سے بہتر زمانہ تھا کہ اس میں کام کے لوگ زیادہ تھے، پھر بعد کے زمانہ میں اگرچہ پہلے زمانہ کی بہ نسبت ایسے لوگوں کی تعداد کم تھی لیکن آنے والے زمانہ کے اعتبار سے وہ تعداد یقیناً زیادہ تھی اور پھر اس کے بعد کے زمانہ میں ایسے لوگوں کی تعداد اگرچہ دوسرے زمانے کی تعداد سے بھی کم تھی، لیکن آنے والے زمانوں کے اعتبار سے یقیناً بہت زیادہ تھی۔

کھجور کے کچرا کی طرح

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَيَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً))

"نیک بخت وصالح لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے گزرتے رہیں گے اور بدکارونا کارہ لوگ جو کے بھوسے یا کھجور کے کچرا کی طرح باقی رہ جائیں گے جن کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگوں کی کوئی قدر ومنزلت نہیں اور ان کے وجود کا کوئی اعتبار نہیں)" [1]

اپنی مٹھی میں انگارہ رکھنے والے کی مانند

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس وقت لوگوں کے درمیان اپنے دین پر صبر کرنے والا (یعنی دنیا سے اپنا دامن بچا کر دینی احکام کی حفاظت وپیروی کرنے والا)

[1] بخاری، الرقاق، باب ذهاب الصالحين (٦٤٣٤)

اس شخص کی مانند ہوگا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے لیا ہو۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ آخر زمانے میں جب برائی عام ہو جائے گی، فسق فجور پھیل جائے گا اور پورے معاشرہ میں بدکار لوگوں کا اس قدر غلبہ ہوگا کہ دین کی بات کرنے والے اور دینداروں کے مددگار رمعاون ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے، تو اس وقت دین کو اختیار کرنا اور ثابت قدمی کے ساتھ گامزن رہنا اتنا ہی دشوار اور سخت صبر آزما ہوگا جس قدر کہ کوئی شخص اپنی مٹھی میں انگارہ بند کرلے اور اس کی اذیت وتکلیف پر صبر تحمل کرے۔

تم سیلاب کی جھاگ کی مانند ہو جاؤ گے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے جب کفر وضلالت سے بھرے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ آپس میں ایک دوسرے کو تم سے لڑانے اور تمہاری شان وشوکت کو مٹانے کے لیے بلائے گا جیسا کہ کھانے کے دسترخوان پر جمع ہونے والے لوگ آپس میں ایک دوسرے کو کھانے کے کاب کی طرف متوجہ کرتے ہیں، یعنی جس طرح کچھ لوگ جمع ہو کر کھانے کی محفل میں دسترخوان پر بیٹھتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف کھانے کے برتن سرکاتے رہتے ہیں اور اس میں جو چیز ہوتی ہے اس کو کھانے کے لیے کہتے رہتے ہیں چنانچہ وہ سب بلا تکلف اور بغیر کسی رکاوٹ کے ان برتنوں میں سے جو کچھ چاہتے ہیں لے لے کر کھاتے ہیں، اسی طرح کفر وضلالت کے حامل لوگ تمہارے مقابلے پر جمع ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو اکسائیں گے، بھڑکائیں گے اور آخر کار وہ تمہیں ہلاک کریں گے، تمہاری جائیدادیں تباہ کریں گے، تمہارے مال

---

❶ ترمذی، الفتن، باب (۲۲۶۰) وأحمد (۲/ ۳۹۰) (۹۰٦۱) والصحیحة (۹۵۷)

واسباب لوٹیں گے اور تمہیں خانماں برباد کریں گے۔ اس میں گویا اس طرف اشارہ ہے کہ تم مسلمان ان دشمنان دین کے سامنے تر چارہ کی طرح ہو جاؤ گے جس کا جی چاہے گا تمہیں نگل لے گا۔ کسی صحابی نے عرض کیا کہ ان کا ہمارے خلاف جمع ہونا اور ہم پر غالب آ جانا کیا اس سبب سے ہوگا کہ اس وقت ہم کم تعداد میں ہوں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں ایسا اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ تم کم تعداد میں ہوگے، بلکہ اس وقت تمہاری تعداد تو بہت ہوگی، لیکن تمہاری حیثیت پانی کے اس جھاگ کی سی ہوگی جو دریا نالوں کے کناروں پر پائے جاتے ہیں (یعنی تمہارے اندر جرأت وشجاعت اور قوت کا فقدان ہوگا) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہاری ہیبت اور تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ضعف وسستی پیدا کر دے گا۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے دلوں میں ضعف وسستی پیدا ہو جانے کا سبب کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری۔ یعنی جب زندگی تمہارے لیے عزیز اور موت تمہارے لیے ناپسندیدہ ہو جائے گی تو تم دشمن کا مقابلہ کرنے اور بہادری کے جوہر دکھانے کے قابل نہیں رہ جاؤ گے)" [1]

ہم بھی اس کی مثل فرشتوں کے پانچ لشکر بھیجیں گے

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں (یا کسی وعظ کے دوران) فرمایا:

"لوگو سنو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتا دوں جو تم نہیں جانتے۔ (اس کے بعد آپ نے ان باتوں کے سلسلے میں اس طرح بیان فرمانا شروع کیا کہ) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو مال میں نے اپنے کسی بندہ کو دیا ہے وہ حلال

[1] ابوداؤد، الملاحم، باب فی تداعی الامم علی الاسلام (٤٢٩٧) وأحمد (٢٧٨/٥) (٢٢٧٦٠) و الصحیحة (٩٥٨)

ہے، یعنی کسی شخص کو جو مال واسباب جائز ذرائع سے حاصل ہوا ہے وہ اس کے حق میں حلال ہے، کوئی اس کو اپنی طرف سے حرام قرار نہیں دے سکتا، جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں قاعدہ تھا کہ لوگ بعض صورتوں میں اونٹوں کو خواہ مخواہ اپنے پر حرام کر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے تو اپنے سب بندوں کو باطل کے خلاف، حق کی طرف مائل پیدا کیا، لیکن یہ شیاطین تھے، جو ان بندوں کے پاس آئے اور ان کو ان کے دین سے پھیر کر گمراہی میں ڈال دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جن کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا (یعنی شیاطین نے ان لوگوں کو اس طرح گمراہ کر دیا کہ انہوں نے اپنے اوپر حلال چیزوں کو حرام کر لیا اور ان ہی شیاطین نے ان کو حکم دیا (یعنی ان کے دل میں یہ گمراہ کن وسوسہ ڈالا) کہ وہ اس چیز کو میرے ساتھ شریک کریں جس کے غالب ہونے کی کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی (یعنی جو لوگ بتوں کو پوجتے ہیں اور اس طرح عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان کے پاس ان کے اس فعل کی کوئی معقول دلیل اور استحقاق نہیں ہے، یہ صرف شیاطین کے گمراہ کرنے کا اثر ہے کہ وہ ایسے ناروا کام میں مبتلا ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر ڈالی اور ان کو کفر شرک پر متفق اور ضلالت وگمراہی میں مستغرق پایا، چنانچہ اللہ نے ان سب کو اپنا مبغوض ونا پسندیدہ قرار دے دیا خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے (یعنی جب دنیا کے سارے لوگ کفر شرک میں مبتلا ہو گئے اور محمد ﷺ کی بعثت تک سب کے سب گمراہی پر متفق ومجتمع تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے تو عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا اور عزیر علیہ السلام کی پوجا کرنے لگے، عیسیٰ علیہ السلام کی قوم تین خداؤں کی قائل اور اس مشرکانہ عقیدہ کی حامل ہوگئی کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں وغیرہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنا مبغوض ترین بندہ قرار دے دیا) علاوہ اہل کتاب کی اس جماعت کے جو مشرک نہیں

ہوئی بلکہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہوئے اصل دین پر قائم وثابت قدم رہی، اس جماعت کے لوگوں نے نہ تو اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی اور نہ اپنے دین کے احکام میں اپنی مرضی کے مطابق کوئی تبدیلی کی یہاں تک کہ جب حضرت محمد ﷺ اس دنیا میں مبعوث ہوئے تو ان پر ایمان لائے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو مبغوض قرار نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو اے محمد! پیغمبر بنا کر دنیا میں اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو آزماؤں کہ آپ اپنی قوم کی ایذا رسانی پر کس طرح صبر کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کو بھی آزماؤں کہ آیا وہ لوگ آپ ﷺ پر ایمان لاتے ہیں یا آپ کے ساتھ کفر اختیار کرتے ہیں اور میں نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی جس کو پانی دھو اور مٹا نہیں سکتا یعنی عام طور سے کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب کو پانی سے دھویا جائے تو مٹ جاتی ہے لیکن وہ کتاب جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی یعنی قرآن کریم ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو کوئی پانی دھو اور مٹا دے، بلکہ وہ ہر قسم کی تحریف اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہے بایں طور کہ اس کو قیامت تک کے لے دلوں میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور اس کے احکام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی وجاری رکھا گیا ہے، آپ اس کتاب کو سوتے جاگتے ہر وقت پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی اہل قریش میں سے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور کفر کی حالت پر قائم ہیں ان کو اس طرح تباہ و ہلاک کر دوں کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہے) میں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار قریش تو میرا سر کچل کر روٹی کی مانند چورا کر دیں گے (یعنی اہل اسلام کے مقابلہ پر ان کی طاقت اور تعداد بہت زیادہ ہے، میں ان سے کس طرح نمٹ سکوں گا اور کیسے ان پر غلبہ پاؤں گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کو ان کے وطن سے نکال دو جس طرح کہ انہوں آپ کو

وطن بدر کیا تھا اور ان کے ساتھ جہاد کرو، ہم آپ کے جہاد کے سامان کا انتظام کریں گے، یعنی آپ اور آپ کے رفقاء کو ایسی غیبی طاقت اور ہمت عطا کریں گے کہ اہل اسلام کی مٹھی بھر جماعت بھی ان کے لشکر جرار پر غالب آ جائے گی) آپ اپنے لشکر والوں پر مال واسباب خرچ کیجیے۔ اگر آپ کے پاس مال واسباب نہیں ہوگا تو ہم دیں گے اور اس کا انتظام کریں گے، آپ ان کے خلاف اپنا لشکر بھیجئے ہم دشمن کے لشکر سے پانچ گنی زیادہ طاقت کے ساتھ آپ کی مدد کریں گے، چنانچہ جب بدر کی جنگ ہوئی اور مسلمان صرف تین سو کی تعداد میں کفر کے ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے تو روایات میں آتا ہے کہ پانچ ہزار فرشتوں کا لشکر مسلمانوں کی مدد کے لیے آیا اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے اطاعت گزار ہیں ان کو ساتھ لے کر ان کے خلاف جنگ کیجئے جنہوں نے آپ کی نافرمانی اور آپ سے سرکشی کی ہے اور کافر ہیں۔'' ❶

جس طرح کہ جب کسی غائب شخص کا چہرہ...!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے جیسا کہ وعظ وخطبہ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور وعظ کیا جس کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں سے آگاہ فرمایا جو ظاہر ہونے والے تھے، پس از قسم فتنہ جو چیزیں اس وقت یعنی زمانہ نبوی سے لے کر قیامت تک وقوع پذیر ہونے والی تھیں ان سب کو ذکر فرمایا اور ان میں سے کوئی چیز بیان کرنے سے نہیں چھوڑی ان باتوں کو یاد رکھنے والوں نے یاد رکھا اور جو بھولنے والے تھے وہ بھول گئے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فتنوں کا ذکر فرمایا ان کو بعض لوگوں نے تو یاد رکھا

---

❶ مسلم، الجنة ونعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة وأهل النار (٧٢٠٧)

اور بعض لوگوں نے فراموش کر دیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے یہ دوست (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم جو اس وقت بقید حیات ہیں) اس واقعہ سے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنے خطبہ میں قیامت تک ظاہر ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا تھا) واقف ہیں (لیکن ان میں سے بعض حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ ان باتوں کو جانتے ہیں اور بعض حضرات کو وہ باتیں تفصیل کے ساتھ یاد نہیں رہی ہیں کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ نسیان کا طاری ہو جانا انسانی خواص میں سے ہے اور جیسا کہ بیان کیا گیا میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں جو ان باتوں کو پوری طرح یاد نہیں رکھ سکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کی خبر دی تھی اور جن باتوں کو میں بھول گیا ہوں اگر ان میں سے کوئی بات پیش آ جاتی ہے تو میں اس کو دیکھ کر اپنا حافظہ تازہ کر لیتا ہوں جس طرح کہ جب کسی غائب شخص کا چہرہ نظر آ جاتا ہے تو وہ چہرہ دیکھ کر اس شخص کو پہچان لیا جاتا ہے (یعنی عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص بہت عرصہ تک غائب رہتا ہے تو اس کی شخصیت ذہن سے اوجھل ہو جاتی ہے اور لوگ اسے بھول جاتے ہیں لیکن جب کبھی وہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کا چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے تو اس کی بھولی ہوئی شخصیت فوراً یاد آ جاتی ہے اور وہ تشخص کے ساتھ پہچان لیا جاتا ہے، اسی طرح میرا معاملہ بھی یہ ہے کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں پیش گوئی کے طور پر فرمائی تھیں وہ تفصیلی طور پر میرے ذہن میں نہیں رہی ہیں لیکن جب ان باتوں میں سے کوئی بات پیش آ جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کی خبر دی تھی ان میں سے کوئی چیز وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کو دیکھ کر میں فوراً پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ [1]

ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے..!

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

---

[1] بخاري، القدر، باب ﴿وكان امر الله قدرا مقدورا﴾ (٦٦٠٤) ومسلم (٧٢٦٣) وابو داود (٤٢٤٠)

”لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں یعنی جس طرح چٹائی میں تنکے ایک کے پیچھے ایک لگائے جاتے ہیں اسی طرح دلوں پر ایک کے بعد ایک فتنے ڈالے جائیں گے پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نقطہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نقطہ پیدا کر دیا جائے پس انسان ان فتنوں کے پیش آنے اور ان کے دلوں پر ان فتنوں کی تاثیر وعدم تاثیر کے اعتبار سے دو قسموں میں بٹ جائیں گے (یا یہ کہ انسان کے دل مذکورہ اعتبار کے مطابق دو قسم کے ہو جائیں گے) ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے کہ جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی واضح رہے کہ اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے بلکہ سختی اور قوت کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مسرت رساں نہیں ہوگا جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں (یعنی اس دل کی یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیاہ دل، اوندھے برتن کی مانند (کہ اس میں جو کچھ بھی ہو گر پڑے، مطلب یہ کہ اس طرح کا دل راکھ کی مانند سیاہ اور اوندھے برتن کی طرح ایمان ومعرفت کے نور سے خالی ہوگا چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک واچھے اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا، وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جو از قسم خواہشات اس میں رچ بس گئی ہے اور جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔ (یعنی وہ طبعی طور پر نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا اور اچھی وبری کا امتیاز کئے بغیر ہر اس چیز کے پیچھے بھاگے گا جو اس کے نفس کو مرغوب ہوگی۔“ [1]

تفہیم الحدیث:

فتنوں سے مراد بلاء وآفات اور وہ چیزیں ہیں جو انسان کے ذہن وفکر اور قلب وجسم کو

[1] مسلم ،الایمان، باب رفع الامانة والایمن من بعض.....(۳٦۹) وأحمد(۲۳۸۳۳)

تعب وتکلیف اور رنج ونقصان میں مبتلا کر لیتی ہیں لیکن بعض حضرات نے فتنوں کی مراد، فاسد وگمراہ نظریات، باطل افکار اور نفسانی شہوت وخواہشات کو قرار دیا ہے۔

فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا))

''اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین ومذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔'' [1]

تفہیم الحدیث:

''اعمال صالحہ میں جلدی کرو'' کی ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اس تغیر پذیر دنیا کو کسی ایک رخ پر قرار نہیں اور وقت حالت کا بہاؤ ایک ہی سمت نہیں رہتا، اگر اب ایسے حالات ہیں جو عقیدہ وعمل کا رخ صحیح سمت رکھنے میں معاون بنتے ہیں تو بعد میں ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو فکر ونظریات اور عقیدہ وعمل کا سفر ٹھیک رخ پر جاری رکھنے میں زبردست رکاوٹ پیدا کر دیں، اور ایسے میں کم ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذہن وفکر اور دلوں ماغ ان حالات کی تاثیر سے محفوظ رہ پائیں اور جن کے اعمال صالحہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو، پس جس شخص کو جو بھی موقع ملے اس میں اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اور جس قدر بھی اعمال کئے جا سکتے ہوں کر لئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر

[1] مسلم، الایمان، باب الحث علی المبادرة بالاعمال قبل تظاهر الفتن (۳۱۳) وترمذی (۲۱۹۵)

اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔

فتنوں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی دینی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنالو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین و شریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات و مصائب میں اس طرح گم ہو کر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے۔ وہ وقت لوگوں کے ذہن و فکر اور اعمال و کردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

فتنے مینہ کی طرح برس رہے ہیں

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى إِنِّيْ لَأَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ))

''ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان کی چھت پر چڑھے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جس کو میں دیکھ رہا ہوں...؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: حقیقت یہ ہے کہ میں ان فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں پر اس طرح برس رہے ہیں جس طرح مینہ برستا ہے۔'' [1]

تفہیم الحدیث:

''اطم'' پہاڑ کی چوٹی قلعہ اور بلند مکان کو کہتے ہیں اور آطام اس کی جمع ہے یا اس آطام سے مراد

---

[1] بخاری، فضائل المدینة، باب آطام المدینة (۱۸۷۸) ومسلم (۷۲٤٥)

مدینہ کے گرد واقع وہ فلک بوس مکانات اور قلعے ہیں جن میں وہاں کے یہودی رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک دن انہی قلعوں میں سے ایک قلعہ کی چھت پر تشریف لے گئے اور پھر مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔

میری طرف ہجرت کرنے کی مانند ثواب ہے

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ ......))

''فتنے کے زمانہ میں اور مسلمانوں کے باہمی محاذ آرائی اور قتل وقتال کے وقت پوری استقامت اور مداومت کے ساتھ دین پر قائم رہنے اور عبادت ونیکی کرنے کا ثواب، میری طرف ہجرت کرنے کے ثواب کی مانند ہے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ زمانہ نبوی میں فتح مکہ سے پہلے دار الحرب سے ہجرت کر کے مدینہ آ جانے اور آنحضرت ﷺ کی رفاقت وصحبت کا شرف رکھنے والے کو جو عظیم ثواب ملتا تھا اسی طرح کا عظیم ثواب اس شخص کو بھی ملے گا جو فتنہ وفساد کی جہالت وتاریکی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر اور مسلمانوں کی باہمی محاذ آرائی سے اپنا دامن بچا کر اللہ کی عبادت میں مشغول اور اپنے دین پر قائم رہے۔

فتنے جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش ماریں گے...؟

حضرت شقیق تابعی رحمہ اللہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

''ہم ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی شخص کو رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث یاد ہے جو آپ ﷺ نے

---

❶ مسلم، الفتن، باب فضل العبادة فی الهرج (٧٤٠٠) وترمذی (٢٢٠١) وابن ماجه (٣٩٨٥)

فتنہ کے سلسلے میں ارشاد فرمائی ہے، میں نے کہا کہ مجھے یاد ہے اور بالکل اسی طرح یاد ہے جس طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے (یعنی میرے حافظہ میں وہ حدیث کسی کمی وبیشی کے بغیر حرف بہ حرف محفوظ ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا وہ حدیث بیان کرو تم روایت حدیث میں بہت دلیر ہو، جو کچھ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اس کو نقل کرو اور اس کی کیفیت بیان کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کا فتنہ (یعنی اس کی آزمائش اور ابتلا) اس کے اہل وعیال میں ہے، اس کے مال میں ہے، اس کے نفس میں، اس کی اولاد میں ہے اور اس کے ہمسایہ میں ہے۔ اس کے اس فتنہ کو اور اس فتنہ کے سبب وہ جو گناہ کرتا ہے، اس کو روزے، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کردیتے ہیں۔ حضرت عمر نے یہ حدیث سن کر فرمایا کہ میرا مدعا اس فتنے سے نہیں تھا، میں تو اس فتنے کے بارے میں سننا چاہتا تھا جو سمندر کی موجوں کی طرح جوش مارے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا امیر المومنین بھلا آپ کو اس فتنہ سے کیا تعلق؟ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان تو ایک بند دروازہ حائل ہے۔ یعنی اس فتنہ کی آپ کو کیوں فکر ہے، اس کے برے اثرات آپ تک تو پہنچیں گے نہیں کیونکہ اس فتنہ کا ظہور آپ کی زندگی کے بعد ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ وہ دروازہ کہ جس سے فتنہ نکلے گا توڑا جائیگا؟ (یعنی اس کو اس طرح توڑا جائے گا) یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ دروازہ کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا۔ یعنی اس کو اس طرح توڑ پھوڑ کر برابر کردیا جائے کہ پھر اس کا بند ہونا یا قابل مرمت ہونا ممکن نہیں ہوگا۔ حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا۔ اس دروازے کے بارے میں کہ جو کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا

زیادہ قرین حقیقت بات یہ ہے کہ وہ کبھی بند ہی نہ ہو۔ حدیث کے راوی حضرت شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمر اس سے واقف تھے کہ دروازے سے مراد کون ہے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے واقف تھے جیسا کہ وہ اس بات سے واقف تھے کہ کل کے دن سے پہلے رات آئے گی (یعنی جس طرح ہر شخص یقینی طور پر جانتا ہے کہ کل آنے والے دن سے پہلے رات کا آنا ضروری ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ یقینی علم رکھتے تھے کہ دروازہ سے مراد کون ہے) اور اس میں شک نہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہ حدیث بیان کی جس میں غلطیاں نہیں ہیں۔ حضرت شقیق کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوئی کہ دروازے سے مراد کون ہے البتہ ہم نے حضرت مسروق سے عرض کیا جو وہاں موجود تھے کہ آپ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیجئے، چنانچہ انہوں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازے سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسے دروازے کی طرح ہے جس نے اس امت اور اسلامی مملکت میں فتنہ وفساد کے در آنے سے روک رکھا ہے ان کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔'' [1]

لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جانے کی مثل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب مال غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے، اور جب زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، اور جب علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض سے سکھایا جانے لگے اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور جب ماں کی نافرمانی کی جانے لگے، اور جب دوستوں کو تو قریب اور باپ کو دور کیا جانے لگے اور جب مسجد میں شور وغل مچایا جانے لگے اور جب

[1] بخاری، الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر (٧٠٩٦) ومسلم (٧٢٦٨) وترمذی (٢٢٥٨)

قوم و جماعت کی سرداری، اس قوم و جماعت کے فاسق شخص کرنے لگیں اور جب قوم و جماعت کے زعیم و سربراہ اس قوم و جماعت کے کمینہ اور رذیل شخص ہونے لگیں اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے اور جب لوگوں میں گانے والیوں اور ساز و باجوں کا دور دورہ ہو جائے اور جب شرابیں پی جانے لگیں اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہنے لگیں اور ان پر لعنت بھیجنے لگیں تو اس وقت تم ان چیزوں کے جلدی ظاہر ہونے کا انتظار کرو سرخ یعنی تیز و تند اور شدید ترین طوفانی آندھی کا، زلزلہ کا، زمین میں دھنس جانے کا، صورتوں کے مسخ و تبدیل ہو جانے کا، اور پتھروں کے برسنے کا، نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور تمام نشانیوں اور علامتوں کا انتظار کرو، جو اس طرح پے در پے وقوع پذیر ہوں گی جیسے (مثلاً موتیوں کی) لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرنے لگیں۔'' ❶

جس طرح کہ ان کی ماؤں کی عزت و حرمت...!

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ فَيَخُونُهُ فِيهِمْ إِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ))

''مجاہدین کی عورتوں کی عزت و حرمت (گھروں میں) بیٹھنے والوں (یعنی جہاد کے لئے نہ جانے والوں) پر اسی طرح لازم ہے جس طرح کہ ان کی ماؤں کی عزت و حرمت ان پر لازم ہے (یعنی جو لوگ کسی وجہ سے جہاد پر نہیں جا سکتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں میں رہ گئے ہیں ان کو چاہئے کہ جو لوگ جہاد میں گئے ہوں ان مسلمانوں کی عورتوں کی عزت و آبرو میں خیانت نہ کریں اور ان کی طرف نظر بد سے نہ دیکھیں

---

❶ ترمذی ،الفتن، باب ماجاء فی علامة حلول المسخ والخسف(۲۲۱۱)

بلکہ ان کو اپنے حق میں ایسا حرام جانیں گویا وہ ان کی مائیں ہیں) لہٰذا جو اس کے اہل وعیال (یعنی اس کی بیوی اور لونڈیوں یا دوسرے قرابتوں) کے لئے نائب وخلیفہ بنا یعنی ان کا نگران بنا اور پھر اس نے اس (مجاہد) کے اہل وعیال (کی عزت وآبرو) میں خیانت کی تو اس کو قیامت کے دن اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کے (نیک) اعمال میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا، ایسی حالت میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' ❶

تفہیم الحدیث:

''ایسی حالت میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟'' کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ ایسی حالت میں وہ مجاہد قیامت کے دن اس شخص کی نیکیوں کو لے لینے میں کم راغب ہوگا؟ نہیں، بلکہ وہ اس کے پاس کچھ بھی نہیں چھوڑے گا اور اس کی تمام ہی نیکیاں لے لے گا یا اس شخص نے اس مجاہد کے حق میں خیانت کی ہے اس کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ خیانت کرنے والے کی نیکیوں کی صورت میں مجاہد کو جو عوض و بدلہ دے گا اس میں تمہیں کوئی شک ہے؟ اگر تمہیں کوئی شک نہیں ہے اور تم یہ یقین رکھتے ہو کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ قطعی سچ ہے تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم مجاہدین کی عورتوں کی عزت وآبرو میں خیانت کرنے سے احتراز کرو مبادا اس کی وجہ سے تمہیں آخرت میں اپنی ساری نیکیوں سے ہاتھ دھونا پڑ جائے ۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہد کو جو یہ مرتبہ عظیم عطا فرمایا ہے اور اس کو اس فضیلت کے ساتھ جو مخصوص کیا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اس مجاہد کو بس یہی مرتبہ ملے گا؟ نہیں بلکہ اس مرتبہ اور اس مخصوص فضیلت کے ساتھ جو مخصوص کیا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اس مجاہد کو بس یہی مرتبہ ملے گا؟ نہیں بلکہ اس مرتبہ اور اس مخصوص فضیلت کے علاوہ بھی اس کو اور بہت عظمتیں اور

---

❶ صحیح مسلم، الامارة، باب حرمة نساء المجاهدين وإثم من خانهم فيهن (٤٩٠٨) وأبو داؤد (٢٤٩٦)

بزرگیاں ملیں گی اور اس سے بھی بڑے بڑے درجات اس کو نصیب ہوں گے۔

جتنی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے پر ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا يَجِدُ الشَّهِيدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ))

''شہید اپنے قتل کی بس اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی تکلیف تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے کاٹنے پر محسوس کرتا ہے'' ❶

تفہیم الحدیث:

امام طیبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ اس شہید کا حال بیان کیا گیا ہے جو خدا کی راہ میں اپنی جان دینے میں لذت و کیف محسوس کرتا ہے اور اس قربانی پر اس کا نفس خوش و مطمئن ہوتا ہے لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ مراد یہ ہو کہ شہید کو موت کے بعد حق تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کی وجہ سے جو لذتیں حاصل ہوتی ہیں ان کی بہ نسبت اس کو اپنے قتل کی تکلیف چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف سے زیادہ محسوس نہیں ہوتی لہٰذا دانا مؤمن کو چاہئے کہ وہ خدا کی راہ میں جان میں دینے سے نہ گھبرائے اور نہ ڈرے بلکہ ہنسی خوشی کے ساتھ شہادت کو گلے لگائے۔

جہاد ہی کی مانند ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ))

''جہاد سے لوٹ کر آنا بھی جہاد ہی کی مانند ہے۔'' ❷

---

❶جامع الترمذی، فضائل الجھاد، باب ماجاء فی فضل المرابط(١٦٦٨)والنسائی(٣١٦١)وابن ماجہ (٢٨٠٢) صحیح

❷ابو داؤد،الجھاد، باب فی فضل القفل فی سبیل اللہ (٢٤٨٧)واحمد(٦٦٢٥)صحیح

تفہیم الحدیث:

مطلب یہ ہے کہ مجاہد اور غازی جب جہاد سے فارغ ہو کر اپنے گھر لوٹ آتا ہے تو اس کے لوٹنے میں بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا جہاد کرنے میں کیونکہ مجاہد و غازی تو ہر وقت اللہ کی راہ میں اپنی جان پیش کرنے کی نیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی جہاد سے فارغ ہو کر گھر آتا ہے تو اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ کچھ دن راحت لے کر پھر جہاد کرنے کی طاقت وقوت پیدا کروں اور پھر جوں ہی اللہ کی راہ کا بلاوا آئے فوراً میدان جنگ میں پہنچ کر نئے حوصلوں اور نئی امنگوں کے ساتھ دشمنانِ دین کے ساتھ پنجہ آزمائی کروں۔

جیسے اس کے بدن میں خاردار درخت کے کانٹے ہوں

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

((اَلشُّهَدَاءُ أَرْبَعَةٌ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ الَّذِى يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَرَفَعَ رَأْسَهُ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ قَالَ فَمَا أَدْرِى أَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ أَرَادَ أَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِى الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِى الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِى الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ))

''شہید چار طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ شخص جو کامل الایمان مسلمان تھا اور جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا تو یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے دن لوگ اس طرح سر اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے یہ کہہ کر انہوں نے اپنا سر اٹھایا یہاں تک کہ ان کی ٹوپی گر پڑی حدیث کے وہ راوی جنہوں نے اس روایت کو حضرت فضالہ سے نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کی مراد کس کی ٹوپی تھی یعنی انہوں نے واضح نہیں کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سر اٹھا کر دکھلایا تو ان کی ٹوپی گری تھی یا انہوں نے روایت حدیث کے وقت یہ بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی گری تھی بہرکیف حاصل یہ کہ قیامت کے دن یہ شخص اتنا عالی مرتبہ ہوگا کہ لوگ اس کی طرف اچک اچک کر دیکھیں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور دوسرا وہ شخص جو جید الایمان مؤمن تھا اور جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو وہ اپنی بزدلی کی وجہ سے ایسا نظر آنے لگا جیسے اس کے بدن میں خاردار درخت کے کانٹے ہوں (یعنی یہ اس شخص کے خوف کی وجہ سے تھرتھر کانپنے اور دہشت سے اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جانے کی کیفیت کو کنایۃً بیان کیا گیا ہے) اور پھر ایک تیر آ کر اس کو لگا جس کا چلانے والا نامعلوم تھا اور اس نے اس کو موت کی آغوش میں پہنچا دیا تو یہ شخص پہلے شخص کی بہ نسبت دوسرے درجہ کا ہے اور تیسرا شخص وہ مؤمن تھا جس نے کچھ اچھے اور کچھ برے اعمال کئے تھے اور جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا تو یہ شخص تیسرے درجہ کا ہے اور چوتھا شخص وہ مسلمان ہے جس نے اپنی جان پر بہت اسراف کیا تھا (یعنی جس نے بہت زیادہ گناہ کئے تھے) اور جب دشمن سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے اللہ کو سچ کر کے دکھایا

یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا تو یہ شخص چوتھے درجے کا ہے۔" ❶

تفہیم الحدیث:

اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا کے بارے میں واضح ہو کہ اگر لفظ صدق میں دال پر تشدید نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس شخص نے اپنی شجاعت و بہادری کے ذریعہ اس چیز کو سچا کیا جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عائد ہوئی تھی یعنی خدا کی راہ میں ثابت قدم رہنا اور دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا اور اگر دال پر تشدید ہو تو اس صورت میں معنی ہوں گے کہ اس شخص نے اپنے عمل اور اپنی شجاعت و بہادری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو راست گو ثابت کیا اور اس کے قول کی تصدیق بایں طور کہ اس نے خدا کی راہ میں جہاد کیا، اور اس راہ کی تمام مشقتوں، تکلیفوں اور مصائب کو برداشت کیا اور حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے اجر وثواب کا امیدوار رہا چنانچہ حق تعالیٰ نے جو مجاہدین اسلام کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں پیش آنے والی ہر مصیبت و تکلیف پر صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی طرف سے اجر وثواب کے طلب گار ہوتے ہیں تو جب وہ شخص لڑا اور طلب ثواب کی خاطر صبر واستقامت کی راہ اختیار کی تو گویا اس نے اپنے اس عمل کے ذریعہ حق تعالیٰ کی بات کی تصدیق کی۔

حدیث میں شہداء کی جو قسمیں بیان کی ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ جس مسلمان نے خدا کی راہ میں شہادت پائی ہے وہ یا تو متقی و پرہیز بھی تھا اور شجاع، و بہادر بھی اور یہ پہلی قسم ہے یا وہ متقی و پرہیزد تھا لیکن شجاع و بہادر نہیں تھا یہ دوسری قسم ہے اور یا وہ شجاع بہادر تو تھا مگر متقی و پرہیز گار نہیں تھا پھر اس کی بھی دو قسمیں ہوں گی ایک یہ کہ یا تو وہ ایسا غیر متقی وغیر پرہیز گار تھا کہ اس کے اعمال محفوظ تھے۔ لیکن زندگی میں اس سے نیک عمل بھی صادر ہوئے تھے اور برے عمل بھی سرزد ہوئے تھے لیکن اس کے برے اعمال اتنے زیادہ نہیں تھے کہ اس کو فاسق و مسرف

---

❶ جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل الشهداء عند الله (١٦٤٤) امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کہا گیا ہو۔اور یہ حدیث میں بیان کی گئی تیسری قسم ہے اور یا وہ ایسا غیر پرہیز گار تھا کہ اس کی بدعملیاں اس کی زندگی میں غالب رہی تھیں یعنی اس نے اتنے زیاد برے اعمال کئے تھے کہ فاسق و مسرف مانا گیا تھا اور یہ چوتھی قسم ہے لہٰذا دوسری قسم کے علاوہ اور ساری قسموں میں اللہ کی راہ کی تصدیق حاصل ہوتی ہے نیز اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی تصدیق کرنے سے صبر اور طلب ثواب کے وعدے کی تصدیق مراد ہے کیونکہ وہ دوسری قسم میں بھی حاصل ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس دوسری قسم کے شہید کے بارے میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھایا۔

یہ پہلا مال مجھے اسلام لانے کے بعد حاصل ہوا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ:

((خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَاسْتَدَرْتُ (فَاسْتَدْبَرْتُ)حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ حَتَّى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ أَمْرُ اللهِ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ

فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ يَا رَسُولَ اللهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِى فَأَرْضِهِ عَنِّى فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَاهَا اللهِ إِذًا يَعْمِدُ (إِذًا لَا يَعْمِدُ)إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرِفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ))

"(فتح مکہ کے بعد)غزوہ حنین کے سال ہم (جہاد کے لئے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے ، جب کافروں سے ہمارا مقابلہ ہوا تو (کچھ دیر کے لئے)مسلمانوں کو شکست کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا، میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر غالب آ گیا ہے، میں نے اس کے پیچھے سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار کا (بھرپور) وار کر کے اس کی زرہ کاٹ ڈالی ، وہ مجھ پر جھپٹ پڑا اور اس نے اتنے زور سے مجھے دبوچا کہ اس کی وجہ سے موت کا مزہ آ گیا (یعنی میں مرنے کے قریب ہو گیا ، پھر (میرے ایک اور وار سے)موت نے اسے دبا لیا اور میں اس سے چھوٹ گیا ، اس کے بعد میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ: لوگوں کو کیا ہو گیا (کہ دشمن کے مقابلہ سے بھاگ رہے ہیں؟)انہوں نے کہا اللہ کا حکم یہی ہے یعنی یہ جو کچھ ہو رہا ہے قضاو قدر الٰہی کے مطابق ہو رہا ہے۔ پھر لوگ (اس عارضی پسپائی کے بعد دوبارہ لڑنے کے لئے میدان جنگ میں)واپس آ گئے اور نبی کریم ﷺ (ایک جگہ) بیٹھ گئے اور فرمایا کہ: جو شخص دشمن کے) کسی آدمی کو قتل کر دے اور اس کے قتل کرنے کا کوئی گواہ ہو (اور خواہ ایک ہی گوہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی (قتل کرنے والے)شخص کا ہو گا۔ (یہ سن کر میں کھڑا ہوا اور ارادہ کیا کہ اس مشرک کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کروں ، لیکن (دل میں)میں نے کہا کہ: میری گواہی کون شخص دے گا (کہ میں نے

اس مشرک کو قتل کیا ہے۔) آخر میں بیٹھ گیا، نبی کریم ﷺ نے اسی طرح پھر فرمایا (کہ جو شخص دشمن کے کسی آدمی کو قتل کرنے کا کوئی گواہ ہو تو مقتول کا چھینا ہوا مال اسی کا ہوگا) میں نے پھر (کھڑے ہو کر اپنا واقعہ بیان کرنا چاہا لیکن میں نے دل میں) کہا کہ: میری گواہی کون شخص دے گا؟ اور میں پھر بیٹھ گیا نبی کریم ﷺ نے پھر اسی طرح (تیسری مرتبہ) فرمایا۔ میں (جب اس مرتبہ بھی) کھڑا ہوا (لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا) تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوقتادہ کیا بات ہے تم کسی غرض منداور طالب حاجت کی طرح بار بار کھڑے ہوتے ہو اور بیٹھ جاتے ہو مگر زبان سے کچھ نہیں کہتے؟ تب میں نے آنحضرت ﷺ کو بتایا (کہ میں نے فلاں مشرک کو قتل کیا ہے) ایک شخص نے (میری بات سن کر) کہا کہ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں اور اس مشرک کا مال میرے پاس موجود ہے، آپ ﷺ ان کو میری طرف سے راضی کر دیجئے (کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں اور ان کو اس مشرک کے مال کے عوض کوئی اور چیز دے دی جائے یا ان کو اس بات پر رضا مند کر دیجئے کہ یہ میرے ساتھ کسی اور طرح مصالحت کر لیں)۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا، رسول کریم ﷺ اس معاملہ میں ان (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) کی مرضی کے خلاف کوئی ارادہ نہیں کریں گے ابوقتادہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے (دشمن سے) لڑتا ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس مال پر ان (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ) کا حق ہے وہ تمہیں دے دیں۔؟ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہیں، تم ابوقتادہ کو اس مشرک (مقتول) کا مال دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے اس کا مال مجھ کو دے دیا اور میں نے (بعد میں) اس مال کے ذریعہ ایک باغ خریدا جو قبیلہ بنو سلمہ میں واقع تھا اور یہ سب سے پہلا مال تھا جو

مجھے اسلام لانے کے بعد حاصل ہوا۔" ❶

تفہیم الحدیث:

اس غزوہ میں مسلمانوں کو کچھ دیر کے لئے شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا کیونکہ اسلامی لشکر کے کچھ لوگوں نے ایک موقع پر پسپائی اختیار کی جس سے دشمن کے لشکر کو بظاہر حاوی ہونے کا موقع مل گیا لیکن آنحضرت ﷺ میدان جنگ میں اپنی جگہ پر قائم رہے، آپ ﷺ ایک خچر پر سوار تھے جس کی باگ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن الحارث نے تھام رکھی تھی۔ اس عارضی پسپائی کے موقع پر جب کہ اسلامی لشکر میں تقریباً افراتفری کا عالم تھا آپ ﷺ نہ صرف بڑی بہادری کے ساتھ دشمن کے مقابلے پر ڈٹے رہے بلکہ آگے بڑھ بڑھ کر دشمن کے لشکر پر تن تنہا حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

"میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اور جھوٹ نہیں کہتا سچا نبی ہوں۔"

لیکن یہ دونوں حضرات جنہوں نے آپ ﷺ کے خچر کی باگ تھام رکھی تھی آپ ﷺ کو روک دیتے تھے، آخر کار حق تعالیٰ نے اسلامی لشکر کو ثابت قدمی بخشی اور اس نے دوبارہ دشمن پر حملہ کر کے اس کے لشکر کو تہس نہس کر دیا اور آخری فتح حاصل کی۔

آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"ایک شخص نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک غلام ہدیہ کے طور پر پیش کیا جس کا نام مدعم تھا (ایک دن کسی میدان جنگ میں) وہ رسول کریم ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیر آ کر اس کو لگا جس سے جان بحق ہو گیا، لوگوں

---

❶ بخاری، فرض الخمس، باب من لم یخمس الأسلاب ومن قتل قتیلا فله سلبه من غیر أن یخمـ وحکم الإمام فیه (۳۱۲٤) ومسلم (٤٥٥٥)

کہا: مدعم کو جنت مبارک ہو یعنی مدعم خوش قسمت رہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا اور جنت میں پہنچ گیا: (یہ سن کر) رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ چادر جس کو مدعم نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل لے لیا تھا، آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے۔ جب ان لوگوں نے (اس شدید وعید و تنبیہ کو سنا) (جنہوں نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کو سہل سمجھ لیا تھا اور یہ گمان کر لیا تھا کہ چھوٹی موٹی اور حقیر چیزوں کو لے لینے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا تو وہ کانپ گئے اور وہ مال غنیمت میں سے جو چھوٹی موٹی چیزیں لے لی تھیں ان کو لا لا کر واپس کرنے لگے یہاں تک کہ) ایک شخص ایک تسمہ یا دس تسمے (واپس کرنے کے لئے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا کہ یہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں یعنی خیانت کی چیز ہر حالت میں دوزخ کی آگ کا سزاوار کرے گی خواہ وہ کتنی ہی معمولی اور حقیر کیوں نہ ہو۔" ❶

تفہیم الحدیث:

اس حدیث میں اس شخص کے لئے سخت تنبیہ اور شدید وعید ہے جو کسی ایسے مال میں سے کھائے جس کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق متعلق ہوں۔ جیسے اوقاف اور بیت المال وغیرہ کیونکہ کسی ایک شخص کا حق تو واپس کیا جا سکتا ہے لیکن بہت سوں کے حقوق کی واپسی اور ان کی حق تلفیوں کی تلافی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی ہے۔

مجھ کو بھی دوسروں کی مثل ہی دیا

حضرت ابو جویریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّومِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيهَا دَنَانِيرُ فِي إِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ

❶ بخاري، الجهاد، باب الغلول (٣٠٧٣) ومسلم (٤٧٣٤)

مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أَعْطَى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نَفْلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَأَعْطَيْتُكَ ثُمَّ أَخَذَ يَعْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيبِهِ فَأَبَيْتُ))

'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں (ایک دن) میں نے روم کی زمین میں ایک سرخ رنگ کی تھلیا پائی جس میں دینار (بھرے ہوئے) تھے، اس وقت ہمارے علاقے کے حاکم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھے جن کا نام معن بن یزید رضی اللہ عنہ تھا، میں وہ تھلیا لے کر ان کے پاس آیا، انہوں نے ان دیناروں کو مسلمانوں (یعنی مجاہدین اسلام) کے درمیان تقسیم کر دیا اور ان میں سے مجھ کو بھی اتنا ہی دیا، جتنا کسی ایک شخص کے حصے میں آیا تھا (یعنی مجھے بھی سب کے برابر دیا کوئی زیادہ حصہ نہیں دیا) اور پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ ''خمس نکالنے کے بعد ہی حصے سے زیادہ دیا جا سکتا ہے (تو یقیناً میں بھی تمہیں دوسروں سے زیادہ) دیتا۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کسی مجاہد کو مخصوص طور پر کوئی زیادہ حصہ اس مال میں سے دیا جا سکتا ہے جس میں سے خمس نکالنا ضروری ہو اور وہ خمس نکالا جا چکا ہو، اور یہ ظاہر ہے کہ خمس اس مال میں سے نکالا جاتا ہے جو کفار سے جنگ و جدال کے بعد ہاتھ لگا ہو جس کو مال غنیمت کہتے ہیں جب کہ یہ مال جو تمہارے ہاتھ لگا ہے ''مال فئی'' ہے، اور ''مال فئی'' میں کوئی زائد حصہ نہیں لگتا اس لئے تمہیں بھی اس مال میں سے دوسرے سے زیادہ نہیں ملے گا۔

❶ سنن ابی داؤد، الجهاد، باب فی النفل من الذهب والفضة ومن اول مغنم (٢٧٥٣) و أحمد (١٥٩٥)

تمہارے مال غنیمت میں میرے لئے اتنا بھی حصہ نہیں

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمُسُ وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ فِيكُمْ))

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک موقع پر) مال غنیمت کے ایک اونٹ کو سترہ قرار دے کر ہمیں نماز پڑھائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا (اور نماز سے فارغ ہو گئے) تو اس اونٹ کے پہلو سے (دو ایک) بال اکھاڑے اور پھر فرمایا کہ تمہارے مال غنیمت میں میرے لئے اتنا (یعنی ان بالوں کے بقدر) بھی حصہ نہیں ہے علاوہ خمس کے اور وہ خمس بھی تمہاری ضرورتوں میں خرچ کیا جاتا ہے'' ❶

تفہیم الحدیث:

اگر پہلو سے یہ مراد ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے کوہان کی کسی جانب سے بال اکھاڑے تو اس صورت میں یہ وہی واقعہ ہو گا جس کا ذکر اوپر کی حدیث میں تھا اور اگر ظاھری مفہوم یعنی ''اونٹ کا پہلو'' مراد لیا جائے تو اس صورت میں یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو گا۔

دوسرے نے بھی اسی کی مثل بات کی

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((بَيْنَا أَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ (نَظَرْتُ)عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيثَةٍ أَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ بَيْنَ أَضْلَعَ (أَصْلَحَ)مِنْهُمَا فَغَمَزَنِي أَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا

❶ سنن ابی داؤد، الجهاد، باب فی الامام یستأثر بشی من الفیء لنفسه(۲۷۵۵)والحاکم(٦٥٨٣)

جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذَالِكَ فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا إِنَّ هَذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي سَأَلْتُمَانِي فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ أَيُّكُمَا قَتَلَهُ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ))

''غزوہ بدر کے دن میں (دشمن کی مقابل) صف میں کھڑا تھا، جب میں نے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں دو انصار لڑکوں کے درمیان کھڑا ہوں، جو بالکل نوعمر تھے، مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش (اس وقت) میں ان دونوں سے زیادہ طاقتور اور تجربہ کار دو آدمیوں کے درمیان کھڑا ہوتا (یعنی) میں نے دونوں نوعمروں کو حوصلہ اور شجاعت کے اعتبار سے بے وقعت جانا اور یہ خیال کیا کہ چونکہ یہ نوعمر اور نا آزمودہ کار ہیں، اس لئے ہوسکتا ہے کہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں اور معرکہ کے وقت بھاگ کھڑے ہوں جس سے میری ذات کو بھی بٹہ لگے، میں انہیں خیال میں غلطاں و پیچاں تھا کہ (اچانک ان دونوں میں سے) ایک نے مجھے ٹھوکا دیا اور کہا کہ چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں، وہ کونسا ہے اور کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں میں جانتا ہوں، لیکن میرے بھتیجے! تمہیں ابوجہل سے کیا غرض ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا

ہے کہ وہ (لعین ابوجہل) رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیا کرتا ہے، اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک جدا نہ ہوگا جب تک ہم میں سے کوئی ایک موت کی طرف بڑھنے میں جلدی نہ کرے (یعنی ابوجہل کے خلاف میرے دل میں اتنی نفرت ہے کہ میں اسکو دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑوں گا اور اس وقت تک اس سے لڑوں گا جب تک ہم دونوں میں سے جس کی موت پہلے آنے والی ہوگی وہ نہ مرجائے خواہ میں شہید ہو جاؤں، خواہ میں اس کو جہنم رسید کروں)۔'' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس نوعمر کی اس بات کو سن کر حیران رہ گیا (کہ خدایا، ان نوعمروں کے دل میں آنحضرت ﷺ کی کتنی محبت ہے اور ان کے جذبات میں ہمت وحوصلہ اور شجاعت و بہادری کا کیسا محشر بپا ہے) عبدالرحمان کہتے ہیں کہ (پھر دوسرے لڑکے نے مجھے ٹھوکا دیا اور اس نے بھی وہی الفاظ کہے جو پہلے نے کہے تھے، اس کے بعد میں نے کوئی توقف نہ کیا، اور ابوجہل کو دیکھا جو (دشمن کے) لوگوں میں پھر رہا تھا، میں نے (اس کی طرف اشارہ کر کے) ان لڑکوں سے کہا کیا تم اس شخص کو نہیں دیکھ رہے جو (دشمن کے گروہ میں) پھر رہا ہے؟ یہی تمہارا وہ مطلوب ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ رہے تھے (یعنی اس شخص کو پہچان لو یہی ابوجہل ہے)۔ عبدالرحمان کہتے ہیں کہ (یہ سنتے ہی) وہ دونوں لڑکے اپنی تلوار سنبھال کر فوراً ابوجہل کی طرف لپکے اور اس پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا، پھر دونوں رسول کریم ﷺ کے پاس لوٹ کر آئے اور آپ کو (اس واقعہ سے) آگاہ کیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ اس کو میں نے قتل کیا ہے آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم دونوں نے اپنی تلواریں پونچھ ڈالی ہیں؟ انہوں

نے کہا نہیں چنانچہ آپ ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اس کو قتل کیا ہے نیز رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ابوجہل کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا جائے۔ اور وہ دونوں لڑکے (جنہوں نے ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتارا) معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ ابن عفراء تھے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

ا۔ صحیح بخاری کی روایت میں معاذ ابن عفراء کے بجائے معوذ ابن عفراء ہے۔ نیز آگے جو روایت آ رہی ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوجہل کو عفراء کے دونوں بیٹوں نے قتل کیا، جب کہ اوپر جو روایت نقل کی گئی ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان دونوں قتل کرنے والوں میں عفراء کا ایک ہی بیٹا تھا، اس طرح دونوں روایتوں میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے چنانچہ علماء محققین نے اس تضاد کو اس توجیہہ کے ذریعے دور کیا ہے کہ وہ دونوں ایک ماں کے بیٹے تھے لیکن ان کے باپ الگ الگ تھے، اس اعتبار سے وہ دونوں ماں کی طرف سے تو حقیقی بھائی تھے اور باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی تھے، ان کی ماں کا نام عفراء تھا۔ ان میں سے ایک کے باپ کا نام عمرو بن جموح تھا اور دوسرے کے باپ کا نام حارث تھا، چنانچہ ان میں سے ایک کو اس کے باپ کی طرف منسوب کر کے معاذ ابن جموح کہا گیا اور دوسرے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کر کے معاذ ابن عفراء یا معوذ ابن عفراء کہا گیا۔

۲۔ اس موقع پر ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے، کہ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوجہل کو تم دونوں ہی نے قتل کیا ہے تو پھر آپ ﷺ نے ابوجہل کا سامان ان دونوں کو دینے کے بجائے ان میں سے ایک ہی کو دینے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوجہل کو قتل کرنے میں شریک تو شاید دونوں ہی رہے ہوں گے لیکن اصل میں جس نے پہلے ابوجہل پر حملہ کر کے اس کو

---

❶ بخاری، فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب (۳۱۴۱) ومسلم (۴۵۶۹)

بھاگنے اور چلنے پھرنے وغیرہ سے مجبور اور بے دم بنا دیا ہوگا وہ ایک ہی رہا ہوگا پھر بعد میں دوسرے نے بھی آ کر اس پر مزید وار کر کے اس کو اور زیادہ زخمی کر دیا ہوگا، اس اعتبار سے اس کے سامان کا مستحق اسی کو قرار دیا گیا جس نے پہلے حملہ کر کے اس کو بھاگنے یا مدافعتی حملہ کرنے سے ناکارہ کر دیا تھا لیکن آپ ﷺ نے دوسرے کو بھی خوش کرنے کے لئے یہ فرمادیا کہ اس کو تم دونوں نے قتل کیا ہے۔

جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا أَحَدٌ بَنَى بُيُوتًا وَلَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا وَلَا أَحَدٌ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (عَلَيْهِمْ)فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْيُبَايِعْنِي (فَلْتُبَايِعْنِي)قَبِيلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاءُوْا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ (الْبَقَرَةِ)مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا))

’’انبیاء میں سے ایک نبی (یعنی حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ انہوں) نے جہاد کا ارادہ کیا اور جب وہ جہاد کے لئے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے

اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس عورت کو اپنے گھر لا کر اس سے مجامعت کا ارادہ رکھتا ہو اور ابھی تک اس مجامعت نہ کی ہو اور میرے ساتھ نہ وہ شخص چلے جس نے گھر بنایا ہو لیکن (ابھی تک) اس کی چھت نہ ڈال سکا ہو نیز وہ شخص (بھی) میرے ساتھ نہ چلے جس نے گابھن بکریاں یا گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے جننے کا منتظر ہو۔ اس کے بعد وہ نبی (اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ) جہاد کے لئے روانہ ہوئے اور جب اس بستی کے قریب پہنچے کہ جہاں وہ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا (یعنی وہ ایسے وقت اس بستی کے قریب پہنچے جب عصر کی نماز کا وقت ہوتا ہے یا ختم ہونے کے قریب ہوتا ہے) اس نبی نے آفتاب کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بھی (چلنے پر) مامور ہے اور میں بھی (اس بستی کو فتح کرنے پر) مامور ہوں۔ اے اللہ! تو اس آفتاب کو ٹھہرا دے۔ چنانچہ آفتاب ٹھہرا دیا گیا (یعنی قدیم ماہرین فلکیات کے نظریہ کے مطابق آفتاب کی رفتار کو یا جدید نظریہ کے مطابق زمین کی گردش کو حکم الٰہی سے روک دیا گیا تاکہ رات کی تاریکی سے پہلے پہلے وہ نبی جہاد کرلیں) تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو فتح عطاء فرمادی۔ پھر جب مال غنیمت جمع کیا گیا اور اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی تو اس آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا، (یہ دیکھ کر) اس نبی نے (اپنے ساتھیوں سے) فرمایا کہ (یقیناً تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت واقع ہوئی ہے یعنی تم میں سے کسی نے مال غنیمت کے اندر خیانت کی ہے (جس کی وجہ سے یہ آگ اپنا کام نہیں کررہی ہے) لہٰذا تم میں سے ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص کو چاہئے کہ وہ بیعت کرے، چنانچہ (جب بیعت شروع ہوئی اور ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اپنا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ میں دینے لگا) تو ایک شخص کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ کو چپک کر رہ گیا، نبی نے (اس شخص

سے) فرمایا کہ (اس ذریعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ) خیانت تمہارے قبیلے کی طرف سے ہوئی ہے۔ پھر اس قبیلے کے لوگ سونے کا ایک سر لائے جو بیل کے سر کی مانند تھا اور اس کو رکھ دیا، اس کے بعد آگ آئی اور اس نے اس کو جلا دیا۔ اور ایک روایت میں راوی سے یہ عبارت بھی نقل کی ہے کہ (آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ) چنانچہ ہم سے پہلے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مالی طور پر) ضعیف و کمزور دیکھا تو مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔" ❶

تفہیم الحدیث:

ا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے جہاد کے لئے روانگی کے وقت ان چند لوگوں کو اپنے ساتھ چلنے سے اس لئے روک دیا تھا کہ جب دل کسی اور چیز میں اٹکا ہوا ہوتا ہے تو اس کے چیز کے علاوہ کسی اور کام میں طبیعت نہیں لگتی لہٰذا اگر مذکورہ لوگوں کو جانے والے لشکر میں شریک کیا جاتا تو وہ پورے جوش و جذبہ اور چستی و تندہی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جس کے لئے ان کو لے جایا جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگی مہمات وغیرہ کے موقع پر اپنے تمام ضروری امور و معاملات سے فراغت و یکسوئی حاصل کر لینی چاہیے تا کہ جس مہم میں نکلا جائے اس کو بخوبی سرانجام دیا جا سکے۔

۲۔ "آفتاب ٹھہرا دیا گیا..الخ" مسند احمد کی حدیث میں آیا ہے کہ (نظام شمسی کی پوری مدت عمر) میں حضرت یوشع ابن نون علیہ السلام کے علاوہ اور کسی کے لئے سورج کو کبھی نہیں ٹھہرایا گیا۔ مسند احمد اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سورج کا ٹھہر جانا صرف حضرت یوشع علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے

۳۔ "اس کو جلا ڈالنے کے لئے آگ آئی..الخ" جیسا کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے، یہ صرف

---

❶ بخاری، فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ ((احلت لکم الغنائم)) (٣١٢٤) ومسلم (٤٥٥٥)

امّت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ پچھلی امتوں کو غنیمت کا مال اپنے مصرف میں لانے کی اجازت نہیں تھی۔ بلکہ حکم الٰہی کے مطابق یہ دستور تھا کہ جنگ کے بعد غنیمت کا سارا مال جمع کر کے جنگل میں رکھ دیا جاتا تھا، اس کے بعد آسمان سے آگ آتی اور اس کو جلا دیتی، جو قبولیت کی علامت ہوتی۔

قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی دیت کی طرح

حضرت عمرو ابن شعیب رحمہ اللہ اپنی والدہ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْهِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ وَلَا يُقْتَلُ صَاحِبُهُ))

”قتل شبہ عمد کی دیت قتل عمد کی دیت کی طرح سخت ہے لیکن شبہ عمد کے مرتکب کو قتل نہ کیا جائے“ ❶

تفہیم الحدیث:

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کو بطریق شبہ عمد قتل کیا تو اس قصاص میں قتل نہیں کیا جائے۔ یہ بات اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمائی گئی ہے کہ حدیث کے پہلے جملہ کے مطابق قتل شبہ عمد کا مرتکب قتل عمد کے مرتکب کے مشابہ ہو تو چاہیے کہ جس طرح قتل عمد کے مرتکب کو سزا موت دی جاتی ہے اسی طرح شبہ عمد کا مرتکب بھی سزائے موت کا مستوجب ہو لہٰذا اس شبہ کو دور کر دیا گیا کہ اس مشابہت کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ اس کو قصاص میں قتل بھی کیا جائے۔

بس مجھے پاک کر دیجئے...!

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

---

❶ سنن ابی داؤد، الدیات، باب دیات الاعضاء (٤٥٦٥) وأحمد (٩٧٠٨٨)

''ایک دن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کردیجئے یعنی (مجھ سے جو گناہ سرزد ہوگیا ہے اس کی حد جاری کرکے میرے گناہ کی معافی کا سبب بن جائے) آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے واپس جا یعنی زبان کے ذریعہ استغفار کر اور دل سے توبہ کر راوی کہتے ہیں وہ چلا گیا اور تھوڑی دور جاکر پھر واپس آ گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجئے نبی کریم ﷺ نے وہی الفاظ فرمائے جو پہلے فرمائے تھے، چار مرتبہ اسی طرح ہوا اور (جب چوتھی بار ماعز رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجئے) تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے کس چیز سے اور کس وجہ سے پاک کروں؟ اس نے کہا کہ (حد جاری کرکے) زنا کے گناہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ کیا اس نے شراب پی رکھی ہے؟ (یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہوکر اسکا منہ سونگھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس نے شراب پی رکھی ہے یا نہیں) لیکن شراب کی بو نہیں پائی گئی، آنحضرت ﷺ نے پھر ماعز سے پوچھا کہ کیا (واقعی) تو نے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا چنانچہ اس کو سنگسار کردیا گیا دو یا تین روز اسی طرح گذر گئے یعنی مجلس نبوی میں ماعز کی سنگساری کے بارے میں دو تین دن تک کوئی ذکر نہیں ہوا پھر (ایک دن) رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کہ تم لوگ ماعز کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کرو بلاشبہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کے ثواب کو پوری امت پر تقسیم کیا جائے تو وہ سب کے لیے کافی ہو جائے، پھر اس کے بعد (ایک دن) ایک عورت جو قبیلہ ازد کے خاندان غامد میں سے تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کردیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تجھ پر افسوس ہے، واپس

جا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار توبہ کر۔ اس عورت نے عرض کیا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو پہلی دفعہ واپس کر دیا تھا اسی طرح مجھ کو بھی واپس کر دیں؟ اور درآنحالیکہ (میں) وہ عورت (ہوں جو) زنا کے ذریعہ حاملہ ہے لہٰذا اس اقرار کے بعد میرے انکار کی گنجائش نہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو (یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک طرح سے اپنے تغافل کو ظاہر کرنے اور اس کو اقرار زنا سے رجوع کرنے کا ایک اور موقع دینے کے لئے فرمایا کہ یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟ کیا زنا کے ذریعہ حاملہ ہے) اس عورت نے اس کے باوجود اپنے اقرار پر اصرار کیا اور کہا کہ ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو اس وقت تک انتظار کر جب تک تو اپنے بچہ کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ایک انصاری نے اس عورت کی خبر گیری اور کفالت کا اس وقت تک کے لئے ذمہ لے لیا جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ وہ غامدیہ عورت ولادت سے فارغ ہو گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم ابھی اس کو سنگسار نہیں کریں گے اور اس کمسن بچے کو اس حالت میں نہیں چھوڑیں گے کہ کوئی اس کو دودھ پلانے والا نہ ہو۔ یعنی اگر ہم نے اس کو ابھی سنگسار کر دیا تو اس کا بچہ جو شیر خوار اور بہت چھوٹا ہے ہلاک ہو جائے گا، کیونکہ اس کی ماں کے بعد اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں ہے اس لئے ابھی اس کو سنگسار کرنا مناسب نہیں ہے) ایک اور انصاری (یہ سن کر) کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس بچہ کے دودھ پلانے اور اس کی خبر گیری کا میں ذمہ دار ہوں، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا اور وہ سنگسار کی گئی۔“

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ جا جب تک کہ تو ولادت سے فارغ نہ ہو جائے (انتظار کر) پھر جب وہ ولادت سے فارغ ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا جا اس بچہ کو دودھ پلا تا آنکہ تو اس کا دودھ چھڑائے اور پھر جب اس نے بچہ کا دودھ بھی چھڑا دیا تو اس بچہ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اس وقت اس کے بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس بچہ کا دودھ چھڑا دیا ہے یہ اب روٹی کھانے لگا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بچہ کو ایک مسلمان کے حوالے کیا اور اس عورت کے لئے حکم فرمایا کہ ایک گڑھا کھودا جائے جو اس کے سینہ تک کھودا جائے جب اس کے سینہ تک گڑھا کھود دیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا اور اس کو سنگسار کیا گیا اس کی سنگساری کے دوران جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اس کے سر پر مارا اور اس کے سر کا خون حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے منہ پر آ کر پڑا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کو برا بھلا کہنے لگے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خالد اس کی بخشش ہو چکی ہے اس کو برا بھلا مت کہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر توبہ (ناروا) ٹیکس لینے والا کرے تو اس کی مغفرت و بخشش ہو جائے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور وہ دفن کی گئی۔'' [1]

تفہیم الحدیث:

ا۔ ''بلاشبہ ماعز نے توبہ کی'' اس ارشاد کے ذریعہ آنحضرت ﷺ نے ماعز رضی اللہ عنہ کی سعادت اور

---

[1] صحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی (٤٤٣١) وابو داؤد (٤٤٤٢)

اس کی توبہ کی فضیلت کو ظاہر فرمایا کہ اس نے ایسی ہے جو اس مغفرت اور رحمت کو لازم کرتی ہے جس کا دامن مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ فگن ہو سکتا ہے یہاں اقامت حد (حد کی قائم ہونے) کو توبہ اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ جس طرح توبہ کے ذریعہ گناہ ڈھل جاتے ہیں اسی طرح حد جاری ہونے سے بھی گناہ ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ ''جب تک کہ تو اپنے بچہ کی ولادت سے فارغ نہ ہو جائے'' اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ حاملہ جب تک کہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے اس پر حد قائم نہ کی جائے تا کہ ایک بے گناہ کو جو اس کے پیٹ میں ہے ہلاک کرنا لازم نہ آئے۔

۳۔ ''میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے'' اس سے معلوم ہوا کہ زانیہ کو سنگسار کرنے میں اس وقت تک کی مہلت دی جائے جب تک کہ اس کا وہ بچہ جو اس کے زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اس سے مستغنی نہ ہو جائے بشرطیکہ اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ ہو۔

۴۔ حدیث کے آخری جملہ میں لفظ صلی مسلم کے تمام راویوں سے صاد اور لام کے زبر یعنی صیغہ معروف کے ساتھ منقول ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھی تھی جب کہ طبری کے نزدیک اور ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ لفظ صاد کے پیش اور لام کے زیر یعنی صیغہ مجہول کے ساتھ منقول ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ دوسرے لوگوں نے پڑھی آنحضرت ﷺ نہیں چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں تو صراحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ لم یصل علیها یعنی آنحضرت ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی بلکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا، اسی وجہ سے ائمہ کے ہاں سنگسار کئے جانے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارہ میں اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ امام مالک کے ہاں اس کی نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ امام وقت اور اہل فضل نہ پڑھیں دوسرے لوگ پڑھ سکتے ہیں لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ ہر اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے جو کلمہ گو اور اہل قبلہ ہو اگر چہ وہ فاسق وفاجر ہو یا اس پر حد قائم کی گئی ہو۔

۵۔ جو مسلم کی روایت میں ہے کہ " امر بها النبی صلی الله علیه وسلم فرجمت ثم صلی علیها فقال له عمر تصلی علیها یانبی الله وقد زنت " یہ روایت صراحت کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی تھی۔ اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ثم "امرهم یصلوا علیها "(یعنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے قاضی عیاض نے بھی وضاحت کی ہے کہ اگر چہ مسلم نے اپنی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ماعز بن مالک کے جنازے کی نماز پڑھنا ذکر نہیں کیا ہے لیکن بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔

بہر کیف یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حد اس گناہ کو ختم کر دیتی ہے جس کی سزا میں اس کا نفاذ واجراء ہوتا ہے۔

اسی کی مثل جہنم سے پینا پڑے گا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پوری دنیا کے لئے رحمت اور تمام عالم کے لئے ہادی بنا کر بھیجا ہے، اور میرے بزرگ و برتر خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں، مزامیر، بتوں، سولیوں اور زمانہ جاہلیت (یعنی حالت کفر) کے تمام رسوم وعادات کو مٹا دوں، اور میرے بزرگ و برتر خدا نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اس کو (آخر میں) اسی کے بقدر دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا، اور جو بندہ میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دے گا میں اس کو (آخرت میں) پاک حوضوں (یعنی جنت کی نہروں) سے (شراب طہور) پلاؤں گا۔" [1]

[1] مسند احمد (۲۶۸/۵) (۲۲۶۶۳)

تفہیم الحدیث:

ا۔''باجوں'' سے ڈھول، ڈھولکی، نقارہ، تاشہ، طبلہ، طنبورہ، سارنگی، ستار اور اسی قسم کے دوسرے باجے مراد ہیں۔

۲۔اسی طرح ''مزامیر'' سے شہنائی، چنگ، بانسری اور اسی قسم کی دوسری چیزیں مراد ہیں۔

یہ حدیث باجوں اور مزامیر کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ چیزیں زمانہ قدیم سے اہل فسق اور گمراہ لوگوں کے رسوم وعادات میں داخل رہی ہیں۔

۳۔''سولی'' سے مراد وہ صلیبی نشان (کراس) ہے جو عیسائیوں کے ہاں ایک مقدس علامت اور قومی و مذہبی نشان ہے جو اس شکل میں ہوتا ہے یعنی ایک خط دوسرے خط کو کاٹتا ہے۔ یہ دراصل اس سولی کا نشان ہے جس پر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چڑھایا گیا تھا، اسی مناسبت سے عیسائی اس نشان کو بہت ہی مقدس اور بابرکت سمجھتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کے مرد و عورت اس نشان کو مختلف صورتوں میں اپنے جسم پر آویزاں رکھتے ہیں بلکہ اپنی تمام چیزوں پر بھی یہ نشان بناتے ہیں، اس سے ان کا مقصد حصول برکت بھی ہوتا ہے اور اس واقعہ کی حسرتناکی اور غمگینی کو یاد رکھنا بھی ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نشان کے نیست و نابود کرنے کا بھی حکم دیا گیا اور مسلمانوں کو سختی کے ساتھ منع کیا گیا کہ وہ کسی بھی ایسی چیز کو استعمال نہ کریں جس پر یہ نشان ہو اور نہ اپنی کسی چیز پر یہ نشان بنائیں کیونکہ اس سے ایک غیر قوم کی مشابہت ہوگی ہے جو اسلام میں سخت حرام ہے۔

۴۔زمانہ جاہلیت کی رسوم وعادات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سراسر باطل ہیں اور جو زمانہ اسلام سے قبل کثرت سے رائج تھیں جیسے نوحہ و بین کرنا، اپنی نسل یا اپنے خاندان پر بے جا فخر کرنا اور دوسروں کے نسب میں طعن و طنز کرنا وغیرہ وغیرہ۔

لوگوں کے حق میں وہی فیصلہ کرتے ہیں جو...!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے

فرمایا:

''جانتے ہو قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش یا اس کے فضل وکرم کے سایہ میں جائیں گے؟ صحابہ نے عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جاننے والے ہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبقت لے جانے والے وہ لوگ ہیں جن کے سامنے حق بات رکھی جاتی ہے تو وہ قبول کرتے ہیں، جب ان سے حق کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ خرچ کرتے ہیں اور لوگوں کے حق میں وہی فیصلہ کرتے ہیں جو اپنی ذات کے بارے میں کرتے ہیں۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

اس حدیث میں عادل حکمرانوں کے تین اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ انکی وجہ سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عنایات وکرم اور ان کے سایہ کے سب سے پہلے مستحق ہوں گے عادل حکمرانوں کا پہلا وصف تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کے سامنے رعایا کی بھلائی وبہتری اور عدل ومساوات کے تعلق سے کوئی صحیح اور حق بات پیش کی جاتی ہے تو وہ اس کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ جب رعایا ان سے اپنا حق مانگتی ہے تو وہ اس کا حق دیتے ہیں اور لوگوں کی بھلائی اور بہتری اور ان کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرتے

اور تیسرا وصف یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اپنے لئے پسند کرتے ہیں اسی کو رعایا کے لئے بھی پسند کرتے ہیں اگر وہ راحت اور اپنا چین چاہتے ہیں تو رعایا کے حق میں بھی یہی چاہتے ہیں کہ عام لوگ راحت وچین اور امن وسکون کے ساتھ رہیں، خود غرض اور عیش کوش حکمرانوں کی طرح کا شیوہ یہ نہیں ہوتا کہ خود تو عیش وعشریت اور شہوت رانیوں میں مبتلا رہیں اور رعایا کو سختی اور تنگی

❶ مسند احمد (٦/٦٧) (٢٤٨٨٣)

اور بدحالی میں رہنے دیں۔

مچھر کے پر کے برابر جھوٹ

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللَّهِ يَمِينَ صَبْرٍ فَأَدْخَلَ فِيهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةٌ فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))

"بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۳) اور جھوٹی قسم کھانی (یادرکھو) جس قسم کھانے والے نے بھی مجبوری وقید کی حالت میں خدا کی قسم کھائی اور اس قسم میں مچھر کے پر کے برابر (یعنی تھوڑا سا) بھی جھوٹ شامل کیا تو اس کے دل میں قیامت تک کے لئے ایک نکتہ (داغ) پیدا ہو جائے گا (جس کا وبال آخرت میں ظاہر ہوگا)"[1]

تفہیم الحدیث:

ا۔ "غموس" دراصل "غمس" سے ہے جس کے معنی ہیں "غوطہ دینا" اور "یمین غموس" کسی گزری بات پر دیدہ ودانستہ جھوٹی قسم کھانے کو کہتے ہیں۔

۲. "جعلت نكتة في قلبه الى يوم القيامة" (اس دل میں قیامت تک کے لئے ایک نکتہ پیدا ہو جائے گا) کا مطلب یہ ہے کہ اس نکتہ (داغ) کا اثر زنگ کی طرح ہے کہ وہ اپنی قسم میں تھوڑے سے بھی جھوٹ کی آمیزش کرنے والے شخص کے دل پر قیامت تک ہوگا پھر قیامت میں اس کا وبال اس طرح ظاہر ہوگا کہ اس کو عذاب خداوندی میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس سے عبرت پکڑنی چاہئے جب کہ تھوڑے سے جھوٹ کی آمیزش کرنے کا انجام یہ ہے کہ تو اس

[1] سنن ترمذی، التفسیر، باب ومن سورة النساء (۳۰۲۰) وأحمد (۱۳۹/۲۸) روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

صورت میں کیا حشر ہوگا جب کہ جس بات پر قسم کھائی جائے کہ وہ سرے سے جھوٹ ہو۔

۳۔آنحضرت ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں تین چیزوں کو ذکر کیا ہے جو بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ ہیں اور پھر ان تینوں میں سے صرف آخری کے بارے میں وعید بیان فرمائی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ بھی سب سے بڑے گناہوں میں داخل ہے اور لوگ یہ گمان کر کے کہ عدالت میں جھوٹی قسم کھانا گناہ کے اعتبار سے شرک اور ماں باپ کی نافرمانی کی طرح نہیں ہے اس کو کمتر نہ جائیں اسی طرح آگے حضرت خزیمہ ابن فاتک کی جو روایت آئے گی اس کے یہ الفاظ عدلت شهادة الزور بالا شراك بالله سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ یہ بھی اکبر کبائر میں داخل ہے۔

آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَبِرَسُولِهِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ))

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعہ دنیا میں بھیجی (یعنی شریعت پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر (از راہ فضل وکرم بحسب اپنے وعدے کے)واجب ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل کرے

خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے (اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور خواہ ہجرت کرے) اور خواہ اپنے وطن و گھر میں جہاں پیدا ہوا بیٹھا رہے (یعنی نہ جہاد کرے اور نہ ہجرت کرے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے (سن کر) عرض کیا کہ کیا لوگوں کو ہم یہ خوشخبری نہ سنا دیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لیکن جہاد کرنے والے کی یہ فضیلت بھی سن لو کہ) جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ان کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ لہٰذا جب تم اللہ سے (جہاد پر درجہ عالی) مانگو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ (فردوس) اوسط جنت ہے (یعنی جنت کے تمام درجات میں سب سے بہتر و افضل ہے) اور سب سے بلند جنت ہے اور اس کے اوپر عرش ہے (گویا وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہے) اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں (یعنی چار چیزیں جنت کی اصل ہیں جیسے پانی، دودھ، شراب اور شہد وہ جنت الفردوس ہی سے جاری ہوتی ہیں۔" ❶

تفہیم الحدیث:

۱۔ اس حدیث میں نماز اور روزے کا تو ذکر کیا گیا ہے لیکن حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ یہ دو عبادتیں یعنی نماز اور روزہ دیگر عبادتوں کی نسبت اپنی امتیازی اور برتری شان رکھتی ہیں دوسرے یہ کہ ان دونوں عبادات کا تعلق ہر مسلمان سے ہے کہ وہ سب ہی مسلمانوں پر واجب ہیں جب کہ حج اور زکوۃ ایسی عبادتیں ہیں جو ہر مسلمان پر واجب نہیں ہیں بلکہ اسی مسلمان پر واجب ہیں جو مالدار اور صاحب استطاعت ہو۔

۲۔ "خواہ اپنے گھر اور وطن میں بیٹھا رہے۔" اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فتح مکہ کے دن ارشاد فرمائی تھی کیونکہ فتح مکہ کے دن سے پہلے ہجرت ہر مومن پر

❶ بخاری، الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله (٢٧٩٠)

فرض تھی۔

جیسا کہ روزہ رکھنے والا...!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا (نماز اور طاعت وعبادات میں) منہمک رہنے والا اور اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے (یعنی عبادات میں منہمک رہنے) سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آ جائے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

جب مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے اور پھر جہاد کر کے گھر واپس آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس دوران میں وہ ہمہ وقت جہاد میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اس کے اوقات کا کچھ حصہ جہاد میں گزرتا ہے کہ جن میں وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا لیٹتا بھی ہے اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں بھی وقت گزارتا ہے مگر اس کے باوجود اس کو یہ درجہ عطا کیا گیا ہے کہ گویا وہ کبھی بھی اور کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ ہر حرکت وسکون پر اور ہر عیش وآرام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب ہی لکھا جاتا ہے۔

اللہ اس کی دعا کی مثل اسے برائی سے بچائے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو بھی مسلمان کوئی دعا مانگتا ہے ایسی دعا کہ اس میں نہ تو گناہ کی کسی چیز کی طلب ہو اور نہ ناتہ توڑنے کی تو اللہ تعالیٰ اسے اس دعا کے نتیجے میں تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور دیتا ہے یا تو یہ کہ جلدی ہی اس کا مطلوب عطا فرمادے یا یہ کہ اس کے لئے

❶ بخاری ، الایمان ،باب الجهاد من الایمان (٣٦)ومسلم(٤٨٥٩)

اس دعا کو ذخیرہ آخرت بنا دے کہ دنیا میں اس کا مطلوب حاصل نہ ہونے کی صورت میں اس کے عوض آخرت میں اجر عطا کرے یا یہ کہ اسے اس کی دعا کے بقدر برائی سے بچائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تو اب بہت زیادہ دعائیں مانگیں گے کیونکہ ہمیں دعا کے بڑے فائدے معلوم ہو گئے آپ نے فرمایا: اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

''اللہ کا فضل بہت زیادہ ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہاری دعا کے نتیجہ میں تمہیں جو کچھ عطا فرماتا ہے اس کے مقابلہ میں وہ کہیں زیادہ ہے جو وہ تمہیں مانگے بغیر محض اپنے بے پایاں فضل اور وسیع کرم سے دیتا ہے۔

دس گنا اجر

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

((يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاؤُهُ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً))

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس کے صدق و اخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس

❶ مسند احمد (۳/۱۸) (۱۱۱۵۰) والحاکم (۱۸۱۶)

کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔ جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کی زمین کے برابر ہی مغفرت کروں گا۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم وکریم ہے اس کی رحمت کتنی وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کتنا مہربان ہے اس کی شان عفو کسی قدر بے پایاں ہے اور اس کا فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر بندہ خدا کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ اور رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی سے اس سے کہیں زیادہ توجہ، التفات اور رحمت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

وہ سرسبز شاخ کی مانند ہے

حضرت امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والے کی مانند ہے (یعنی اس شخص کی مانند ہے) جو میدان کارزار میں اپنے لشکر کے بھاگ کھڑے ہونے کے بعد تنہا ہی کافروں کے مقابلہ میں ڈٹا رہے (ایسے شخص کی بہت ہی

❶ مسلم، الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ تعالیٰ وحسن الظن به (٦٨٣٣

زیادہ فضیلت منقول ہے) اور غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا خشک درخت میں سرسبز شاخ کی مانند ہے۔"

ایک روایت میں یوں ہے کہ:

"درختوں کے درمیان سرسبز وشاداب درخت کی مانند ہے اور خدا کا ذکر کرنے والا اندھیرے گھر میں چراغ کی مانند ہے اور غافلوں میں خدا کا ذکر کرنے والا ایسا شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی ہی میں جنت میں اس کی جگہ دکھلاتا ہے یعنی یا تو بذریعہ مکاشفہ دکھاتا ہے یا خواب میں اور یا اس کو ایسا یقین بخشتا ہے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے اور غافلوں میں خدا کو یاد کرنے والا ایسا شخص ہے جس کے گناہ ہر فصیح اور اعجم کے عدد بقدر بخشے جاتے ہیں، فصیح سے مراد انسان اور اعجم سے مراد جانور ہیں۔" ❶

اگرچہ وہ دریا کے جھاگ کی مانند ہوں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنْ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ))

"جس شخص نے کسی دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو اس کے گناہ ختم کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کے جھاگ کی مانند یعنی کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔" ❷

تفہیم الحدیث:

سو مرتبہ چاہے کوئی دن کے ابتدائی یا آخری حصہ میں ایک ہی دفعہ میں پڑھ لیا جائے یا وقفہ کے ساتھ، دونوں طرح درست ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں ایک

❶ الترغيب والترهيب، البيوع، (٢٥٢٦) والبيهقي في شعب الايمان (١/ ٤١٢) (٥٦٧) والبيهقي في شعب الايمان (١/ ٤١١) (٥٦٥)

❷ بخاري، الدعوات، باب فضل التسبيح (٦٤٠٥) ومسلم (٦٨٤٢)

ہی دفعہ پڑھ لیا جائے افضل ہے۔

اس شخص کی مثل یا اس سے زیادہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ))

''جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ '' سبحان الله و بحمده'' کہا تو قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل سے بہتر کوئی عمل نہیں لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند یا اس سے زیادہ کہا۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے حدیث کی ظاہری عبارت سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے پہلے شخص کی مانند کیا یعنی اس نے پہلے شخص کی طرح صبح وشام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو وہ قیامت کے دن اس عمل سے افضل لائے گا جو یہ پہلا لائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسرے شخص نے اگر پہلے شخص کی طرح سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام سو سو مرتبہ کہا تو وہ قیامت کے دن پہلے ہی شخص کی طرح عمل لے کر حاضر ہوگا نہ کہ اس سے افضل عمل لائے گا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت حقیقت معنی کے اعتبار سے یوں ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل کے برابر کوئی عمل نہیں لائے گا جو یہ شخص لائے گا اور نہ اس کے عمل سے افضل کوئی عمل لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند (سبحان اللہ وبحمدہ

❶ مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء(٦٨٤٣)واحمد(٨٨٢١)

صبح وشام کے وقت سوسو مرتبہ سے زیادہ کہا) تو وہ اس پہلے شخص کے عمل سے افضل عمل لائے گا۔
یا پھر کہا جائے گا کہ 'مثل ماقال اوزاد علیه' میں حرف او معنی کے اعتبار سے حرف واؤ کی جگہ
استعمال کیا گیا ہے۔

وہ ازروئے ثواب اس شخص کی مانند ہے جس نے..!

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے والد مکرم سے اور وہ اپنے جد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ میں سبحان اللہ کہے تو وہ ازروئے ثواب اس شخص کی مانند ہے جس نے سو نفل حج کیے ہوں جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ مین الحمد للہ کہے تو اس شخص کی مانند ہے جس نے سو آدمیوں کو خدا کی راہ میں سو گھوڑوں پر سوار کرایا ہو جو شخص سو مرتبہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور سو مرتبہ دن کے آخری حصہ میں اللہ اکبر کہے تو اس دن یعنی قیامت کے دن کوئی شخص اس ثواب سے زائد ثواب لے کر نہیں آئے گا جو وہ لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند یعنی اللہ اکبر مذکورہ تعداد میں کہا ہوگا تو یہ شخص درجہ ثواب کے اعتبار سے اس کے برابر ہوگا یا وہ شخص جس نے اس سے زائد کہا ہوگا (تو یہ اس سے بھی افضل ہوگا)'' [1]

تفہیم الحدیث:

ا۔ ''اس شخص کی مانند ہے جس نے سو حج کیے ہوں'' سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آسان وسہل ذکر بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور کی کیفیت حاصل ہو ان عبادات شاقہ سے افضل ہے جس میں حضور قلب واخلاص سے محروم اور غفلت میں گرفتار ہو۔ بعض حضرات یہ فرماتے

[1] الترمذی، الدعوات (٣٤٧١) امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے او. کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ہیں کہ تسبیح سبحان اللہ پڑھنے کی چونکہ بہت زیادہ فضیلت ہے اس لئے اس کا ثواب بڑھا کر نفل حج کے اصل ثواب کے برابر کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ ''خدا کی راہ میں سو گھوڑوں پر سوار کرنے'' کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جہاد کے لئے سو گھوڑے دے ڈالے ہوں یا عاریۃً دیئے ہوں، اس بات سے گوذکر اللہ میں مشغول رہنے کی ترغیب دلائی جارہی ہے کہ کوئی شخص دنیا کی طرف التفات نہ کرے بلکہ وہ حضور مع اللہ کی سعادت عظمیٰ کے حصول میں اپنی پوری کوششیں اور توجہات صرف کرے کیونکہ عبادات خواہ بدنیہ ہوں یا مالیہ یا دونوں کا مجموعہ، سب کا مقصد اور حاصل ذکر اللہ ہے۔

۳۔ ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے سو غلام آزاد کئے ہوں۔'' اس میں درحقیقت ان ذاکرین کے لئے تسلی اور ترغیب ہے جو محتاج اور کم استطاعت ہونے کی وجہ سے ان عبادت مالیہ سے عاجز ہوں جنہیں اہل ثروت اور مالدار ادا کرتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے مراد اہل عرب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہونے کی وجہ سے افضل واعلیٰ ہیں۔

۴۔ حدیث کے آخری جز سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ اکبر ان تمام تسبیحات میں جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں سب سے افضل ہے حالانکہ بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان تسبیحات میں سب افضل لا الہ الا اللہ ہے، پھر الحمد للہ پھر اللہ اکبر، پھر سبحان اللہ لہٰذا اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ حدیث کے آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اکبر ہر صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھے گا قیامت کے دن لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے علاوہ کوئی شخص اس ثواب سے زیادہ ثواب لے کر نہیں آئے گا جو یہ شخص لائے گا۔

اسی کی مثل اللہ اکبر

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوًى أَوْ قَالَ حَصًى تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ أَلَا أُخْبِرُكِ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكِ مِنْ هَذَا أَوْ أَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ مِثْلَ ذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مِثْلَ ذَلِكَ))

''ایک دن وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک خاتون کے ہاں گئے اس وقت اس خاتون کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ ان پر تسبیح پڑھ رہی تھی، یعنی ان کے ذریعہ تسبیح کو شمار کرتی تھی) آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی تسبیح نہ بتادوں جو (نہ صرف یہ کہ) اس تسبیح (یعنی ان بہت ساری گٹھلیوں یا کنکریوں پر تسبیح پڑھنے کے مقابلہ میں) تمہارے لئے بہت آسان بھی ہے بلکہ وہ تسبیح بہت بہتر ہے اور وہ تسبیح یہ ہے جسے تم پڑھ لیا کرو'' سبحان الله عدد ما هو خلق في السماء وسبحان اله عدد ماخلق في الارض وسبحان الله عدد مابين ذالك وسبحان الله عدد ماهو خالق اللہ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی بقدر جو زمین وآسمان کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے اس مخلوق کی تعداد کے بقدر جو اس کے بعد ازل سے ابد تک پیدا کی جانے والی ہے۔ اور اللہ اکبر بھی اسی طرح پڑھے اور الحمد للہ بھی اسی طرح پڑھے اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح پڑھے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی اسی طرح پڑھے'' ❶

❶ الترمذي ،الدعوات، باب في دعاء النبي وتعوذه في دبر كل صلاة (٣٥٦٨) ابوداؤد (١٥٠٠) ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

''ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خشک پتوں والے ایک درخت کے پاس سے گزرے تو آپ نے اپنا عصا مبارک اس کی ٹہنیوں پر مارا جس کی وجہ سے پتے جھڑنے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ وسبحان اللہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھنا بندوں کے گناہوں کو اسی طرح جھاڑتا ہے جس طرح اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں'' ❶

جتنا کہ ایک سوئی سمندر میں گر کر...!

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدیثوں کے سلسلہ میں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے تھے فرمایا کہ ایک حدیث قدسی یہ بھی ہے کہ:

((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلاَ تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ

❶ الترمذی، الدعوات (۳۵۳۳) امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث غریب ہے۔

وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ))

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے یعنی میں ظلم سے پاک ہوں اور چونکہ ظلم میرے حق میں بھی ایسا ہے جیسے کہ تمہارے حق میں اس لئے میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو علاوہ اس شخص کے جس کو میں ہدایت بخشوں پس تم سے مجھ سے ہدایت چاہو، میں تمہیں ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو (یعنی کھانے کے محتاج) علاوہ اس شخص کے جسے میں کھلا دوں اور اسے رزق کی وسعت و فراخی بخشوں اور مستغنی بناؤں پس تم سب مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا اے میرے بندو! تم سب ننگے (یعنی ستر پوش کے لئے کپڑے کے محتاج ہو) علاوہ اس شخص کے جس کو میں نے پہننے کے لئے دیا پس تم سب مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم اکثر دن رات خطائیں کرتے ہو اور میں تمہاری خطائیں بخشتا ہوں پس تم سب مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخشوں گا۔ اے میرے بندو! تم ہرگز میرے ضرر کو نہیں پہنچ سکو گے تا کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور ہرگز میرے نفع کو نہیں پہنچ سکو گے تا کہ مجھے فائدہ صرف تمہیں ہی پہنچتا ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل فرمائی کہ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے انسان اور جنات (غرض کہ سب کے سب مل کر بھی تم میں سے کسی ایک نہایت پرہیز گار دل کی مانند ہو جائیں تو اس سے میری مملکت میں کوئی زیادتی نہیں ہوگی (یعنی اگر

تم سب کے سب اتنے ہی پرہیز گار اور اتنے ہی نیک بن جاؤ جتنا کہ کوئی شخص پرہیز گار بن سکتا ہے مثلاً تم سب محمد ﷺ ہی طرح پرہیز گار بن جاؤ کہ روئے زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہ رہے جس کی زندگی پر فسق وفجور اور گناہ ومعصیت کا ہلکا سا اثر بھی ہو تو اس سے میری سلطنت مین ادنیٰ سی بھی زیادتی نہیں ہوگی اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے، تمہارے پچھلے انسان اور جنات (غرضیکہ سب کے سب) مل کر تم میں سے کسی ایک نہایت بدکار دل کی مانند ہو جائیں (یعنی تم سب ملک کر شیطان کی مانند ہو جاؤ) تو اس سے میری مملکت کی کسی ادنیٰ سی چیز کو بھی نہیں نقصان پہنچے گا، اے میرے بندو! اگر تمہارے پچھلے انسان اور جنات (غرض کہ سب کے سب مل کر تم میں سے نہایت بدکار دل کی مانند ہو جائیں یعنی تم سب ملک کر شیطان کی مانند ہو جاؤ تو اس سے مملکت کی کسی ادنیٰ سی چیز کو بھی نہیں نقصان پہنچے گا، اے میرے بندو! اگر تمہارے پچھلے انسان اور جنات (غرض کہ سب کے سب مل کر کسی جگہ کھڑے ہوں اور مجھ سے پھر مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کے مانگنے کے مطابق (ایک ہی وقت میں اور ایک ہی جگہ) دوں تو میرا یہ دینا اس چیز سے جو میرے پاس ہے اتنا ہی کم کرتی ہے جتنا کہ ایک سوئی سمندر میں گر کر (اس کے پانی کو کم کرتی ہے) اے میرے بندو! جان لو میں تمہارے اعمال یاد رکھتا ہوں اور انہیں تمہارے لئے لکھتا ہوں، میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا، پس جو شخص بھلائی پائے (یعنی اسے اللہ تعالیٰ کی نیک توفیق حاصل ہو اور عمل خیر کرے) تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو شخص بھلائی کے علاوہ پائے یعنی اسے اللہ تعالیٰ کی نیک توفیق حاصل ہو اور عمل خیر کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو شخص بھلائی کے علاوہ پائے یعنی اس سے کوئی گناہ سرزد ہو تو وہ اپنے نفس کو ملامت کرے کیونکہ اس سے گناہ کا سرزد ہونا نفس

ہی کے تقاضے سے ہوا۔‘‘ ❶

تفہیم الحدیث:

۱۔ ’’کلکم ضال‘‘ (تم سب گمراہ ہو) اس اعتبار سے فرمایا کہ دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اس سے دنیا اور دین کا ہر کمال ہر سعادت اور تمام ہی بھلائیاں ہوں ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ کمی اور کوتاہی ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی دینی اور اخروی اعتبار سے اپنے اندر کوئی کمی اور کوتاہی وگمراہی رکھتا ہے تو کسی کے اندر دنیاوی امور کے اعتبار سے کوئی نہ کوئی کمی اور کجی ہوتی ہے اس لئے فرمایا کہ تم سب گمراہ ہو یعنی دنیوی اور دینی دونوں اعتبار سے درجہ کمال سے ہٹے ہوئے ہو۔

۲۔ ’’الا من ھدیتہ‘‘ (علاوہ اس شخص کے جس کو میں ہدایت بخشوں) اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی مراد یہ ہے کہ اگر لوگوں کو ان کی اس حالت وکیفیت پر چھوڑ دیا جوان کی طبیعت اور ان کے نفس کی بنیاد ہوتی ہے تو وہ خودرو درخت کی طرح جس طرح چاہیں بڑھیں اور جس سمت چاہیں چلیں، جس کا نتیجہ گمراہی اور بے راہ روی ہے اس لئے میں جس کو چاہتا ہوں اسے فکروذہن کی سلامتی اور نیک اعمال کی ہدایت بخشتا ہوں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا نفس صحیح راستہ پر چلتا ہے اور اس کی طبیعت نیکی ہی کی سمت بڑھتی ہے۔

۳۔ ’’وانا اغفر الذنوب جمیعا‘‘ میں تمہاری ساری خطائیں بخشتا ہوں، کا مطلب یہ ہے کہ تم دن رات لغزشوں اور گناہوں میں مبتلا رہتے ہو لیکن اگر اپنے ان گناہوں پر ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرتے ہو تو میں تمہارے سب گناہ بخش دیتا ہوں یا پھر یہ مراد ہے کہ ایک تو صرف ایسا گناہ ہے جس سے توبہ کئے بغیر بخشش ممکن نہیں ہاں اس کے علاوہ اور سب گناہ اگر میں چاہتا ہوں تو بغیر توبہ واستغفار کے بھی اپنے فضل وکرم اور اپنی رحمت خاص کے پیش نظر بخش

---

❶ مسلم، البر والصلة، باب تحريم الظلم (٦٥٧٢)

دیتا ہوں۔

۴۔ ’’جتنا کہ سوئی کم کر دیتی ہے‘‘ سوئی کا سمندر میں گر کر اس کے پانی کو کم کر دینا نہ محسوس ہونے والی چیز ہے اور نہ عقل و شعور کی رسائی میں آنے والی بات بلکہ وہ کالعدم ہے اس لئے اس کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے ورنہ تو اللہ کے خزانے میں کسی ادنی سے ادنی درجہ کی کمی کا بھی کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ابن ملک کہتے ہیں کہ اس بارہ میں یا پھر کہا جائے کہ یہ جملہ بالفرض والتقدیر کی قسم سے ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کمی فرض بھی کی جائے تو وہ اس قدر ہو سکتی ہے۔

مومن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے...!

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کیں ایک تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی اور دوسری اپنی طرف سے بیان کی چنانچہ انہوں نے فرمایا:

’’مومن اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور خوفزدہ ہو کہ پہاڑ اس کے اوپر نہ گر پڑے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے اس مکھی کو جو اس کی ناک پر اڑے اور وہ اس کی طرف اس طرح یعنی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور اسے اڑا دے حاصل یہ کہ مومن گناہ سے بہت ڈرتا ہے اور اسے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ کہیں میں اس گناہ کی پاداش میں پکڑا نہ جاؤں اس لئے اس کی نظر میں چھوٹے سے چھوٹے گناہ بھی وہی اہمیت رکھتے ہیں لیکن فاجر اپنے گناہوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اس کی نظر میں بڑے سے بڑے گناہ کی بھی اہمیت نہیں ہوتی۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنے سفر کے دوران کسی ایسے ہولناک میدان میں اترے جہاں سبزہ و درخت کا نام و نشان

تک نہ ہواور اس کے ساتھ جو سواری ہو اس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو پھر وہ استراحت کے لئے وہیں زمین پر سر رکھ کر ایک نیند سو گیا ہو اور جب جاگنے کے بعد اسے معلوم ہو کہ سامان سے لدی ہوئی اس کی سوار گم ہو گئی ہے تو وہ اس کی تلاش میں گیا ہو یہاں تک کہ گرمی کی تپش اور پیاس کی شدت اور گرمی اور پیاس کے علاوہ دوسری تکلیف اور پریشانی کی ان چیزوں نے جو اللہ کو منظور تھیں اس پر غلبہ پالیا ہو تو اس نے کہا ہو کہ میں اپنی جگہ لوٹ چلوں جہاں میں سر رکھ کر سویا تھا وہیں سو جاؤں تاکہ نیند کی حالت میں میرا خاتمہ ہو جائے چنانچہ وہ اپنے بازو پر سر رکھ کر موت کی انتظار میں سو رہا ہو کہ اس کی آنکھ کھل جائے اور اچانک وہ دیکھے کہ اس کی سواری اس کے سامنے موجود ہو جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان موجود تھا پس اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کی توبہ کی وجہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری اور اپنے کھانے پینے کا سامان پا کر خوش ہوتا ہے۔'' [1]

نوٹ: مسلم نے ان دونوں روایتوں میں سے صرف اس روایت کو نقل کیا ہے جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا (یعنی جس میں مومن بندہ کی توبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کا بیان ہے) اور اس روایت کو نقل نہیں کیا ہے جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے اور جس میں گناہ کے بارے میں مومن اور فاجر کے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ اور بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو بھی نقل کیا ہے جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے حاصل یہ کہ حدیث مرفوع کو تو بخاری و مسلم دونوں نے نقل کیا ہے لیکن حدیث موقوف کو صرف بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

تفہیم الحدیث:

بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ خوش ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی

---

[1] البخاري، الدعوات، باب التوبة (٦٣٠٨) ومسلم (٦٩٥٥) وأحمد (٣٦٢٧)

توبہ سے راضی ہوتا ہے اور اس کی توبہ قبول کرتا ہے گویا اس حدیث سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔''ان الله يحب التوابين '' ۔اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

برائی کا بدلہ اسی کی مثل ملتا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا (أَزْلَفَهَا زَلَّفَهَا)وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا))

''جب کوئی بندہ اسلام قبول کرتا ہے اور اس کا اسلام اچھا ہوتا ہے (یعنی نفاق سے پاک صاف ہوتا ہے) کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام گناہ دور کر دیتا ہے جو اس نے قبول اسلام سے پہلے کیے تھے اور اس کے بعد اسے بدلہ ملتا ہے جس کا حساب یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلہ میں دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھی جاتی ہیں یعنی اسلام لانے کے بعد وہ جو بھی عمل کرتا ہے بلکہ سات سو سے بھی زیادہ اور برائی کا بدلہ اسی کے مانند ملتا ہے یعنی جتنی برائی کرتا ہے وہ اتنی ہی لکھی جاتی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی درگزر کرتا ہے۔'' ❶

تفہیم الحدیث:

یہ محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہے اور اس کے فضل و کرم کا اثر ہے کہ وہ ایک نیکی پر دس گنا سے سات سو گنا تک جزاء سے نوازتا ہے بلکہ جس کو چاہتا ہے اس کی مشقت ریاضت اور صدق واخلاص کے موافق اس سے بھی زیادہ جزاء سے بہرہ مند فرماتا ہے۔مگر بدی کی سزا اس بدی کے بقدر دیتا ہے چنانچہ جو جتنی برائی کرتا ہے اسے صرف اتنی ہی سزا ملتی ہے بلکہ جس کو چاہتا ہے اس کی اس برائی کو معاف کر دیتا ہے۔اور اسے اتنی سزا سے بھی بچا لیتا ہے۔

---

❶ بخاری ،الایمان ، باب حسن اسلام المرء (٤١)

امثال القرآن

قرآنی تمثیلات وتشبیہات کا مجموعہ

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4516709
www.subheroshan.com